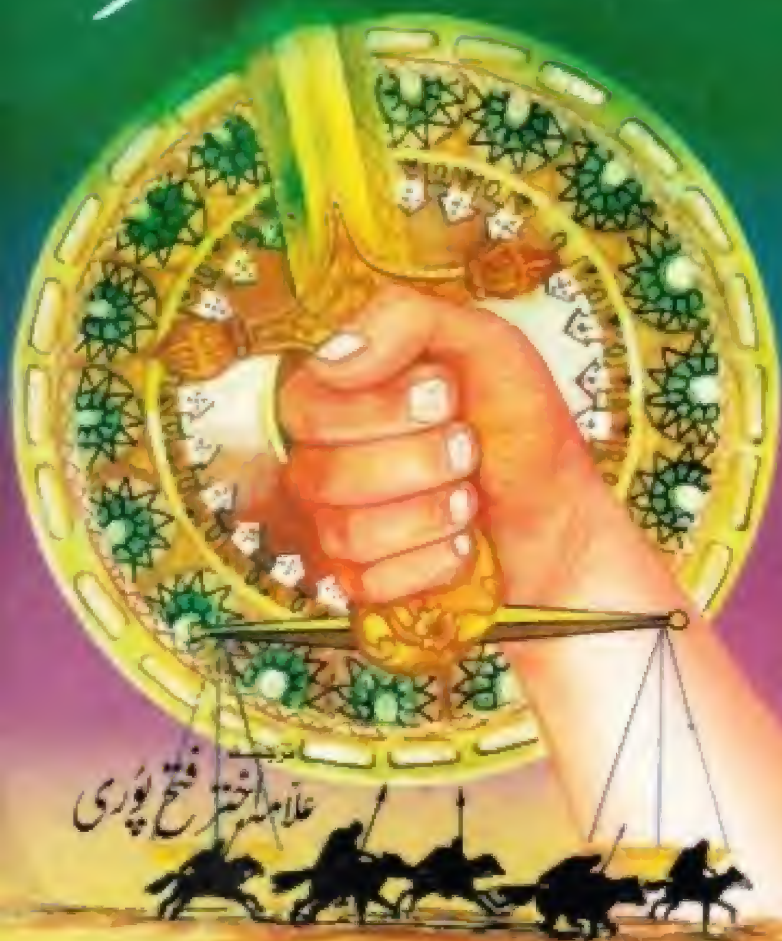


الضَّوَاءُ عَمِيقَ الْمَحَرَّةِ



علامہ اختر فتح پوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَقْبُولٌ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَعْزِمُ بِالْكِتَابِ الْمُبِينِ

الطريق المخرج

برق سوزان

ترجمہ علامہ اختر فتح پوری

شعبہ پراڈرز اردو بازار لاہور

اس کتاب کے جملہ حقوق خرید کر بشبیر براہ رز کے نام محفوظ ہو گئے ہیں

نام کتاب _____ الصواعق المحرقة

نام ترجمہ _____ برق سوزاں

مترجم _____ علامہ اشرف فتح پوری

تعداد _____ 600

ناشر _____ محمد شاہ کمر

پریس _____ ایس ایم اشتیاق پرنٹرز لاہور

قیمت _____

عارف باللہ قطب الارشاد مظہر تجلیات غوث الوری
حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ

چشتی قادری نقشبندی - رام پوری

کے نام

جنکی توجہ خاص سے میں اس کتاب کو شائع کرنے کے قابل ہوا

مگر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی

آستانہ فیضان جمالی

۱۸۲- ایل علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

عرض حال

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الصواعق المحرقة" کا اردو ترجمہ برقی سوزاں "اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہو رہی ہے، کیونکہ اس کتاب میں اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مخالفین و معاندین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے نہایت مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز ان کی شان و عظمت کا اس رنگ میں تحفظ کیا گیا ہے کہ بے اختیار مولف کے لئے منہ سے دُعا کے خیر نکلتی ہے۔ اس کے علاوہ مولف نے صحابہ کرام کے مشاہیر و مناقبات پر بھی اس عالم انداز میں گفتگو کی ہے کہ قاری کے دل میں محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ اس چرخ نیلی قام کے نیچے صحابہ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا سرٹیکٹ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، پس جو شخص اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق تراثر خانی کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنی عاقبت آپ خراب کرتا ہے۔

مجھے مدت سے جستجو تھی کہ کوئی شخص اس بے نظیر اور لا جواب کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دے، سو میں جناب علامہ اختر فتح پوری کامنوں ہوں کہ انھوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نہایت سلیس اور شگفتہ انداز میں اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ علاوہ ان میں اپنے واجب الکرام بزرگ محترم جناب سید صادق علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سپاس گزار ہوں،

جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے مفید مشوروں سے میری راہنمائی فرمائی۔ اگر وہ اپنا دست تعاون دراز نہ کرتے تو شاید کتاب کی اشاعت میں مزید کچھ التواء پڑ جاتا، ان کے علاوہ چند دیگر مخلص احباب جو میرے حلقہ دوستی میں ہیں، بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے میرا ساتھ دیا ہے اور کثرت سے لے کر بائیںڈنگ تک تمام مراحل ان کی ہی نگرانی میں طے پائے۔

موضوع کی مناسبت سے ہم نے علامہ ابن حجر کی دوسری کتاب *تطہیر الجنان* کا ترجمہ چھاپنے کا بھی ارادہ کر رکھا تاکہ اس موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے اس کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر ان کی مجتہدانہ شان اور بلند مقام کو واضح کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اہل علم حضرات اور محبان اہل بیت و صحابہ کرام کے قلوب میں ایک نور بصیرت پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزال فرمائے۔
اللہم آمین۔

طالب دُعا

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی راجپوری

فہرست مضامین

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۲۰۳	فصل اول، بالترتیب خلفاء کی افضلیت اور ساری امت پر شیعیان کی افضلیت		مقدمہ
۲۶۸	فصل دوم، قرآن و حدیث میں حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں آپ تفرید ہیں	۱۹	اسلامی فرقے اور امت محمدیہ کا اختلاف
۲۷۳	فصل سوم، حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحاب ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے	۲۲	اختلاف کا مینج
		۳۸	صحابہ کا صحیح مقام
			عہدث ابن حجر البیہقی
			مقدمہ ثانیہ
			مقدمہ ثالثہ
۳۰۰	فصل چہارم، آپ کی افضلیت کے متعلق صحابہ، سلف صالحین اور عربوں کے بیانات	۴۷	پہلا باب، حضرت صدیق کی کیفیت کا بیان
۳۰۹	باب چہارم، دربار خلافت حضرت عمرؓ		فصل دوم، آپ کی ولایت پر اجماع
۳۰۹	فصل اول، آپ کی خلافت کی حقیقت کی تعلق	۷۴	منفرد ہو چکا ہے
۳۱۲	فصل دوم، حضرت ابوبکر کا وقت ارتحال		فصل سوم، قرآن و سنت کی وہ سماعی نصوص
	حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا	۱۰۷	جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں
	فصل سوم، آپ کے خلیفہ الرسول کی بجائے اپنا لقب امیر المؤمنین کیوں رکھا		فصل چہارم، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی نقص
۳۲۰	باب پنجم، حضرت علیؓ کے فضائل و خصوصیات	۱۱۸	بیان فرمائی ہے
۳۲۰	فصل اول، آپ کا قبول اسلام		فصل پنجم، شیعوں اور روافض کے شہادت کا ذکر
۳۲۷	فصل دوم، آپ کا نام فاروق رکھنے کے بیان میں	۱۸۷	باب دوم، اکابر اہل بیت کی طرف سے
			شیخیہ کی تعریف
		۲۰۳	باب سہم، حضرت ابوبکر تمام امت سے افضل ہیں

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۴۱۳	فصل دوم، آپ کے فضائل کا تذکرہ	۳۳۰	فصل ثالث، آپ کی ہجرت کے بیان میں
۴۳۱	فصل ثالث، در بیان شنائے صحابہ	۳۳۱	فصل چہارم، آپ کے فضائل کے متعلق
۴۳۴	فصل پنجم، آپ کی کرامات، فضیلت جات اور کلمات کا بیان	۳۴۵	فصل پنجم، صحابہ اور سلف کی زبان سے آپ کی تعریف
۴۵۱	فصل پنجم، آپ کی وفات	۳۴۸	فصل ششم، قرآن و سنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات
۴۵۷	باب دہم، حضرت حسن کی خلافت و فضائل، کلمات اور کرامت کا بیان	۳۵۳	فصل ہفتم، آپ کی کرامات کے بیان میں
۴۵۷	فصل اول، آپ کی خلافت کے بیان میں	۳۶۲	باب ششم، حضرت عثمان کی خلافت کا تذکرہ
۴۶۳	فصل دوم، آپ کے فضائل	۴۷۱	باب ہفتم، آپ کے فضائل
۴۷۸	فصل سوم، آپ کے بعض کارنامے	۳۷۱	فصل اول، آپ کا قبول اسلام اور ہجرت
۴۷۷	باب یازدہم، اہل بیت نبوی کے فضائل	۳۷۴	فصل دوم، آپ کے فضائل
۴۸۴	فصل اول، اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات	۳۸۲	فصل سوم، آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت اور مظلومیت کا بیان
۴۲۱	فصل دوم، اہلبیت کے متعلق احادیث	۳۹۷	باب ہشتم، حضرت علی کی خلافت اور حضرت عثمان کے واقعہ شہادت کا بیان
۴۳۳	فصل سوم، حضرت فاطمہ اور حسنین کے متعلق احادیث	۴۱۰	باب نہم، حضرت علی کے فضائل کارنامے اور حالات
۴۴۲	حضرت امام زین العابدین		فصل اول، آپ کے قبول اسلام اور ہجرت کا بیان
۴۴۷	ابو جعفر محمد الباقر		
۴۴۸	حضرت جعفر صادق		
۴۷۳	حضرت موسیٰ کاظم		
۴۷۸	علی رضا		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اصحابہ
وازواجہ واکل بیتہ الطاہرین اما بعد ۔۔۔ یہ دونوں عظیم الشان کتابیں محدث احمد بن محمد
الحکمی البغدی کی تالیف ہیں پہلی کتاب صواعق مرقرہ ہے جو اہل بدعت اور زندقہ کی تردید میں لکھی
گئی ہے، جسے کتاب وسنت اور اس امت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق امام شیعہ
اور ائمہ علمائے روایات پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت خلفائے راشدین کی حقیقت کے اظہار کے
لئے تالیف کیا گیا ہے۔ پھر اس کی ذیل میں مناقب آل بیت نبوی کا اعتدال پسند علماء مثلاً
عصب طبری اور حافظ سخاوی کی کتب سے مخصوص ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مزید تحریرات
کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کے ان مجرور فرق اور وافض کا رد بھی پیش کیا گیا ہے جو اصحاب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ اچھالتے اور بعض کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں اور اجماع اور اہل حق کے طریق
کی خلاف بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہ کا غیر عادلانہ اظہار کی روایات کا عدم
قبول اور ان کی عدم اقتداء لازم آتی ہے حالانکہ وحی ظاہر و باطن کے نقل کرنے میں وہی ایک
متعین راستہ ہیں۔ ایسے اس طریق کی صحت پر بحث کو ضروری تھا تاکہ شریعت اسلامیہ، ثبوت
احکام میں ایسی قابل اعتماد دلیل صحیح سے مستند قرار پائے جس سے احتجاج کیا جاسکے اور حجت
کو ثابت کیا جاسکے۔

دوسری کتاب تطہیر الخبثان واللسان عن الخطیۃ والتفویہ شلب
معدیۃ بن ابی سفیان ہے جس میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل۔
اپنی سرکردہ آرائیوں اور ان اختلافات کا ذکر ہے جو آپ کے اور صحابہ کے درمیان ہوئے

اس کے بعد شیعہ اور خوارج کے جن فرقوں نے آپ کو سب و شتم کرنا اور آپ پر لعنت کرنا جائز سمجھ لیا ہے ان کے شبہات کا ذکر ہے، اس تعلق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نگاہ بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کیوں جنگیں کیں اور خوارج کے ساتھ آپ کی جنگوں کی کیا وجہ تھی، اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خوارج کے سوا، جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی وہ خطا کار ہونے کے باوجود ثواب کے مستحق ہوں گے کیونکہ وہ مجتہد اور قتول تھے، لیکن خوارج نے جو کچھ کیا اس کی کوئی دلیل اور اجتہادی مصلحت نہ تھی اور نہ ہی ان کے زیادتیوں کی کوئی تاویل کی جاسکتی ہے۔

اس کتاب میں، شیعہ اور روافض اور دوسرے فرقوں میں سے غلامۃ جیسے خوارج میں سے نیز یہ فرقہ کا رد پیش کیا گیا ہے، دراصل یہ کتاب پہلی کتاب کے موضوع کی تکمیل کرنے والی ہے کیونکہ اس سے امامت اور عدالت صحابہ کا موضوع پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، مولف نے دونوں کتابوں میں اہلسنت اور جماعت المسلمین کے ان لوگوں کے طریق کو اختیار کیا ہے جن سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے یہی ناجی فرقہ ہے، اس موضوع پر اس کے دلائل نہایت منبسط اور روایات بالکل صحیح، معتبر اور مقبول ہیں۔ اس بحث میں ایسے انصاف اور تقویٰ سے کام لیا گیا ہے جس سے بہالت اور عصبیت کی تاریکیاں بھٹ جاتی ہیں اور اس کی جلیوں سے زلیغ و جاہلیت کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں، دونوں سے عقیدے کی پلیدی کافر ہو جاتی ہے اور بیان و برہان کے حلقے ساتھ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے دل منور ہو جاتے ہیں۔

اس کے باوجود مؤلف دونوں کتابوں میں بعض ایسی روایات بھی لے آئے ہیں جن سے مطالب کا ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی طریق حجیت میں وہ کوئی مستقل چیز ہیں، ان کا ذکر صرف موانست کی بنا پر کیا گیا ہے تاکہ جس چیز پر دلیل لائی جا رہی ہے اسے مؤکد طور پر بیان

کر دیا جائے اور قبل ازیں اسے دلیل صحیح اور خبر مقبول سے ثابت کر دیا گیا ہے، اس لحاظ سے مولف نے وہ طریق اختیار کیا ہے جسے عین شواہد و مشاہدات کے فکر میں اختیار کرتے ہیں تاکہ اس سے قوی، قوی تر اور ضعیف قوی ہو جائے۔ یہ بات ان لوگوں پر غنی نہیں جو فنِ حدیث میں کامل ہیں خصوصاً مناقب اور فضائل کے باب میں۔ جب ازہر شریف کے مکتبہ القاهرہ نے ان دونوں کتابوں کے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھنے، اہادیث کی تخریج کرنے اور ان کے اصول کی مراجعت کی ضرورت پڑی گئی تو میں نے علم کی خدمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صحابہ اور اہل بیت کی قربت کی خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت میں فاکر دے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی توفیق ارزان فرمائے، یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔

میں نے تاریخین اور محققین کی مہولت کے لئے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے تاکہ محققین کو ان کے مطالب پر بصیرت کاملہ، دلِ بیدار اور فہمِ سلیم حاصل ہو جائے اور اختلاف کی عید گیوں میں ہم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج و تعلیق میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ قاری کو ان کا صحیح فہم و ذہن نشین ہو جائے، میں اللہ تعالیٰ سے عذر و نصرت کا طلبگار ہوں اور وہی میرے لئے کافی کارما ہے۔ مکتبہ القاهرہ کے اسی دوسرے ایڈیشن میں توضیح و تخریج اور تعلیق اور مقدمہ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں اجمالی طور پر بعض اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی زیر بحث لئے گئے ہیں، خصوصاً ان امور کے بارہ میں جن کی تردید میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ تمام باتیں ایسے طور پر لکھی گئی ہیں جن سے حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور غلامہ کلام یہ ہے کہ میں مقدمہ کے مطالب میں ائمہ مجتہدین کے افکار و نظریات اور بیدار مغز اصحاب کی صحیح رائے مصادرِ علم و معتدلہ سے لکھو گا

ان اہل بعد نیز یہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا، اس کے بعد فوائد کے حالات زندگی بیان ہوں گے جس پر اس کے وطن، تعلیم، تعلیم، رحلت اور علم و روایت میں اس کے شیوخ کا تذکرہ ہوگا، پھر ان کی تالیفات کا تذکرہ ہوگا جو دنیا بھر کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بجزر خاکی حیثیت رکھتی ہے

اسلامی فرقے اور اُمتِ محمدیہ میں اختلاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، سوائے منافقین کے جو باطن نفاق اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے، تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے، جیسے کہ آدمی سے، میت کے شجر موافق میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف رونما ہوا جو حق سے کفر و ایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ مراسم دین اور شرحِ قریم کے طریقہ ہائے کار کو قائم کیا جائے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح کا تھا جیسے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے اس قول پر اختلاف کیا تھا کہ ایتھونی بقس طاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی۔ یعنی مجھے کاغذ دے تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ حضور تکلیف کے غلبہ کو جو جہ سے ایسا فرما رہے ہیں یہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے جب اس بات پر کافی شور و غل ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ”میرے ہاں سے چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا کرنا درست نہیں۔ اس خبر سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا امامت اور منصب خلافت کے بارے میں تھا، لیکن یہ نزاع اس وقت ختم ہو گیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علما و رؤس الاشخاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسلمان متحد ہو گئے۔

اور پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی اس اختلاف

نے سزا ڈھایا، ہاں عام انتظامی امور میں اگر کسی کو آپ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور اس پر اختلاف
 ہوا ہو تو یہ الگ بات ہے اور آپ کی شہادت اس بات کے نتیجے میں ہوئی کہ غیر مسلم، مسلمانوں
 کی صفوں میں گھس آئے تھے اور آپ کا قتل ایک عظیم سانحہ اور بڑا فتنہ تھا کیونکہ دشمنانِ دین
 مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر مضبوط ہو چکے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قاتلوں اور آپ کو
 بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں میں وسیع پیمانہ پر اختلاف پیدا ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ فیصلہ آپ پر آ پڑا، پھر آپ کے اور اصحابِ جمل اور معاویہ اور
 اہل صفین کے درمیان مکر کر آئی ہوئی اور دینچوں کے درمیان جو کچھ ہوا اس نے بھی
 اختلاف کو بڑا دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں اور آپ کے باغیوں میں
 اختلاف کو مضبوط کیا کیونکہ آپ نے تنہا آپ کے بارے میں رضامندی کا اظہار کیا تھا اس سے
 شیعہ اور خوارج دو فتنے معرضِ وجود میں آ گئے، مگر مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں
 نے آپ کے عہدِ خلافت میں آپ کی پیروی کی وہ لوگ مخلص تھے مگر وہ مسلمانوں کی مصلحت
 کے نقطہ نگاہ سے اجتہادی طور پر آپ سے الگ رہے، وہ اصحابِ رسولؐ میں سے کسی کی
 تنقیص نہ کرتے تھے، جنگِ صفین میں حضرت علی کے ساتھ اصحابِ بیعتِ رضوان میں سے
 اٹھ سو صحابی تھے جن میں سے آپ کے بھٹے تلے تین سو نے شہادت پائی بلکہ ان کے علاوہ بھی
 ایسے صحابہ موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے مگر انہوں نے فتویٰ کے باعث
 آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی جیسے کہ حضرت ابن عمرؓ، بلکہ جنگِ جمل میں آپ کے
 ساتھ جنگ کرنے والے بھی آپ سے محبت رکھتے تھے، جیسے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت
 ام المومنین عاتکہؓ صدیقہؓ۔

ان لوگوں کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ ان قاتلینِ عثمان کی سازش کے
 نتیجے میں ہوا جو حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے اور انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علی انہیں

حضرت عثمان کے وارثوں کے سپرد کر دیں گے، مابین انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ برپا کر دی اور ۳۵ھ میں شیعہ لقب اختیار کر کے منظر عام پر آئے۔ جیسا کہ عبد العزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے، ہائی دو تین سال کے اندر اس غلط گروہ میں تشیع کا اثر و رسوخ بڑھ گیا اور شیخین اور دوسرے صحابہ پر بغیر کی صحابی سے بغض کے حضرت علیؑ کی فضیلت کا پرچا ہونے لگا، انہوں نے بنایا ہے کہ ابو الاسود الدؤلی اور حافظ عبدالرزاق صاحب المصنف اسی عقیدے کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان لوگوں کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:-

لَمَّا سَمِعْتُ أَحَدًا يُفَضِّلُنِي عَلَى الشَّيْخَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَحَدُهُمَا حَدَّثَ الْغَرْمِيَّةَ
أَكْرَمِيْنَ نَعْنَاكَ كَوْنِي مُتَخَضِعٌ لِمُحَمَّدٍ شَيْخَيْنِ بِرِفْضِيْلَتِهِ وَرَمَا بَعْدَ تَوْبَةٍ أَسْهَوْطُ كِي حَدِّ
لِكَؤُلْ كَا- پھر یہ معاملہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں مزید وسعت اختیار کر گیا اور آپ
کے زمانہ میں سیانی فرقہ ظاہر ہوا جو چند ایک صحابہ کے سوا سب کو گالیاں دیتے تھے اور
دو طرفہ کفر و فحاشی کو منسوب کرتے تھے اور ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے اسی لئے انہوں
نے اپنا نام تبرئہ رکھا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا، ان
لوگوں کا لیڈر عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو فریب دیکر اظہار اسلام قبول
کیا ہوا تھا اور وہ امت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے عنوان اختیار کرنے کی دعوت دیتا تھا جیسے
کہ قدیم و جدید عیسائیوں میں سے اس کے افعال نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور حضرت
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا، حضرت عمر رضی
نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا تھا۔ اس بدعت کے اختیار کرنے
میں ابن سبا کے دیگر ہم مذہبوں، انصاری، بیت پرستوں اور صابیوں نے بھی اس کی مدد کی
اس وقت تک شیعہ کا لقب، حب آل بیت اور عقیدہ سنت کی علامت نہ بناتا تھا، شیعہ مخلصین
نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا اور ان میں سے ایک
جماعت حضرت علیؑ کی الوہیت کی قائل ہو گئی اور آپ کو ان لوگوں سے

جگہ کرنی پڑی حضرت علیؑ کے بعد یہ معاملہ بیان تک پہنچا کہ شیعہ فرقہ ۲۴ فرقوں میں تقسیم ہو گیا جیسا کہ مختصر التحفہ میں ہے اور العبد نے لکھا ہے کہ یہ ۲۴ فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ان سب فرقوں کی اصل تین فرقے ہیں۔ غلاۃ، زید یہ اور امامیہ، پھر غلاۃ کے ۸ فرقے ہیں اور زید یہ کے تین اور امامیہ کے بارہ ہیں آیا ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، خوارج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور ان کے بارہ ہزار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، جنہوں نے حکیم سے رضامندی کا اظہار کیا تھا، وہ نصب امام کو واجب قرار نہیں دیتے اور حضرت عثمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کو کبیرہ کے مرتکب مانتے ہیں، ان میں سے ایک اباضیہ فرقہ ہے جس سے آگے سات فرقے بنے ہیں۔ العبد کے بیان کے مطابق زید یہ اور امامیہ اعتدال پسند ہیں، غالی نہیں، امامیہ میں سے اثنا عشریہ، جعفریہ بھی کہلاتا ہے۔ آگے پھر یہ دو فرقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایک اصولی دوسرا بخاری اصولی صرف ان باتوں کو قبول کرتے ہیں جو ان کے ائمہ کے اصول کے مطابق ہوں اور بخاری خلاف قفل باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ زید یہ۔ زید بن علی بن الحسین کے پیروکار ہیں جو شیخین سے اظہار بیزاری نہیں کرتے اور اعتدال پسند ہیں اور جو زید کی طرف منسوب ہو کر شیخین سے اظہار بیزاری کرتے ہیں وہ غالی رافضی ہیں۔

ابوالنظر اسفہانی متوفی ۴۴۷ھ نے لکھا ہے کہ شیعہ کے ۲ فرقے ہیں، جن میں سے امامیہ کے پندرہ فرقے ہیں جو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی شیخی ہو گئی ہے اور اہل سنت کی احادیث پر اعتقاد نہیں کرتے۔ خوارج کے تین فرقے ہیں جو سب کے سب حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ، اصحاب الجمل اور حکیم پر رضامندی اختیار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ طالع امام کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔

اباضیہ اپنے سوا سب کی تکفیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ مومن ہیں نہ مشرک، حنفیہ طور پر ان کا خون بہانا بائع ہے لیکن ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ ان میں ایک نزدیک فرقہ ہے، عبد القادر بغدادی نے لکھا ہے کہ اباضیہ فرقہ اصحابِ حکیم کو مشرک کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ کفر ان نیت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں مگر نظام انہیں فاسق قرار دیتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ تشیع حضرت علی کی محبت اور صحابہ پر ان کی فضیلت کا نام ہے، پس جو شخص حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر مقدم کرے وہ غالی ہے، اسے رافضی بھی کہتے ہیں، اگر ایسا نہیں تو وہ شیعہ ہے پھر اپنے فرمایا ہے ہمارے دور میں عرفا اس شخص کو غالی کہتے ہیں جو ان بزرگوں کی تکفیر کرے اور ان سے اظہارِ بغاوت کرے پس ایسا شخص گمراہ اور مفری ہے۔ ابن عقیل علویؒ نے لکھا ہے کہ زید بن ارقمؒ، محمد بن الاسودؒ، سلمان فارسیؒ، ابو ذرؒ، جناب۔ جابر بن عبد اللہؒ، ابوسعید خدریؒ، سہل بن حنیفؒ، ابو الطفیلؒ، عامر بن واثلہؒ، عباسؒ، بنی ہاشمؒ اور بنی عبد المطلبؒ بھی رافضیوں میں سے تھے۔

مگر یہ قول بھی ان دعاوی میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات متحین تو درکنار کسی صحابی کی بھی نقیض نہ کرتے تھے۔ اسغرائی نے التبصیر میں لکھا ہے کہ اس بات کو ابھی طرح سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ سب کے سب تکفیر صحابہ پر متفق ہیں۔ اور قرآن کریم میں تیغ و تہل کے بھی مدعی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم میں کی جتنی صحابہ کی طرف سے عوفی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق قرآن کریم میں حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ نے ٹھار دیا اور وہ قرآن پر بالکل اکتفا نہ نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ ایک امام کے منظر میں

جیسے وہ امام مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ظاہر ہو کر انہیں شریعت سکھانے کا اس وقت وہ دین کی کبھی بات یہ قائم نہیں۔ اس تمام گفتگو سے ان کا مقصد امامت کے بارے میں

تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو خیر باد کہلا کر اس میں اتنی وسعت پیدا کر لیں جس سے محرمات شریعہ حلال ہو جائیں اور عوام کے پاس وہ یہ عذر پیش کر سکیں کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں صحابہ کی طرف سے تحریف و تغیر ہوا ہے وہ درر بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ عاقل یہی طور پر ان کی گفتگو کی خرابی معلوم کر سکتا ہے، ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشرف اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس الحاد اور تسمک کو بچا گئے ہیں اسے نمایاں کر دیا جائے و لا ان کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں اور وہ اپنی ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے جاحظ کو خیر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فرقہ کے لئے تصنیف کرتا ہے تو روافض نے اسے کہا، کہ تمہیں بھی ایک کتاب لکھ دیجئے، تو اس نے انہیں کہا، مجھے تمہارے کسی شیعہ کا علم نہیں کہ میں اسے مرتب کروں، اور پھر میں صرف کروں۔ انہوں نے جواب دیا، آپ جب ہمیں کوئی چیز بتادیں گے ہم اسی سے تمک کر لیں گے۔ اس نے کہا مجھے تمہارے متعلق کوئی وجہ سمجھ نہیں آ رہی، سو اُسے اس کے کہ جب تم اپنے خیال کے مطابق کوئی بات کہنا چاہو تو کہہ دیا کرو کہ یہ قول جعفر صادق کا ہے۔ ان کی طرف اس کام کے انتساب کے علاوہ اور نچے کوئی وجہ معلوم نہیں ہو رہی، انہوں نے اپنی حماقت اور عبادت کی وجہ سے جاحظ کی بیان کردہ اس برائی کو بچڑھایا اور جب کبھی وہ بھڑکے یا بدعت انحراف کو ناپلہتے ہیں اُسے جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ وہ دونوں جہانوں میں ان کی ایسی باتوں سے بری الذمہ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ روافض حضرت علی کی مدد کرتے مگر خود انہوں نے عجز اختیار کیا اور قریب تھا کہ معتزلہ اپنے رب کو واحد قرار دے دیتے مگر وہ اس کے شریک بن گئے اور انہوں نے اپنے رب کے برابر ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ظلم کرنے والے بن گئے۔ یہ وہ تفریق و اختلاف ہے جس نے اعضاء امت کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور ان کے درمیان جنگوں کی آگ کے شعلے مار رہی ہے اور یگیا ہوں کے خون بہائے جا رہے ہیں۔ ابو الفرج اصبہانی اور دیگر لوگوں نے ایسے واقعات

کا ذکر کیا ہے جن سے بدن پر رزہ خیر طاری ہو جاتا ہے اور مکر بھٹ جاتا ہے۔ اس غلو اور اسراف کی وجہ سے ہر فرقہ نے اپنے فرقے سے بدلہ لیا ہے اور محرمات الہیہ کو مباح قرار دیدیا ہے اور احکام الہیہ سے بغاوت اختیار کی ہے جس سے مصائب و آلام میں اضافہ ہوا ہے اہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ان پریشان خاطر منتشر افراد کو مجتمع کر کے ان کے دلوں کو مضبوط کرے تاکہ وہ اپنی مشیت کو پورا کرنے کی مکمل قدرت رکھتے ہیں۔

اختلاف کا منبع

فروق کے اختلاف کے اسباب کا اصل منبع وہ نقطہ پائے نظر ہیں جو اس اصول میں ہیں پائے جاتے ہیں جسے کہ بعد ازیں نے کہا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مستحق امامت کون ہے کیا وراثت سے استحقاق ملتا ہے اور وراثت کون ہے۔ بعد ازیں کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں وہ امامت کو وراثت قرار نہیں دیتے اور جو لوگ حضرت علیؑ کی خلافت کے قائل ہیں ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ مطلق طور پر اسے وراثت قرار دیتے ہیں اور زیدیہ صرف حضرت علیؑ کے دو بیٹوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں۔ نشان ابو حنیفہ متوفی ۵۷۳ھ نے کہا ہے کہ معتزلہ، مرجئ، خوارج اور زیدیہ میں سے تہرہ کے نزدیک امامت شورعی سے ملتی ہے۔ شیعوں کے نزدیک قریشیوں کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، ضرار کے نزدیک بلجی بھی اس کے حقدار ہو سکتے ہیں راوندیہ کے نزدیک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا عباسؓ اس کے حقدار ہیں اور اکثر شیعہ فضول کی امامت کے قائل نہیں اسی طرح اکثر مرجئہ کا یہی خیال ہے۔ معتزلہ میں سے جاحظ بھی یہی کہتے ہیں۔ امامت صرف قریشیوں میں سے افضل آدمی کو ہی ملے گی۔ مگر نظام کے نزدیک غیر قریشی افضل آدمی کو بھی مل سکتی ہے، جعفریہ اسے صرف حضرت امام حسینؑ کے بیٹوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ القوشچی کہتے ہیں۔ اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کیا نصب امام واجب بھی ہے یا نہیں وجوب کی صورت میں عقلی اور سمعی طور پر اللہ تعالیٰ پر اس کا نصب کرنا واجب ہے یا جم پر، اہل سنت کے نزدیک سمعی طور پر ایسا کرنا ہم پر واجب ہے۔ زیدیہ اور معتزلہ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ امامیہ کے نزدیک عقلی طور پر یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس بات کو مضعف طوسی نے اختیار کیا ہے اور خوارج کے نزدیک یہ مطلقاً غیر واجب ہے، معتزلہ میں سے ابو بکر رحمہ کا خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی ضرورت نہیں

ہوتی بلکہ اس کا جو ب خوف اور فتنوں کے ظہور کے وقت ہوتا ہے اور فخر الدین رازئی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اسے عقلاً واجب قرار دیا ہے ان میں حافظ۔ ابو الحسین انبساط۔ ابو القاسم الکعبی اور ابو الحسین بصری شامل ہیں۔

قبل ازین بیان ہو چکا ہے کہ عصیت اور علویں زیادتی کی وجہ سے ہر دور میں علماء کی ایک جماعت نے امامت اور وصیت کے بارے میں شیعہ اور معتزلہ میں سے اپنے اپنے مذہب کا بدلہ لینے کے لئے کماتیں لکھی ہیں، جیسے ہشام بن الحكم، الحكم بن مسكين، الحسین بن سعید، علی بن المغیرہ، محمد بن سعید بن ہلال، احمد بن محمد البرقی، علی بن مسعود المسعودی، صاحب مروج الذهب۔ محمد بن الحسن الطوسی، ابن المطہر الحلی متوفی ۷۶۲ھ نے جو ابن تیمیہ کے معاصر ہیں، ایک کتاب منہاج الکرامۃ کے نام سے لکھی۔ یہ نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا، ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس پر نقض وارد کیا ہے اور اس کا نام منہاج الاعتدال رکھا ہے اور الذہبی نے اسے اپنی کتاب مختصر منہاج الاعتدال میں مختصر طور پر بیان کیا ہے اور محمد بنی الکافلی القزوی نے اپنی کتاب منہاج الشریعہ میں منہاج السنۃ کا رد لکھا ہے جو درجہ دوں میں ہے۔ ابو یوسف الطوسی نے الفہرست میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن نوینح، ابن النیعم اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے ان موافقات کا تذکرہ کیا ہے۔

صحابہ کے آخری دور میں فوریہ کا اختلاف بھی رونما ہوا اور اصحاب رسول میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس، ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر اور ان کے ساتھی وہ ان سب پر نکیر کرتا تھا۔ اس کے بعد جن بصری کا زمانہ آیا انہوں نے دواصل بن عطا سے قدر کے بارے میں اختلاف کیا ہے، عمرو بن عبید نے دواصل بن عطا کی پیدا کردہ بدعت میں اس سے موافقت کی تو آپ نے اسے اپنی مجلس سے نکال باہر کیا اور خود اپنے پیروکاروں بحیث مسجد کے ایک کونہ میں الگ ہو گئے۔ پھر مامون کا زمانہ آیا اور اسمیں ری اور اس کے نواح میں بخاریہ کا اختلاف رونما ہوا اور محمدان، قسوط اور عبد اللہ بن یحیٰی القلاج سے باطنیوں

کی دعوت کا آواز ہوا مگر یہ لوگ مسلمان فرقوں میں شمار نہیں
 ہوتے پھر خراسان میں محمد بن طاہر کے زمانہ میں کرامیہ کا اختلاف
 رونما ہوا۔

صحابہ کا صحیح مقام

حضرت معاویہؓ کی تقیص کرنے والوں کے متعلق حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں اور نبی اہل سنت انبیاء کے سوا کسی کو معصوم مانتے ہیں لیکن شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم مانتے ہیں۔ آنحضورؐ کے صحابہ ایک ایسی جماعت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت اور اپنے نبیؐ کی نصرت کے لئے چن لیا ہے اور انہیں آپ کی سنت کا امین قرار دیا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص سے بھر دیا ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اسلام کی سرحدوں کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد، خاندان اور وطن کو راہِ خدا میں قربان کر دیا، انہوں نے جنگیں کیں، قتل ہوئے، مالوں کو خرچ کیا اور ہجرت کی اور جب مشکاکہ نور نبوت کی شعاعوں سے ان کے دل نورِ یقین سے منور ہو گئے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خارق عادت واقعات اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے، اس نور میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور یہ لوگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے، انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی، اور جب ان میں کسی ایک پر بشریت کا غلبہ ہو جاتا یا اسے شیطانی خیالات آنے لگتے تو وہ اپنے رب کو یاد کرتا اور جلد ہی اظہارِ ندامت کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا۔

وہ الذی یقبل التوبۃ عن عباده اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ صدق و راستی اور مکمل خوف و خشیت کو اختیار کرتا، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو عظمت و جلال کا مستحق قرار دیا

سے اور امت نے بھی ان سے محبت اور رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندہ پر وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ میری امت کے امین ہیں اور پیروی کرنے والوں کے لئے ستاروں کی مانند ہیں خواہ ان میں سے کوئی فتنوں میں ملوث ہو یا ان سے محفوظ رہا ہو اور خواہ اوائل میں ان میں سے کسی سے گناہ کا صدور ہوا ہو یا کیونکہ ان کے ایمانی کمال حسن سیرت، اپنے نبی کی متابعت کی محبت اور جان و مال کی قربانی نے، انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پر برائی اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ نیکیوں کی کثرت، صغیر گناہوں کو دور کر دیتی ہے خصوصاً ان گناہوں کو جو اجتہاد اور حسن نیت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہوں کیونکہ احوال کا دار مدار صرف نیات پر ہوتا ہے اگر ایسا آدمی غلط راستہ بھی اختیار کرے، تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ان بزرگوں میں حضرت معاویہ بن سفیان، عمرو بن العاص، یغیرہ بن شعبہ، ہمرہ بن جندب، ولید بن عقبہ شامل ہیں جو حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے یا حکیم سے راضی تھے، یہ سب ائمہ اور روایت کے لائق ہیں اور ان کی احادیث کو قبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ان کے اعمال کو تقویٰ اور احسان کے ترازو میں تولوا جاتا ہے۔

اور اسی عقیدے پر امت کے محدثین بھی ہیں، جن میں بخاری اور مسلم جہور علمائے اصول، متکلمین اور فقہاء سب سے مقدم ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن ابی شیبہ اور دوسرے لوگوں نے کیا ہے اور شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، جانتے ہیں کہ پہلے لوگ بغیر کسی کی تفسیق کے اپنے اصحاب کی روایات پر عمل کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے علم جرح و تعدیل میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کی اور نہ ہی رجال الاسانید کے بارے میں کوئی امتیاز قائم کیا ہے حتیٰ کہ ان میں سے کئی نے مسئلہ میں اسما الرجال

والرواقہ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی، پھر اس کی دیکھا دیکھی الغضائری نے ضعیف
 راویوں کے بارے میں کتاب تالیف کی اور پھر جرح و تعدیل کے متعلق نجاشی اور ابو جعفر طوسی
 نے کتاب لکھی اور شیعوں کے تمام فرقے اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ علوم کو اہل بیت
 سے حاصل کرتے ہیں اور باوجود اس کے ایک دوسرے کی تائزیب و تضلیل کرتے ہیں یہ
 ان کی اداویت کے جھوٹا اور متناقض ہونے کی دلیل ہے۔ جاوید یہ اس بات کو صحیح تسلیم
 نہیں کرتے کہ حضرت امام حسنؑ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی تھی اور زید یہ میں سے ہنریہ
 حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے واقعات سے بعد ان کے معاملہ میں
 متوقف ہیں اور ان کی خلافت کے پھر سالہ دور کو صحیح قرار دیتے ہیں اور سلجانیہ ان کی تکفیر
 کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکافیہ حضرت ابو بکرؓ اور
 حضرت عمرؓ سے جھگڑ کرنے کے باعث حضرت علیؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک
 گروہ تقیہ کی خاطر امام کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتا ہے، ایسا آدمی دوسرے
 لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے ائمہ
 سے بھی کچھ بواسطہ ابان بن تغلب، بیان بن سمعان الجعفی، محمد بن زیاد الازدی،
 ابراہیم بن مسلم الطحان، زرارہ بن اعین اور دیگر اہل اہواز اور رضا عین سے نقل
 کرتے ہیں جن کا ذکر بہاء الدین العالمیؒ نے کیا ہے اور انصاف سے کام لئے بغیر ان کا دفاع
 کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان باتوں کے خلط ملط ہو جانے اور مذاہب معتزلہ سے مل جانے کے
 باعث اباحیت اور الحاد کے پھیلنے میں دردرس اثرات پڑے ہیں

پھر یہ لوگ حضرت معاویہؓ پر فتویٰ کا حکم لگاتے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار
 دیتے ہیں، اس بارے میں کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے اس وقت چلے
 سامنے یہ کتابیں موجود ہیں۔ النصائح الکافیہ، لمن تولی معاویہ اور تقویۃ الایمان بروترکۃ
 معاویہ بن ابی سفیان اور الغیب الجلیل علی اہل الجرح والتعدیل اور فصل الحاکم فی النزاع

والتمحاصم بین بنی امیہ و بنی ہاشم۔

یہ سب کتابیں محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے لکھی ہیں اور ان میں ایسے ظلم و ستم اور بہتان طرازی کا طریق اختیار کیا ہے جس سے جسم پر رزہ طاری ہو جاتا ہے اور امامیہ نے اس باب میں جو کتابیں لکھی ہیں، ان سب پر وہ غلو کرنے میں سبقت لے گیا ہے جیسے ابن المانقانی اور اس سے پہلے کئی بجا شی اور طوسی، ان تالیفات میں کثیر صحابہ اور آئمہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور ذلیل باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل موجود نہیں ہاں غلو، عصیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔ یہ کتب ابن ابی کبیر کی تالیف کی مانند ہے جس میں صحابہ کے عیوب پر بحث کی گئی ہے اور بعض نے تو حضرت ابو ہریرہؓ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب ہی لکھ دی ہے مگر یہ سب موضوع روایات اور کمزور شہادت ہیں۔

ان لوگوں کو بھڑکھڑا دینے، اور موضوع روایات گھڑنے پر عصیت کی غلبت سے آمادہ کیا ہے، اور اسی عصیت نے انہیں سنت صحیحہ کی احادیث سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا کیونکہ یہ اہل سنت کی روایات میں سے ہیں۔ ان کے غریب نے انہیں حقیقت سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے بھی قائل ہو گئے ہیں اس لحاظ سے وہ بقول اسفرائینیؒ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو گئے ہیں اور اور علامہ موسیٰ جبار الشرنبلالیؒ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا رد بھی پیش کیا ہے لیکن جو لوگ بفضلِ ایزدی اس عصیت سے آزاد ہو کر غور کرتے ہیں ان پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب و سنت کے صریح دلائل اور علمائے مسلمین کے اجماع اور عقلاء کی تائید اور محقق منصفین کے انصاف نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے اور وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہیں کنتم خیر امتہ اخرجت للناس، تم بہترین امت ہر جن لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

۱۔ ابن الجیناط فی الانتصار ۲۔ ولقد یقینا الشیخ محمد الساجی الاستاذ بکلیتہ اصول الدین رد قوی

علی العالی الذی الفت فی انتصاف ابی ہریرۃ ۳۔ التبصرۃ فی الدین ۴۔ الوشیع فی نقد علماء الشیعۃ

وَكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس (اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے

تم کو اعلیٰ درجہ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو)

اور اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق شہادت دی ہے شیخو القرن تشریف یعنی بیتر صدی میری ہے اور آپ نے صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ احمد طحاوی اور ترمذی نے بیان کیا ہے اویسیم باصحابی یعنی میں اپنے صحابہ کے بارے میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ علامہ بیضاوی نے ان کی شان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مطاعن صحابہ کے بارے میں منقول ہیں ان کی تاویلات بھی ہو سکتی ہیں اور وہ تحمل المعنی ہیں۔ مگر جو کچھ ان کے مناقب کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے اس کے مقابل ان مطاعن کی کوئی حقیقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت سے متمتع فرار دے۔

ابن زرع العسراقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو صحابہ رسول کی تہقیر کرتا دیکھیں تو سمجھ لیں کہ وہ شخص زندیق ہے ایسے کو قرآن اور سنت رسول اور جو کچھ ان میں آیا ہے سب سختی سے اور یہ سب چیزیں ہم ہمک صحابہ کے زیرِ پوچھی ہیں اور جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ کذاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے پس ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر فسادات و زندیقیت کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

سعد الدین تفتازانی کہتے ہیں: صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں ان کے بارے میں بظاہر طعن کی صورت میں نظر آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہئیں خصوصاً مجاہدین، انصار، اہل بیت، الضوان، بدر، احد اور حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ کے بارے میں یہ صورت اختیار کرنی چاہیے کیونکہ ان کی رفعت شان کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے اور آیات مہرکہ اور انصار مجید نے اس بات کی شہادت فراہم کر دی ہے اور ان سب کی تفصیل کتب حدیث و سیر اور مناقب میں موجود ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ کی تعظیم کرنے اور ان پر طعن کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

اگر وہ اصحابِ فاجرین جیسا کہ صحابہ کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر فرمایا

لا تسبوا اصحابي فلو ان احدكم انفق
میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی شخص

مثلاً احدثاً زجراً ما بلغ مد احدثهم ولا احدثاً بطل من قبل سوا خرج کرے تب بھی ان کے منھی

رہے ہوئے جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

قصه ۵

میرزا محمد

اللہ اللہ فی اوصالی لا استغدرہم غرضاً میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ کے ڈرتے رہو اور میرے

بعدی فنن احبہم فی حبی احبہم
بعد انہیں نسا زنا جوان سے محبت کرتا ہے وہ میری

وَمِنْ الْمُضْمَرِّ فِي الْمُضْمَرِّ، محبت کو جو کہ ہے اور جو ان سے انصاف رکھتا ہے وہ اللہ سے

بعض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

رواقض میں سے غلامہ کو خصوصاً بعض صحابہ سے بغض ہے اور وہ ان پر ایسی حکایات

اور انفرادوں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں وجود تک بھی نہ

تجھ، امان کی باتوں پر کان دھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط رنگ دیتے ہیں

اگر یہ صراطِ مستقیم برپا نہ رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آپ لوگوں کے لئے یہی

بات کافی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ گذشتہ صدیوں میں ایسی باتوں کا وجود تک نہ تھا۔ اور نہ

ہی پاکیزہ خاندان میں وہ باتیں موجود تھیں جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں، بلکہ ان کا عظیم القدر صحابہ

علماء اہل سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کی خطبات

رسائل، اشعار اور مذاہن میں ان سب باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن باتوں میں انہوں نے افراط

سے کام لیا ہے ان میں حضرت امیر معاویہؓ کی تقیص آپ کے علم و فن کے فروغ و رواج پر ہونے

دین میں سنت کے مخالف نئی چیزوں کے رواج دینے اور وحی پر انبی رائے مقدم کرنے کی باتیں

شامل ہیں ان میں سے -

ط. النصیف - ایک پانزے جو مڑے کم یا اس کا نصف ہے جیسے عشر، عشر ہے۔

۱:- ایک بات رکینین یا نینین کو بوسہ دینے کے متعلق ہے جو کہ خلاف سنت ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس معاملہ میں ان سے بگڑے بھی تھے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ وہ اس معاملہ میں سنت اور روایت کے متبع ہیں۔ وار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

انه عليه السلام كان يقبل الركن اليماني ويضع يده عليه اتحد اس پر رکھا کرتے تھے

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ

انه عليه السلام اذا استلم الركن اليماني قبله

تھے۔

اور ابن عمرؓ سے ترمذی کے سوا ایک جماعت نے روایت کی ہے اور مسلم نے اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ

لم نرى رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع من البيت الا اكر كنيذ اليماني

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ

كان صلى الله عليه وسلم لا يستلم الا الحجر والبركن اليماني

کو بوسہ نہ دیتے تھے۔

اس حدیث کو مذاہب اربعہ کے اصحاب نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رکن عراقی اور شامی کو بوسہ نہیں دیا جاتا تھا۔

۲:- دوسری بات یہ کہ آپؐ نے نماز میں بسم اللہ کو با آواز بلند پڑھنا ترک کر دیا تھا جس پر

مہاجرین و انصار نے آپؐ پر اعتراض کیا اور کہا، معاویہؓ تو نے بسم اللہ کا ستر کر لیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے اس معاملہ میں بھی روایت پر ہی عمل کیا ہے حضرت انسؓ سے

روایت ہے کہ اہل صلی خلف النبی کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم والی بیکر عمر حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی ہیں عثمان فلم یسمع احداً منهم یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ نوا یتفتحون کہ یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ذکر نہیں کرتے تھے۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمد، دارقطنی، نسائی، ابن جبان، ابویعلیٰ، ابونعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ابوداؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان یخاف بالبسملة حضور علیہ السلام بسم اللہ کو نبی آواز سے پڑھا کرتے تھے ثوری۔ احمد۔ ابوعبید نے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کی روایت بیان کی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ اپنے حج تمتع سے منع کیا ہے اور یہ ترمذی کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسے کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ

انہ علیہ السلام نہی عن التمتع قبل کہ حضور علیہ السلام نے حج سے قبل عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ سے تمتع کی روایت بیان کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے نہا ہی کی روایت بھی آئی ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے، اداکل میں حواش ثابت ہے اور آخر میں نہا ہی نے حواش مفسوخ کر دیا ہے اور نہ ہی کو عمرہ کے احرام کو حج کے میں داخل کرنے پر بھی معمول کیا

جا سکتا ہے، یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔ نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے حج کا احرام باندھے، پھر عمرہ کا، تو امام شافعیؒ کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اور ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام درست نہ ہوگا۔

۴۰:- چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے صدقہ قطر کے بارے میں کہا ہے کہ یمن کی گندم کے دوہد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قیمت معاویہؓ کی مقرر کردہ ہے میں اسے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوں گا، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی یہ بات حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور کتب سنت میں صحابہؓ کے ثابت شدہ عمل کے خلاف ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابن زبیرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؓ نے فرمایا:-

بئس الاثم انفسوق بعد الايمان ايما ن لانے کے بعد گناہ اور منافقانی کے ارتکاب کو اختیار کرنا بڑی بات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ
 فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة كد رسول الله صلى الله عليه وسلم نے جو اور کھجور میں ایک صاع الفطر صاعاً من تسرا او صاعاً من شعير صدقہ قطر مقرر فرمایا ہے تو لوگوں نے دوہد گندم کو ان فضل الناس فيه مدين من خطبة کے مساوی قرار دیا۔

سنن دارقطنی اور مصنف عبد الرزاق نے عبد اللہ بن ثعلبہؓ سے بیان کیا ہے کہ
 خطب النبي صلى الله عليه وسلم قبل حضور عليه السلام نے عبد الفطر سے ایک دوہد قبل خطبہ الفطر بيوم او يومين فقال ادوا صاعاً میں فرمایا کہ گندم کا ایک صاع دوہدوں کے درمیان من بر او قمح بين اثنين درمیان ادا کرو۔۔۔۔۔

اور سنن نسائی اور ابوداؤد نے حسن بصریؒ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ کے ایک خطبے کے حوالے سے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور سے ایک صاع اور گندم سے نصف صاع ادا کرنا مقرر فرمایا ہے۔

تقریری کہتے ہیں کہ اس کے راوی مشہور اور ثقہ آدمی ہیں لیکن یہ روایت مسلح کیونکہ جو کچھ کہا گیا ہے اسے حسن نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا، آپ کو معلوم ہے کہ غیر مدلس معاصر کی معنی روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی مقبول ہوتی ہے خواہ ملاقات صرف ایک دفعہ ہی ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاشرت پر ہی اکتفا کرتے ہیں خواہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ حسن، ابن عباسؓ کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ۷۷ھ میں طائف میں وفات پائی اور حسن نے ۷۸ھ میں تو اس روایت سے حجت پکڑنا تو صحیح ہے، اکثر محدثین کے نزدیک حسن کی مرسل صحیح ہیں، جن میں ابن المیزنی ابو زرعمہ اور یحییٰ قطان شامل ہیں۔ خصوصاً جب اس مرسل روایت کو کسی دوسرے طریق سے مدلل جائے تو اکمراً ربع کے نزدیک یہ قابل حجت ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ مجتہد غلطی کرنے پر مجبور ہوگا، ایسے آدمی کے لئے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علت نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا صحابہ کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کر دیا تھا، جن میں سے بہت مول کو زکریٰ نے "الاستجابة فيما بين عائشة على الصحابة" میں جمع کر دیا ہے۔ ربایہ دعویٰ کرسنت میں امیر معاویہؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایت ہیں تو اس کی ترویج "تطهير النجاس" کے حاشیہ میں ہوگی۔

یزید یہ کو اسفرائینی نے اہل بدعت کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بہتر فرقوں میں شامل ہیں، ان کے بیس سے زیادہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیہ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروکار، یزید بصرہ میں رائش پذیر تھا پھر وہ جو فارس میں آگیا نہ الخوارج میں ابا حنیہ فرقہ کا لیڈر تھا اور کہا کرتا تھا کہ

”اللہ تعالیٰ عجیوں میں ایک رسول مبعوث کرے گا اور اس پر کتاب نازل کرے گا

مجھ سے شریعت محمدیہ منسوخ ہو جائے گی۔
بغدادی نے انہیں یزید بن ابی ائیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا کہ اس ضلالت کے باوجود وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا، جنہوں نے اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ کے دین میں داخل نہ ہوئے ہوں ایسے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا ہے

بغدادی کہتا ہے، اس قول کے مطابق تو عیسائیوں اور یہودیوں کیسے سے مونکانہ بھی مومن قرار پائیں گے کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا مگر آپ کے دین میں شامل نہیں ہوئے اور یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہود کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے اور جو شخص شریعت اسلام کے نسخ کا قائل ہو اسے اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے، بعض علما نے اسے یزید بن معاویہ اموی کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ بنو امیہ میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ فرقہ اپنے معتقدات کو پوشیدہ رکھتا ہے، ایسے علماء کو اس کی شناخت میں اختلاف ہے۔

محققین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ فرقہ موصل کی ایک بستی "ترصایا" سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ عجوبی تھے اور گردوں میں سے کچھ لوگوں نے حلوان کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کے پاس شیخ عدی بن مسافر اموی آیا جو ایک زاہد آدمی تھا تو یہ لوگ سلطان ہو کر اس کے معتقد ہو گئے اور اس کی تعظیم میں غلو سے کام لینے لگے اور انہوں نے اپنا نام عدی رکھ لیا۔ موزنین کے نزدیک عدی بن مسافر اموی ایک متقی اور زاہد آدمی تھا جو شام کی ایک بستی بلبلک میں پیدا ہوا اور حکام کے پہاڑوں میں جبلین کے گردوں کی ہدایت کے بعد رہائش پذیر ہو گیا۔ موصل میں وفات پائی اور لیش کے پہاڑوں میں ۵۵۵ھ میں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :- یعنی لوگ انت النبوة ثمال بالمجاہدۃ ثمالھا اگر نبوت مجاہدات سے حاصل ہوتی تو عدی بن عدی بن مسافر اسے ضرور حاصل کرتا۔

ابن اثیر نے الکامل میں، ابن خلکان، عمر بن الزدی، ابوالنذر اور الذہبی نے دول الاسلام میں اور یافعی نے مرآۃ الجنان میں اور المقریزی نے الخطط میں اور الشعرانی نے الطبقات اور ابن العساکر نے الشذرات میں اس کے حالات لکھے ہیں۔

یزید بن ابیہ، اوائل میں عدی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے العدویۃ کہلاتے تھے اس کی وفات کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کا اعتقاد یہاں تک تھا کہ وہ ان کے نماز روزے کا بھی ذمے دار ہے اور انہیں بغیر حجاب کے جنت میں لے جائے گا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا نام یزید بن کھلیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے ساتھ اندھی محبت رکھتے تھے اور انک ان کے مسکن لواء الموصل میں سمجار اور شیخان کے مقامات پر موجود ہیں۔ شیخان، باعذرا اور عین سفی کے قرب و جوار کی ایک بستی ہے۔

ان کے عقائد میں ہے کہ سات فرشتوں میں سے پہلے عزرائیل پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وہ مورف شترہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اپنی بعض آیات کا یا بند ہے۔ ان کے نزدیک یہ عقائد دو کتابیں ہیں پہلی کا نام ”الجلوۃ“ رکھتے ہیں اور اس پر جو کچھ تحریر ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام ”مصحف رش“ ہے۔ کردوں کی زبان میں رش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ السفارینی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے، حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے میں توقف یا توقف کے بارے میں عدم حکم کہہ دیا ہے کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے اجتماع سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے میں ان کی تقلید کی، پس یہ لوگ متاؤل ہیں اور یہ جنگیں اس لئے ہوئیں کہ صحیح صورت حال شترہ ہو گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے جسے اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ حضرت عادل ہیں ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا۔ اور طحاوی جیسے آئمہ نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسابرة میں اور الزبیدی نے اعیان کی شرح میں اور ابن عربی نے عوام

میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب اللہوسی نے الوجہۃ العراقیہ میں اور دیگر بہت سے لوگوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔
 علماء نے کسی ایک صحابی کی تنقیص کرنے والے اور اہل بیت یا ازواج کو گالی دینے والے کے متعلق حکم کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے مشہور مذہب انام مالک کا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان حضرات میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اسے قتل کیا جائے اور قاضی ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہؓ پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دیا ہے بلا اختلاف اس کی تکفیر کی جائے گی اور ایک کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے، یہ مسئلہ مبسوط رنگ میں مؤلف کی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام اور تنہید الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام اور احسن اصحابہ الکرام میں بیان کیا گیا ہے، اس کتاب کے مؤلف محقق ابن عابدین ہیں جنہوں نے ۱۲۸۸ھ میں وفات پائی، اس کے علاوہ تمام مذہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہ وہ بیان ہے جس کا تذکرہ علماء اور محقق متکلمین، فقہاء اور محدثین نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے شیعہ امامیہ اور زیدیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کہ وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، یہ عقیدہ ان میں سے متاخرین اور معاصرین امامیہ اور زیدیہ کا نہیں۔ امامیہ شیعہ کے عالم محمد آل کاشف الغلط نے سفیان ابن السمط کے بارے میں ابی عبد اللہ الصادق سے نقل کیا ہے کہ

”ظاہری اسلام وہ ہے جس پر لوگ قائم ہیں یعنی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (المحدث)

اس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ اہل سنت مومن ہیں، اس طرح ابی جعفر الباقر سے صحیح حمران بن اعین میں جو کچھ منقول ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ ”اسلام وہ ہے جو قول و فعل سے ظاہر ہو اور یہ وہ بات ہے جس پر تمام فرقوں کے مسلمان قائم ہیں اس سے فوق محفوظ ہوتے، وراثت کے احکام جاری ہوتے اور نکاح جائز ہوتے ہیں اور لوگ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے لئے جمع ہوتے ہیں ایسے وہ کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آجاتے ہیں۔“

مؤید باللہ الحلی بن حمزہ متوفی ۷۹۹ھ نے بیان کیا ہے کہ زید، صحابہ کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ اجماع، یہ ایک بے دلیل بات ہے، بلکہ یہ لوگ خطاکار ہیں ۱۔

اس بنا پر اب اہل سنت اور امامیہ اور زیدیہ میں کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں جس سے اختلاف کی تخلیج کو وسیع کیا جائے یا بغض کی وجہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے کیونکہ وہ تو مسیحیوں، یہود اور لادین لوگوں کے درمیان قلیل القدر اور ہیں اور ان کے دشمن قومی اور لیسچر ہیں، مسلمانوں کو اس وقت اپنی جمعیت کی بہت ضرورت ہے اور جو جماعت انہیں اکٹھا کر دیگی اللہ تعالیٰ انکی آپس میں صلح کرادے گا اور پیاس کو چشھے کے ذریعہ دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بھی اجتماع اور عدم افتراق کی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون اخوة کہ مومن آپس میں بھائی ہیں۔ پھر فرمایا المؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض، مومن اور مومنات ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔

پھر فرمایا ولا تكونوا كالذين تفرقوا و اختلفوا ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح من بعد ما جاءهم البينات اولئک لہم عذاب عظیم دلائل آجملنے کے بعد اختلاف و افتراق کا راستہ۔
۱۔ الرسالة الوازعة للمتعدین عن رب صحابہ سید المرسلین۔

اختلاف کا یہ لوگوں کے لئے برا عذاب ہے۔

پھر فرمایا

واعتصموا بحبل اللہ

اللہ کی رستی کو مضبوطی سے تھامے

جميعاً ولا تفرقوا

ہر اور تفرقہ نہ کرو۔

پھر فرمایا ان الذین فرقوا دینہم

جو لوگ دین میں تفریق کر کے گروہ درگروہ

وكانوا شیعاً لست منهم فی شیء ان

ہو گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان

امرہم الی اللہ تلمو وینہم بجا

کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور طے ہوگا پھر وہ

کانوا یفعلون

انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

اور سنت نبوی میں اخوت و محبت، لازم جماعت، مسلمانوں کی تیرنواہی، السلام علیکم

کو رواج دینے کے متعلق بہت کچھ آیا ہے جس کا مقصد امت مسلمین اور عدم تفریق

ہے۔ المومنین العقول المہمہ میں لکھا ہے کہ امامیہ اور اہل سنت کے نزدیک

کسی اہل قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں ہے

من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل

یعنی ہر شخص کو اسی دے کہ اللہ ایک ہے

قبتنا وصلی صلاتنا واکل ذبیحتنا

اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری

فذلک اعلیٰ

نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے

اور ابو ذر کی حدیث میں آیا ہے

قال لی البشی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے کہا کہ آپ کی امت کا

جو شخص مرجائے اللہ وہ کسی کو اللہ کا شریک

قرار نہ دیتا ہو وہ جلتی ہوگا میں نے کہا اگر خواہ

اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب بھی کیا ہو آپ

نے فرمایا ہاں خواہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو

پس مسلمانوں میں تفرقہ کس وجہ سے ہے جبکہ انہیں اس وقت وحدت کاملہ اور ہمہ گیر روابط

کی ضرورت ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسی اختلافی وجہ موجود نہیں جو تعلقات

کے انقطاع اور دشنام طرازی کا مقتضی ہو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بصیرت کو
منور فرما کر ان کے قلوب میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیں — آمین

”برقے سوزائے کی کامیابی کے بعد ادارہ الجمالیہ کی دوسری فخریہ پیشکشیں

نفاذیہ تردید حوالے مستند
معتبر کتب و رسائل باخلاق
سلف احادیث ہولتے اور
تفہیم قرأت سے ماحضہ۔

شانِ ابوطالب

شانِ ابوطالب جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے تاچہ
پورے علماء اہل سنت کے تحقیق و جستجی کا انمول ثناء بکار
اپنے ایمان کے بخت کی اور لقاء کے لئے اسے کا مطالعہ ضرور کریں

مرقہ شہادت

یقینوں کے ساتھ ہی سے اعلانِ حق
وہ ہمارے حینے جب کے مظلومیت پر زمین و آسمان نے خون کے
آئینہ بھائے۔ ارفے کر بلایا یہ مقدس خون کے چھڑکاؤ گلشنِ رات
کے تاراج کے روح فرسا اور لرزہ خیز داستانے۔
اسے کا مطالعہ نہایت ضرور ہے۔

۳۸ محدث ابن حجر الہیتمی

ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی السیدی الانصاری
اشافعی المحدث الفقیہ الصوفی، جو محلہ ابی الہیتم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی
قطعات کے ماتحت ہے اور امیر ابی فہرت المتقاۃ الفوقیہ میں کہتے ہیں کہ آپ کو
الہیاتم بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے الہیتمی کہتے ہیں۔ الہیاتم مصر کی ایک
بستی کا نام ہے۔ آپ مذکورہ بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے، صغیر ہی میں
آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت دو کامل اماموں شمس الدین بن ابی الخمال
اور شمس الدین الشناوری نے کی۔ پھر شمس الدین شناری آپ کو محلہ ابی الہیتم سے
سیدی احمد البدیدی کے پاس طغلا میں لے گیا، وہاں آپ نے مادی العلوم پڑھے
اور قرآن پاک حفظ کیا، پھر وہ آپ کو ۹۲۳ھ میں کعبۃ العلوم جامعہ ازہر میں لے آئے
اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم حاصل کیا۔
علم روایت میں آپ کے شیوخ۔

آپ نے حصول علم کے بعد، جلیل القدر
علماء سے روایت کی، جن میں الشہاب الملی، شمس القفانی، شمس السمودی
شمس المشہدی، الطیلاوی، شہاب بن البخار، الجبلی، شہاب بن الصائغ شامل ہیں
نیز آپ نے قاضی زکریا، عمر الزین، عبدالحق السبانی، امین الغمری جو ابن حجر عسقلانی کا
شاگرد ہے اور آپ نے سیوطی، ابی الحسین البکری سے بھی روایت کی ہے، اس نے اپنے شاگرد کے
لئے معجم وسط اور معجم صغیر لکھے ہیں اور انہوں نے اسے ان کتب کے لئے بھی اجازت دی
ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مہر کے دارالکتب میں بھی موجود ہے
ان شمس العلماء اور عبقری حضرات کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ، اصول، حدیث

کلام، تصوف، فرائض، صرف و نحو، معانی، منطق اور حساب وغیرہ علوم کثیرہ میں ایک پختہ کار عالم بن کر نکلے، ان علوم کی تحصیل اور بچگی میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت حفظ نے آپ کو بڑی مدد دی کیونکہ آپ حافظ بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ایک نمونہ المنہاج الفری ہے نیز چھوٹی عمر میں ہی آپ کی شہرت یہاں تک پھیل گئی تھی کہ آپ کے شیوخ نے آپ کو افتاء اور تدریس کی اجازت دیدی تھی جبکہ آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی آپ دنیا سے بے رغبت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، سلف صالح کا نمونہ تھے۔

آپ ۹۳۳ھ میں حج کی خاطر مکہ تشریف لائے تو یہیں رہ پڑے پھر مصر واپس گئے اور دوبارہ ۹۳۷ھ میں اہل دیال سمیت حج کیا پھر ۹۴۰ھ میں مستقل رہائش کے لئے مکہ منتقل ہو گئے وہاں کے امام الحرمین درس و تدریس افتاء اور تالیفات کا کام کرتے تھے، الشوکانی نے آپ کے مکہ منتقل ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ آپ نے مقرئ کی کتاب الرضیٰ کا اختصار کیا اور اس کی شرح لکھی تو بعض حاسدین نے اسے لیکر بھاڑ دیا تو آپ پر یہ بات بڑی گراں گذری اور آپ اس وجہ سے مکہ منتقل ہو گئے، مکہ اور مصر میں آپ کی بیشمار کتب موجود ہیں جو علم فقہ سے تعلق رکھتی ہیں، جن میں فتاویٰ الشافعیہ فی الحجاز واليمن و مصر اور دیگر کتب شامل ہیں۔ آپ کے پاس عظیم القدر علماء خصوصاً خوشہ چینی اور حصول علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں شہاب الخفاجی کا قول، بالکل سچ ہے کہ وہ حجاز کے علامہ الدہر ہیں، کہتے ہی فضلاء کے وفود نے آپ کے کعبہ علم کا حج کیا اور اس کے قبلہ کی طرف طلب علم کے لئے متوجہ ہوئے اگر وہ فقہ محدث کے بارے میں گفتگو کرتے تو کسی نے قدیم و جدید میں سے ایسی باتیں نہ سنی ہوتیں، الخفاجی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا محمد نام کا تھا جس کی کنیت ابو الخیر تھی اور بعض مہینوں نے اس سے روایت بھی کی ہے۔

النور السافر مولفہ عیدروس، اور خفاجی کی رجحانۃ الالباء اور ابی الفلاح

ابن اعماد کی شذرات الذهب اور شوکانی کی البدر الطالع اور مفضل زبیدی کی تاج العروس اور کتانی کی فہرست الفہارس اور محدثین اور ان کے مشائخ کی فہارس اور معجم میں آپ کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات شذرات اور البدر الطالع کے مطابق ۹۷۳ھ میں ہوئی اور شرح الروی اور تاج العروس زبیدی کے مطابق آپ نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی اور فہرست الدہ منتی الکبیر میں آپ کا سن وفات ۹۷۴ھ بیان کیا گیا ہے اور الحمی کے نزدیک آپ ۹۹۵ھ میں فوت ہوئے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ۹۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ الدہ منتی اور الحمی کی بیان کردہ تاریخ وفات قطعی طور پر غلط ہے جسے کہ الکتانی نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور معقلہ میں طریقوں کی زمین میں آپ آسودہ خواب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو شاد کام کرے اور آپ کی قبر کو نور سے روشن فرمائے اور آپ کو انبیاء، شہداء اور صالحین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

تالیفات، آپ نے علم فقہ میں مذہب ذیل کتب تحریر کی ہیں۔

شرح مختصر الروض۔ شرح مختصر ابن الحسن البکری، تحفۃ المحتاج شرح المنہاج، فتح الجواد شرح الارشاد الامداد شرح الارشاد۔ تحذیر الغفقات عن اکل الثقات۔ کف الرعاع عن محرمات اللحد والسماع الاعلام بقواطع الاسلام۔ الزواجر عن اقتراب الکبائر والنجاسة فی الزور والظلمان والہامۃ۔ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبرین العظم۔

علم حدیث میں آپ کی کتب کے نام یہ ہیں۔ شرح المشاکۃ۔ الفتاویٰ الحدیثیہ۔ جزوۃ ماورد فی المہدی۔ جزوۃ العوامۃ النبویہ۔ الاربعون حدیثاً فی العدل الاربعون فی الجہاد، فتح المبین فی شرح الاربعین النوویہ۔ الاربعون شرح احادیث الکاح۔ الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والفساد نقض الجہان واللسان عن المخطوئۃ المتفویۃ بطلب معاویۃ بن ابی سفیان کتاب الخیرات الحسان فی مناقبہ الی حنیفۃ النعمان

۱۔ فہرست الفہارس ۲۔ خلاصۃ الاثر فی ترجمہ عبدالعزیز بن مریم المکی

مولد النبوی - شرح التهمزیه - المنہج القویم فی مسائل التعلیم علی الفیہ
 عبد اللہ بافضل شرح علی قطعة من الفیہ بن مالک - تحائف اہل الاسلام
 خصوصیات الصیام - اتمام النعمة الکبریٰ علی العالم ہولد سید ولد آدم -
 ارشاد اہل الغنی والامانة فیما جاء فی الصدقة والضيافة اسعاف الابرار -
 شرح مشکاة الاولیاء فی الحدیث - اُسنی الطالب فی صلة الاقارب - اشرف الوسائل
 الی فہم المسائل - والامداد شرح الامر شاد - تحریر الکلام فی القیام عند ذکر
 مولد سید الانام - تحریر المقال فی اذاب واحکام وفوائد یحتاج الیہا مودو
 الاطفال - تحفة الزوار الی قبر النبی المختار ربیع جمادات - تطہیر العیبة
 عن ونس الغیبة - تنحیص الاحمری فی حکم الطلاق المعلق بالابرار تنبیہ
 الاختیار علی مفضلات وقعت فی کتاب الوظائف واذکار الازکار - الدر المنثور
 فی الصلوة علی صاحب اللواء المقطوع - الدر المنظوم فی تسلیة المومنون - زوائد
 سنن ابن ماجہ - الفتاوی الفقیہیة - فتح الاله بشرح مشکاة الفضائل
 الکاملة لدروی الولاية العادلة - القول الحلی فی خفض المعنی - قرة العین
 فی ان التبرع لا یطلبہ الدین القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر - مبلغ
 الارباب فی فضل العرب - المناهل العذبة فی اصلاح ما دھمی من الکعبہ معدن
 البواقیت الملتزمة فی مناقب الأئمة الاربعة - السج المکیة فی شرح التهمزیه
 النخب الجلیلة فی الخطب الجزیلة و غیر ذلک من الرسائل والحواشی -
 آپ کی تالیفات اپنے موضوعات کے اعتبار سے بڑی جامع ہیں اور جس طرح سورج
 اپنے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح ان کا دیار و امصار میں چلن ہے۔

عبد الوہاب عبد اللطیف

الاستاذ المساعد بكلية اصول الدين جامعة الزمر

محرم ۱۳۸۵ھ

الفوائد البهیة للکسوی، وهدیة العارفین للبغدادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہر قسم کی حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب سے مختص فرمایا جو ستاروں کی مانند ہیں اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم و تحريم کرنا اور اس اعتقاد کی حقیقت اور علوم و معارف کے ان حقائق کو جو انہوں نے بیان کئے اختیار کرنا واجب ہے، میں اس امر پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے، یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس منظم گروہ کے بارے میں مندرج ہے اور میں اس بات کا بھی شہاد ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار غفیر عطا فرمائے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ ہمیش رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

اما بعد مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تالیف ہو جس میں خلافت صدیقی و ذاروقی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہو سو میں نے اس میدان میں خدمت کے لئے جلدی کی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب لطیف نمونوں، شریفانہ طریق اور اعلیٰ منکب پر مشتمل ہے۔ اور پھر مجھے رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں اسے مسجد الحرم میں لانے کیلئے کہا گیا کیونکہ وہاں شیعہ، روافض اور اچھوتوں کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے موجود افسح مشک سے بٹٹے کئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا، پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ ہمیں اضافہ کیا جائے۔ کہ میں آئمہ اربعہ کی خلافت کی حقیقت اور ان کے فضائل اور اس ذیل میں آنے والے چھوٹے موٹے متعلقات کو بھی بیان کر دوں۔ پس یہ کتاب اپنے فن میں کامل، محققانہ رنگ سے مزین اور باطل باتوں اور شر پر مبتدعین کے برہمن کا ایسے عقلی اور نقلی دلائل سے قلع قمع کر دینے والی ہے جن کا انکار کوئی منکر آیات الہیہ ہی کر سکتا ہے ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے

ہیں اور ان کے اقوال و افعال کی تباحث سے اس سے سلاحتی کے خواہاں ہیں، کیونکہ وہ سخی، کریم اور رؤف الرحیم ہے، میں نے کتاب کو تین مقدمات، دس ابواب اور ایک خاتمہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

مقدمہ اولیٰ - اگرچہ میں ان حقائق کے بیان کر رہے قاصر ہوں جنہیں خطیب بغدادی نے الجائع میں اور دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے، مگر مجھے اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے آکا وہ کیا کر اپنے فرمایا ہے

انما ظهرت الفتن اذ قال النبی صعب کرجب فتنے یا بدعتوں کا ظہور ہوا اور میرے اصحابی فلیظہر العالم علیہ حق لم یفعل ذلک ضلیہ لعنة الله والملائكة والناس اجمعین لا یعمل الله منه حسناً ولا عدلاً ۲

کہ جب فتنے یا بدعتوں کا ظہور ہوا اور میرے صحابہ کو برا بھلا کیا جائے تو عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا چاہیے اور یوں اسے کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔

اسی طرح اہل کلم نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما ظہر اھل بدعة الا اظہر اللہ فیہم حجة علی لسان من لیسوا من خلقہ واخرج البونعیم اھل البدع شر الخلق والخلقۃ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل بدعت جو بدعت میں اختیار کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے چلے گا حجت و برہان کی رو سے ہے ان پر غلبہ دے دیگا اور البونعیم نے روایت کی ہے کہ اہل بدعت بدترین مخلوق میں

۱۔ الجائع میں آداب الراوی والسمیع جس کا ایک نسخہ اسکندریہ کی لائبریری میں موجود ہے۔
 ۲۔ اس قسم کی حدیث ابن عباس نے معاذ سے زیادات الجائع الصغیر میں بیان کی ہے۔
 ۳۔ فی تاریخ ۴۔ الحکیمہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں المعانی، اذراعی سے مستقر ہے اور عیسیٰ بن یونس نے اذراعی سے روایت کی ہے اسکا ذکر المعانی کے حالات زندگی میں ہے جو ابی مسعود اوسلی نے لکھے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ بھی کہ پہلے لفظ سے چوہائے اور دوسرے سے لوگ مراد ہیں ابو حاتم اخراعی نے اپنی کتاب ”جتر“ میں اہل بدعت کو روزِ حج کے کئے قرار دیا ہے اور الرافعی کہتے ہیں کہ سنت پر تھوڑا عمل کرنا بدعت پر زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے الطبرانی کہتے ہیں کہ جو اہل بدعت کی توفیر کرے اس نے اسلام کو تباہ کرنے میں مدد دی البیہقی اور ابن ابی عامر السنت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ اس بدعت سے توبہ نہ کریں۔ الخطیب اور الدیلمی کا بیان ہے کہ جب کوئی بدعتی مرتبا ہے تو اسلام میں فوجاٹ کا دروازہ کھلتا ہے۔ الطبرانی، البیہقی اور الضیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبولیت سے روکا ہوا ہے اور الطبرانی کہتے ہیں کہ اسلام بھلے گا پھر اسے کمزوری آئے گی پس جو لوگ غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث نہیں گئے وہ دوزخی ہوں گے البیہقی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدعتی سے روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، کوئی خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں فرماتا، اسے دین سے یوں خارج کر دیا جائے گا جیسے بال آتے ہی نکال دیا جاتا ہے ہم غریب آپ کے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے آپ کو قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اور اس قسم کے لوگ، بدعتیوں کے اکابر میں سے ہیں اور ان احادیث میں بیان شدہ وعیدِ ربی مستحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے متعلق خاص طور پر احادیث بھی آئی ہیں، الحاملی، الطبرانی اور ابی کرم نے عومیر بن سلمہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو بھی منتخب کیا اور ان میں سے میرے ذریعہ انصار اور ولما ونبلاء پس جو انہیں بُرا بھلا کہے گا، ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور رب لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز اللہ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں فرمائے گا۔

۱۔ یضیہ خلق اور خلق کی طرف جاتی ہے ۲۔ عن ابی امامۃ ۳۔ اخراجہ الرافعی عن ابی ہریرۃ والدیلمی عن ابی مسعود ۴۔ عن عبد اللہ بن بسر ۵۔ عن ابی عباس اخراجہ ابن ماجہ ۶۔ عن انس ۷۔ عن انس فی اللامسط وخراجہ ابن فیل ۸۔ اخراجہ ابن ماجہ عن حذیفہ

ہیں کہ یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طریقوں سے آئی ہے اور البقرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ
اذا اراد اللہ برجل من امتی خیر الفی یعنی جب اللہ تعالیٰ میری امت کے کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت

ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے عبد اللہ بن فضال سے بیان کیا ہے کہ

اللہ اللہ فی اصحابی لا یخذلہم غرض البدی یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو
عن اجمعهم فحبی اجمع ومن التعضفتم بعضی میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا شاذ نہ بنانا جو شخص
البعضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن ان سے محبت کر لے وہ میری محبت کی وجہ سے یہاں
آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ یوشک ان یتاخذہ یعنی اگر آپ اور جو ان سے بعض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ
بعض رکھے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے

انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے

ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اللہ تعالیٰ

کو ایذا دیتا ہے قریب ہے کہ وہ اسکی گرفت میں آجائے۔

اور الخطیب نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

اذا راہتم الذین یسبون اصحابی فقولوا الختد یعنی جب صحابہ کو برا بھلا کہتے والوں کو دیکھو تو انہیں کہو
اللہ علی شکرکم کہ تمہارے پیدا کردہ شریر اللہ کی لعنت ہو اور

اور ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

ان شرار امتی اجر وہم علی صحابی کو میری امت کے شریر لوگ وہ ہیں کہ جو میرے

اصحاب کو برا کہنے میں بھارت کریں گے۔

اور ابن ماجہ، حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں

أحفظوني في أصحابي ثم الذين يملوهم كبري أصحابك بارے میں میرا تحفظ کرو پھر

ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ہوں گے

اور التیراندی نے الالقاب میں ابی سعید سے روایت کی ہے کہ

أحفظوني في أصحابي فمن حفظني فيهم كان عليه من الله حافظ ومن لم يحفظني

فيهم تحلى الله منه ومن تحلى الله منه مقرر ہوگا اور جو ان کے بارے میں میرا تحفظ نہ کریگا اللہ تعالیٰ

یوشک انہ یاخذہ اس سے الگ ہو جائیگا اور جس سے اللہ تعالیٰ الگ ہو

جائے قریب کردہ گرفت میں آجائے۔

المخاطب نے حضرت جابر سے دارقطنی نے الأفراد میں حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے

كأن الناس يشرون وأصحابي كملوہ رہے ہیں پس میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو جیسا

فعلیہ لعنة الله کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی

اور الحاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے پاسنگ بھی

نہ ہوگی اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے

ما تافسه وشأن أصحابي ذروا لیس ابی میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا نسبت ہے

فوالذي نفسي بيده لو أنفق أحدكم مثله میرے صحابہ کو میرے ٹھیکرہ دو قسم ہے اس ذات کی جس

أحد ذهباً ما أدرك مثله على أحدكم يوماً کے تیغے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد بہار

واحداً کے برابر سونا بھی خرچ کرنے کو آئے ایک دن کرعل کو

بھی نہ بیچ سکے۔

احمد اور شعبین، ابو داؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور مسلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہؓ

سے روایت کی ہے کہ

لَا تَسْلُوا اَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي
بِيدِهِ لَوَانِ احَدُكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ
احَدِ زُهَبَانَا بَلَغَ مَدَاحَهُمْ وَلَا
نَقِيفُهُمْ
میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو مجھے اس ذات
کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی
سونا خرچ کر دے تو ان کے سٹھی بھر ہو گا
مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ :-
لَا يُلَغِي احَدٌ عَنِ اصْحَابِي شَيْئًا فَانِي احِبُّ اَنْ اخْرَجَ اَلَيْكُمُ وَاَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ
کہ کوئی شخص میرے صحابہ کے بارے میں مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا
ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ اور احمد نے حضرت
انس سے روایت کی ہے دعوالہ اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوان افقت سر
مِثْلَ احَدِ زُهَبَانَا بَلَغَ مَدَاحَهُمْ اَعْلَاهُمْ
میرے صحابہ کو میرے لئے بھوڑ دو رہے اس
ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ
کرو تو ان کے اعلیٰ کو نہ پہنچ سکو اور دارقطنی میں ہے کہ من حفظی فی اصحابی
ورود علی الخوض ومن لم یحفظ فی اصحابی لم یرو علی الخوض ولم یرو فی
جو صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ کرے گا وہ حوض کوثر پر وار ہو گا اور جس نے صحابہ
کے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا وہ حوض کوثر پر نہیں آ سکے گا اور ہی اسے میرا دیدار
نقصیب ہو گا الطبرانی اور الحاکم نے عبداللہ بن بسر سے روایت کی ہے کہ طویل
لَسْنِ رَأْنِي وَآمَنْ بِي وَطَوْبِي لَمَنْ رَأْنِي مِنْ رَأْنِي وَلَمَنْ رَأْنِي مِنْ رَأْنِي
رَأْنِي وَآمَنْ بِي طَوْبِي لِمَنْ رَأْنِي مِنْ رَأْنِي وَآمَنْ بِي طَوْبِي لِمَنْ رَأْنِي مِنْ رَأْنِي
مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اُسے بھی خوشخبری ہو جس نے میرے دیکھنے

سے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے ۔

والے کو دیکھا اور اُسے بھی نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا انہیں اچھے انجام کی خوشخبری ہو۔

عبد بن حمید ابی سعید سے اور ابن عساکر و آثار سے روایت کرتے ہیں کہ طوبی لمن رآنی و لمن رای من رای من رآنی ثلث میرے دیکھنے والے کو خوشخبری ہو اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو بھی خوشخبری ہو اور الطبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لعن اللہ من سب اصحابی، میرے صحابہ کو میرا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ اور ترمذی اور الفیاضے بریدہ سے روایت کی ہے کہ ما من احد من اصحابی یسوق بارضہ الابعث قائد أو تورأ لحد یوم القیامۃ، جب کسی علاقہ میں میرا کوئی صحابی فوت ہو جائے تو اُسے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے روز قائد اور نور بنا کر بھیجا جائے گا اور ابو نعلیٰ حضرت انس سے بیان کرتے ہیں کہ مثلہ اصحابی مثلہ الملع فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملع میرے صحابہ کھانے میں نمک کی مانند ہیں اور کھانا نمک ہی سے اچھا بنتا ہے۔ اور احمد اور ابو مسلم نے ابی موسیٰ سے روایت کی ہے کہ النجوم أمانة للسماء فاذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد وانا أمانة لا اصحابی فاذا ذهبت أتى اصحابی ما یوعدون، ستارے آسمان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے آسمان سے موعودہ چیزوں کا ظہور ہو گا اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ ان چیزوں سے دوچار ہونگے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ترمذی اور الضیاء نے جابر سے روایت کی ہے لا تمس النار مسلماً رآنی اور اکی من رآنی

سکھ :۔ ابن عساکر نے اسے و آثار سے روایت کیا ہے۔

اگ اس مسلمان کو نہیں چھوڑیگی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے۔ خیر القرون قرون ثلثہ الذین یلوئہم ثلثہ الذین یلوئہم الطبرانی اور الحاکم نے صحیحہ بن ہبیرہ سے روایت کی ہے کہ خیر الناس قرون الذی انا فیہم ثلثہ الذین یلوئہم والآخرون اراذلہم، جس صدی میں، میں موجود ہوں اس کے لوگ بہترین میں پھران کے بعد والے اور دوسرے لوگ رذیل ہوں گے مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے خیر امتی القرون الذی بعثت فیہ ثلثہ الذین یلوئہم ثلثہ الذین یلوئہم، میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے پھران کے بعد آئیوالے لوگوں کی پھران کے بعد آئیوالے لوگوں کی، اور حکیم ترمذی نے ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ خیر امتی اولہا و آخرہا و فحی وسطہا الکندر، میری امت کا پہلا اور آخری دور بہترین ہے اور دو میانی زمانہ میں کمزورت ہے، اور ابونعیم نے الحلیۃ میں مرسد روایت بیان کی ہے کہ خیر هذه الامۃ اولہا و آخرہا فیہم عیسٰی ابن مریم و بیٹے

۱۔ حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو صدیوں کا ذکر کیا یا تین کا پھران کے بعد کچھ لوگ ہونگے جو گواہی طلب کئے بغیر کوہی دینگے اور جائیں ہونگے انہیں زمین نہیں بنایا جائیگا، نذرمان کو روپی نہ کرینگے ان میں خیر ہی نمایاں ہونگی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ وہ حلف طلب کئے بغیر حلف اٹھائیں گے اسے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ رتبہ: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ذَٰلِكَ نَبِیُّ اٰهَوِیْ لیسوا منی و لست منہم اے اس امت کا
 بہترین حصہ پہلا اور آخری ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ بن مریم ہوں
 گے ان کے درمیان کبر و لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ
 میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے خیر الناس قونی
 ثلثانی ثلثانی ثلثی قوم لادخیر فیہم میری صدی
 کے لوگ بہترین ہیں پھر دوسری اور تیسری صدی کے، پھر جو لوگ زندہ
 ہوں گے ان میں کوئی جھلائی نہیں ہوگی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے
 روایت کی ہے۔ اثنی عشر طبقا فاربعون سنة اھل
 و تقوی ثلث الذین یلون ثلثی عشرین و مائۃ
 اھل تواصل و تراحم ثلث الذین یلون ثلث
 الی ستین و مائۃ اھل تدابرو تقاطع ثلث الصرح والمرج
 النجاء النجاء، میری امت کے پانچ طبقے ہیں، چالیس سال تک
 نیکی و تقوی والے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو بیس سال

سہ: پوری حدیث یوں ہے کہ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو فرہی کو پسند
 کریں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دینگے۔ اسے خطیب نے عروہ بن
 روم النخعی سے مرسل روایت کیا ہے جو حدیث میں ان کے حالات میں درج ہے
 مطبوع نسخہ اور اس میں نبی اھویج لیس منک و لست منہم کے الفاظ
 آتے ہیں اور انہی میں بھی اسی طرح ہے۔ نبی، کسی چیز کے وسط کو
 کہتے ہیں اور نبیج اور نبیج، شدت حرکت کے ساتھ سانس کے بار بار
 آنے کو کہتے ہیں یا ایسے فعل کو جو تھکا دینے والا ہو اور نبیج کو کسر کے
 ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جسکے معنی ہیں کہ اس نے جو پائے کو جھلایا تو وہ ہانپنے لگا۔

تک صدہ رچی کرنے والے ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک اعراض کرنے والے تعلقات قطع کرنے والے ہوں گے پھر لڑائیاں ہوں گی اللہ ان سے بچائے اللہ ان سے بچائے۔ حضرت انس سے ہی ایک اور روایت ہے کہ کلہ طبقۃ العربین فاما طبقتی وطبقۃ اصحابی فاهل علم وایمان واما الطبقة الثانیۃ مابین الاربعین الی الثمانین فاهل بدو وتقویٰ۔ ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے اصحاب کا طبقہ علم وایمان سے آراستہ ہوگا۔ دوسرا طبقہ جو چالیس سے انسی سال تک ہوگا وہ نیک و تقویٰ والا ہوگا۔ پھر اس کے بعد پہلی روایت کی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

الحسن بن سفیان، ابن منذر اور ابو نعیم المعروفین دارالمیمنی سے بیان کرتے ہیں کہ الطبقة الاولى انا ومن معی اهل علم ولیقوت الی الاربعین والطبقۃ الثانیۃ فاهل بدو وتقویٰ الی الثمانین والطبقۃ الثالثۃ اهل تراحم وتواصل الی العشرین ومائۃ والطبقۃ الرابعۃ اهل تقاطع وتطالم الی الستین ومائۃ والطبقۃ الخامسة

اهل حسن وسموۃ الی المائتین۔ پہلا طبقہ میرا اور ان اہل علم ولیقین لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں یہ چالیس سال تک رہیگا دوسرا طبقہ جو انسی سال تک ہوگا وہ لوگ نیک اور متقی ہوں گے تیسرا طبقہ جو ایک سو بیس تک رہے گا وہ صدہ رچی کرنے والوں کا ہوگا، چوتھا طبقہ ظلم اور قطع تعلقات کرنیوالوں کا ہوگا جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔ اور پانچواں طبقہ صاحبان جنگ کا ہوگا۔ جو دو سو سال تک رہے گا۔

ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں طبقی و طبقاً اصحابی اہل العلم والایمان اور المزح کی جگہ، دیمان الخروب کے الفاظ آتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں فرماتا ہے،

کنتم خیر امت اخرجت للناس تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کئے گئے ہو اس خطاب کی ذیل میں آئینوالے سب سے پہلے لوگ بھی ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین صدی ہے اور اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہما اللہ علی الکفار رحماء بینہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کفار پر محبت اور ان میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا السابقون الاولون منہم المہاجرین والدنصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوان، مہاجرینے و انصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ انکی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیلے باتوں کے خاتمہ حاصل کریں گے جو افضلیہ لے ابن طریح حنفی مجمع البحرین میں کہتے ہیں کہ رافضی، شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جنہوں نے زید بن علی کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا جب انہیں یہ پہنچا کہ یہ شیعیں کو برا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا پھر یہ لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ محفل ترک کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

نے گھر کر ان کے سرخوچی ہوئی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں جیسے کہ عنقریب تفصیل کے ساتھ یہ بحث آئے گی، صحابہ کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اکمل انبیاء کے لئے بقیہ امتوں میں سے اکمل لوگوں کو ہی پسند فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے قول سے واضح کیا ہے کہ کسٹم خیر امۃ اخرجت للناس اور جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز بھوٹ ہیں ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جسکے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا بھوٹ، حقیق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کذب و افتراء ہے۔ پس ہواد ہو کس اور عصیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو، عنقریب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے متعلق پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کی تعظیم کرتے تھے خصوصاً شیخین حضرت عثمان اور عشر مبشرہ کے یقینہ لوگوں کی، کیونکہ الہامی طور پر ہدایت یا نبیوں سے تباہی نہیں کر سکتا پس خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی حضرت علیؑ کے اس کے قول سے کیسے پہلو تہی کر سکتا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ ائت خیر هذه الامة بعد نبی صا ابوبکر ثم عمر، کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر آدمی حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ، اللہ تعالیٰ روافض پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے یہ بات بطور یقینہ کہی ہے۔ اس بات کے بطلان اور تردید میں عنقریب دوبارہ لکھا جائیگا اور بعض روافض نے تو حضرت علیؑ کی تکفیر تک کی ہے اس لئے کہ انہوں نے کفار کو کفر میں مدد دی تھی، اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق آدمی ہیں۔ الطیرانی اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اللہ، اللہ، فی اصحاب نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہ اوصی بحد کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ آپ

نے ان کے بارہ میں وصیت کی ہے۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ معایہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مقدمہ شانیم

امام کا نصب کرنا واجب ہے بلکہ انہوں نے تو اسے اہم واجبات میں سے قرار دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا جب تک امام کو مقرر نہیں کر لیا۔ امام کی تعیین کے بارہ میں ان کا اختلاف کرنا اجماع مذکور اور اس کی اہمیت میں کوئی رخصہ پیدا نہیں کرتا، جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے جیسے کہ عنقریب اس کا ذکر آئے گا، آپؐ نے فرمایا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی آپؐ لوگ اچھی طرح نظر دوڑا کر سنبھالنے اپنی اپنی رائے سے آگاہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں کسی آدمی کو مقرر کرنا نہایت ضروری ہے لوگوں نے جواب دیا آپؐ نے درست فرمایا ہے ہم اس بارہ میں غور کرتے ہیں پھر ہمارے اہلسنت والجماعت کے نزدیک بھی یہ امر واجب ہے اور اکثر معتزلہ، سمیع یعنی تو اتر اور اجماع مذکورہ کے لحاظ سے اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بیشتر لوگ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدود کے قیام، سرحدوں کی حفاظت، جہاد کیلئے لشکروں کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی حفاظت کا حکم فرمایا اور واجب مطلق کی تکمیل اسی سے ہو سکتی ہے اور جس چیز کا کرنا مقدور ہو ہو وہ واجب ہو جاتا ہے پھر نصب امامؑ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات

اسے البیضیہ کے معنی معاشرہ یا دار الخلافہ کے ہیں جیسے کہ نہایہ اور مجمع البحرین میں ہے، اسے بیضۃ الطائر کہتے ہیں یعنی وہ جو نکھر جیب وہ ہلاک ہو جائے تو اس میں کھانے اور پینے کی سہولت جو چیز ہوتی ہے ہلاک ہو جاتی ہے یا اسے خود سے لیا گیا ہے بلکہ معنی بیضۃ الطائر یعنی خود کے ہیں۔

کو رد کر کیا جاتا ہے اور اس قسم کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ شرح مقاصد کے
 بیان کے مطابق امامت صغریٰ کا قیام امام کی موت کے ساتھ ضروریات، مشاہدات اور فتنہ و فساد
 کے ظہور لوگوں کے معاملات کی خرابی کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے کیا حقہ
 اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو، مگر امامت کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے
 ثابت ہے اور جو لوگ عقلاً اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اسکی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں
 جیسے کہ معتزلہ میں سے ابی الحسین، جاحظ، خیاط اور کعبی، اب رہا خوارزمی اور ان کے پیروؤں
 کا اسکے وجوب کی مخالفت کرنا تو اسکی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ دوسرے بدعتیوں کی طرح انھی
 مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس امر میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے جس
 کا مفید ہونا قطعی طور پر اجماعی حکم سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے
 موجب ضرر ہے کہ امتثال اس میں سے آپ کا عقل قرار دینا آپکی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے
 جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ کفر و فسق سے معصوم نہیں اس لحاظ سے
 بھی اس کا نصب نقصان دہ بات ہے اگر وہ معزول نہ ہو تو لوگوں کے لئے زیادہ
 ضرر رساں ہوگا اور اگر اُسے معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے
 بے فائدہ نقصان ہوگا، لیکن امام کے تقرر کو ترک کرنے سے جو نقصان ہوگا وہ اس سے
 بدرجہا زیادہ اور خطرناک ہوگا بلکہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہ ہوگی اور تعارض کے
 وقت بڑے نقصان کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے بغیر لوگوں کے احوال کا انتظام
 کرنا ایک محال بات ہے جیسے کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں بھی یہ بات آرہی ہے۔

مقدمہ ثالثہ: امامت، یا تو نص سے ثابت ہوتی ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے متحق

۱۔ فخر الدین رازی، اربعین میں مذکور مضمون کے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے آپ سے تقدیر کا ان دفع
 ضرر واجب اور یا عقلاً کے بیان متفق علیہ ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ حسن و قبح دونوں عقلی باتیں ہیں۔
 اسکا مطلب ہے کہ اسکا جواب بدایہ العقل ثابت ہے، اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا جواب
 انبیاء و رسل کے اجماع اور تمام ادیان کے اتفاق سے ثابت ہے۔

افراد میں سے کسی فرد واحد کے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہے، یا ارباب عل و عقد، کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنالیں، اس کا بیان آئندہ ابواب میں آئے گا یا اس کے بغیر کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام پر فقہاء اور دوسرے لوگوں کی کتب سے ہو گا

اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ خلفائے راشدین کے بعد علماء کے اجلاء سے اس امر کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ افضل شخص کی موجودگی میں دوسرے کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قریشی کے بعض آدمیوں کو امام مقرر کیا گیا ورنہ لیکر ان سے افضل آدمی موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں میں سے چھ کے درمیان خلافت کو منحصر کر دیا ان لوگوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے اور وہ حضرت عمرؓ کے بعد اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل تھے اگر افضل آدمی کو متعین کرنا ہو تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کا تعین کر دیتے آپ کا انہیں مقرر نہ کرنا اس بات پر دلالت ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی موجودگی میں کسی دوسرے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ غیر افضل، دینی مصالح کے قیام تدبیر ملک، انتظام رعیت اور فتنوں کے فرو کرنے میں

سے امام رازی نے کہا ہے جبکہ بعض یہ کہ حضرت ابو بکر کی امامت بیعت سے منعقد ہوئی اور آپ کی امامت اس لحاظ سے صحیح اور درست ہے بیعت، حصول امامت کا ایک طریق ہے مگر انا غرض اس کے قابل نہیں رہے، یا تھانی نے التہدیب میں لکھا ہے کہ امام کا تقرر تو صرف دشمن کو دور کرنے سماعت کی حفاظت کرنے، فسادات کو روکنے، مصلحت کے قیام اور حقوق کی ادائیگی کیلئے ہوتا ہے اور حیب افضل کی امامت کے قیام سے فتنہ و فساد، عدم اطاعت اور جنگ کا اندیشہ ہو تو فاضل کو چھوڑ کر معضول کو امام بنانے کیلئے یہ ایک واضح عند کافی ہے پھر انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس کا معصوم اور عالم بالغیب ہونا ضروری نہیں

اور حدیث کا ظاہری مفہوم اس کے قریشی ہونے کا متقاضی نہیں اور نہ ہی عقل اس کو واجب قرار دیتی ہے وہ اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے احمد، ابویعلیٰ اور عباس نے بیان کیا ہے کہ الائمتہ فی قریش وہ حکم میں عدل سے کام لیتے والے وعدے کو پورا کر نیوالے اور رحم طلب کر نیوالے تھے۔ ان پر رحم کیا جائیگا۔

افضل آدمی سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے، امام کے متعلق ماضی اور معصوم ہونے اور اس کے ساتھ ہر معجزہ ظاہر ہونے کی شرط لگانا تاکہ اسکی صداقت معلوم ہو سکے یہ سب شیعہ کفرانات اور جہالت ہیں اس بات کا بیان اور وضاحت حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی حقیقت کے سلسلہ میں آئے گا حالانکہ ان میں ایسی کوئی بات موجود نہ تھی ان کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر معصوم، ظالم ہوتا ہے اور اس کی تائید مبارک تعالیٰ کا یہ قول پیش کیلئے ”لایزال عہدی الظالمین“ حالانکہ اس کا یہ مفہوم نہیں، لغت میں ظالم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بے محل اور بے موقع استعمال کرے اور شرعاً ناجائز مان کر کہتے ہیں اور غیر معصوم، محفوظ بھی ہو سکتا ہے اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا

یا اگر اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ اس سے تو بے نصوص کو لیتا ہے پس آیت کے مفہوم میں ایسا شخص نہیں آیا یہ آیت تو ناجائزوں کے متعلق ہے کیونکہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسے اس سے امامت مراد لی جاسکتی ہے ویسے ہی نبوت اور امامت فی الدین بھی لی جاسکتی ہے۔ نیز اسی قسم کے دیگر مراتب کمال بھی مراد لئے جاسکتے ہیں یہ جاہلانہ بات انہوں نے اس لئے اعتراض کی ہے تاکہ وہ اس بنیاد پر حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر لوگوں کی خلافت کا بطلان ثابت کر سکیں، غفریب وہ بیان آئیگا جس سے انکی تردید ہوگی اور ان کی جہالت، ضلالت اور عناد واضح ہو جائیگا ہم فقہوں اور مصائب و تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پہلا باب

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان، دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اسکی حقیقت پر استدلال اور اسکی ذیل میں آئیوں کے امور کا تذکرہ، اس باب میں پانچ فصلیں ہیں

بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہ دونوں کتابیں اجماع امت سے قرآن کریم کے بعد اربعہ اکتب میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ پڑھتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ آپ لوگوں میں سے فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ گیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کروں گا، کسی انسان کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی۔ ہاں وہ اسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا اور آج ہم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے سامنے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں جھک جائیں۔ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور ان کے ساتھی حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بیٹھ رہے اور سب انصار سقیفہ نبی ساعدہ میں ہم سے الگ ہو کر بیٹھ رہے اور ہاجرین، حضرت ابو بکرؓ کے پاس اکٹھے ہو گئے، میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا ہمارے ساتھ انصار ہجریوں کے پاس چلے، ہم ان کے پاس گئے تو دیکھ آدمی ہیں بے اور انہوں نے ہمیں قوم کے کردار کے متعلق بتایا اور کہا اے گروہ ہاجرین کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا وہاں نہ جایئے اور اپنا معاملہ طے کر لیجئے، میں نے کہا قسم بخدا ہم ضرور ان کے پاس جائیگے چنانچہ ہم سقیفہ نبی ساعدہ میں ان کے پاس گئے اور وہ اجتماع کے بیٹھے تھے ان کے درمیان ایک کنبل پوش آدمی تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ، میں نے کہا اسے کیا تکلیف ہے انہوں نے کہا اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ ہاجرین آپ

یہی ہمارا ہی ایک قبیلہ ہیں مگر آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سنا گیا ہے آپ
 ہمیں بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں۔ جب اس نے تقریر ختم کی تو
 میں نے بولنے کا ارادہ کیا، میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جسے میں حضرت ابو بکر
 کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے ملاقات سے پیش آتا تھا اور وہ
 مجھ سے زیادہ حلیم اور با وقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا، ٹھہریے، میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا
 وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے، خدا کی قسم جو باتیں کہتے کیے میں نے تیار کی ہوئی تھی وہ انہوں
 نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں، بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی، پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ
 اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملہ میں عرب، قریش کے
 اس قبیلے کے سوا کسی کو نہیں جانتے یہ نسب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر
 آپ نے میرا اور ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی قحطاف کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں
 پسند فرمائیے اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اسے پسند کیا۔ قسم بخدا اگر میں آگے
 برہوں اور میری گردن مار دیا جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر اسیر
 بننا چاہوں جس میں ابو بکر موجود ہوں، انصار میں سے جناب بن منذر نے کہا۔ اسے
 قریش ایک امیر ہم سے ہو گا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے، اس کے بعد بڑا شور و غلب
 ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابو بکر سے کہا، ہاتھ بڑھائیے آپ نے
 اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور جابر بن عبد اللہ نے آپ کی بیعت کرنی پھر اس کے بعد انصار نے بھی
 آپ کی بیعت کرنی۔ خدا کی قسم ہم نے حضرت ابو بکر کی بیعت سے زیادہ متفعہ بات کوئی
 نہیں دیکھی ہیں اس بات کا فائدہ شہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے علیحدہ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی
 تو وہ ہمارے بعد بھی بیعت کر لیں گے۔ یا پھر ہم بادل خواستہ آپ کی بیعت کر لیں اور یا
 انکی مخالفت کریں اس صورت میں فساد ہو گا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت
 ابو بکر نے انصار کے خلاف حدیث الامۃ من قریش سے حجت پکڑ دی اور یہ ایک

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ ان جیسی مزید کئی باتیں اور ان سے بہتر باتیں بھی آپ نے بیان فرمائی ہیں

اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے متعلق سوال کیا لیکن خفیہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا راحت ہے میں نے ایک عظیم امر کا بار اٹھایا ہے جسے میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اٹھا نہیں سکتا حضرت علیؑ اور حضرت زبیرؓ نے کہا ہمیں صرف یہ غصہ تھا کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا ہے لیکن ہم حضرت ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ کے یارِ غار ہیں ہم آپ کے شرف و منزلت سے واقف ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنے حینِ حیات ہی آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے حضرت ابو عبیدہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ مجھ سے افضل ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا آپ مجھ سے طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ دہرایا تو حضرت عمرؓ نے کہا، میری قوت آپ کی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب سقیفہ کے روز تقریر کی تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادً يَأْتِيهِ لَوَسَّلْتُ إِلَيْهِمْ** اور انصار وادیاں ہوں اور آدمی اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری

وادی میں، تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا۔

پھر آپ نے سعد کو فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہیں، نیک لوگ نیک آدمی کے اور بُرے لوگ، بُرے آدمی کے پیروکار ہوتے ہیں تو حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبد البر نے یہ جو روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کیا تھا، وہ ضعیف ہے۔

احمد نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے آپ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہو گا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں منادی کر دئی کہ نماز جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کر دئی گئی، پھر آپ نے تقریر کی اور فرمایا "لوگو! میں چاہتا تھا کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں اسلئے کہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، اور ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے بادل غارتہ یہ کام سیرہ کر دیا گیا ہے، قسم بخدا میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی اسے سنبھال لیتا، لیکن اگر تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا انہیں آپ کو معصوم قرار دیتا تھا، میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں پس میرا خیال رکھو، جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے ٹیڑھا چلتے دیکھو تو مجھے سیدھا کرو اور یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آجاتا ہے، پس جب مجھے غضبناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب اختیار کرو،

میں کسی بڑائی بھلائی میں کسی پرترجیح نہ دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اپنے آپ کا کام سپرد کر دیا گیا ہے مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور حضور علیہ السلام نے سنت کے طریق بتائے، لوگو! اس بات کو سمجھ لو کہ سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ آپ کا کمزور آدمی میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک اس کا حق لے کر نہ دوں اور قوی سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کروں۔ اسے لوگو! میں متبع ہوں، متبذرع نہیں، اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں جھگڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا، مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر امام بن سکے گا۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ جب ابو جعفر نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضا مند ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا مان! تو کہنے لگے جیسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جیسے تو گرائے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا اور واقعی نے کئی طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ کی بیعت حضور علیہ السلام کی وفات کے روز کی گئی اور طرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوس فرما ہوا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کبھی اس جگہ نہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ بیٹھا کرتے تھے اور نہ حضرت عثمانؓ اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھا کرتے تھے۔

فصل دوم

اس بات کے بیان میں کہ آپ کی ولایت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے

قبل ازیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف اختیار کیا تھا ایک مردود بات ہے اور اس بات کی مزید تصریح اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حاکم نے ابن مسعود سے حدیث صحیح میں بیان کیا ہے کہ جس امر کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے وہ بُرا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بُرا ہے۔

مَارَآةَ الْمُسْلِمِوتِ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ

حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَكَهُوَ

عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا کر مناسب خیال کیا پس ابن مسعودؓ کی صحیح روایت پر نظر ڈالیے، آپ متقدم فقیہ اور اکابر صحابہ میں ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر سب صحابہ کا اجماع بیان کر رہے ہیں اسی لئے ہر دور کے اہلسنت والجماعت یعنی ہمارے زمانے سے لیکر صحابہ کے زمانہ تک سب کے سب حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام معتزلہ اور اکثر فرقوں کا یہی خیال ہے اور ان کا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر اجماع اس بات کا فیصلہ کن ثبوت ہے کہ وہ خلافت کے اہل تھے اور یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے جسے پرغیر دیکھنا ممکن نہیں، اس احتمال کا اظہار کرنا کہ شاید یہ واقعہ سب کو معلوم نہ ہو اگر سب لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو ضرور بعض لوگ اختلاف کرتے، اس سے یہ دہم تب پیدا ہو سکتا تھا کہ بعض صحابہ جو اس موقع پر موجود تھے اجماع کے بیان کو اوّل سے آخر تک

درست قرار نہ دیتے اور ابن مسعودؓ نے سب کے اجماع کو صحیح قرار دیا ہے پس اس وہم کی کوئی بنیاد نہیں اسلئے کہ خود حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اس معاملہ کو اجماعی قرار دیا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، جب آپؐ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا، کیا آپؐ کا یہ مقرر حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے تو آپؐ نے اپنی اور بقیہ صحابہ کی بیعت کا ذکر کیا اور کہا کہ دو آدمیوں نے بھی امیں اختلاف نہیں کیا اور یہی حق نے زعفرانی سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا اسلئے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے چرخ نیلی قائم کیے نیچے حضرت ابو بکرؓ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو اپنی گردنیں ان کے سلسلے منہ جھکا دیں اور اس سلسلے نے معاویہ بن قمرہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو حضرت ابو بکرؓ کے خلیفۃ الرسولؐ ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ انہیں رسول خدا کا خلیفہ ہی کہتے تھے وہ خطا اور ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتے تھے پس امت نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں سے ایک کی خلافت پر اجماع کیا ہے پھر باقی دو نے ان سے تنازعہ نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اس طرح ان کی امامت پر اجماع ہو گیا، اگر حضرت ابو بکرؓ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ان سے ضرور جھگڑا کرتے جیسے کہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑا کیا جبکہ امیر معاویہ حضرت ابو بکرؓ سے زیادہ قوت و شوکت کے مالک تھے، حضرت علیؓ نے ان کی قوت و شوکت کی پرواہ کئے بغیر ان سے جھگڑا کیا اور حضرت ابو بکرؓ سے ان کا جھگڑنا زیادہ مناسب تھا، پس آپؐ کا تنازعہ نہ کرنا اس بات کے اعتراف پر دلالت ہے کہ آپؐ انہیں خلافت کا حقدار نہ سمجھتے تھے حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ میں آپؐ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپؐ نے اس

بات کو قبول نہ کیا اور اگر انہیں کسی نص کا علم ہوتا تو ضرور قبول کر لیتے، خصوصاً اسلئے کہ ان کے ساتھ حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور نبوہاشتم وغیرہ بھی تھے اور یہ جو پہلے بیان ہوا ہے کہ انھار نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا پسند نہ کیا، اور کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک آپ لوگوں سے، تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث اللاتمة من قریش سے ان کی تردید کی تو انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی اور حضرت علیؓ تو قوت و شوکت شجاعت و بسانت اور نفری کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے اگر ان کے پاس کوئی نص موجود ہوتی تو وہ جھگڑنے اور قبولیت کے زیادہ حقدار تھے، اس اجماع پر اس وجہ سے نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی کہ اس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ، بعض امور کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس وقت جو ارباب حل و عقد اسانی سے جمع ہوسکتے تھے، ان کی حاضری کی وجہ سے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب یہ لوگ بیت کے لئے آئے تو انہوں نے وہی عذر پیش کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ ہم بھی اس کے حقدار تھے انہیں خلافت صدیق پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ اس معاملہ کی غلطی کے باعث وہ مکمل مشورہ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا،

اولین نے جس عذر کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق وہ روایت بھی ہے جسے دارمی نے بہت سے طرق سے بیان کیا ہے کہ دونوں حضرات نے ابو بکرؓ سے بیعت کے وقت کہا کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے ورنہ ہم آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ خلافت کا

لئے، باقمانی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ کسی معنی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں اسرارِ اخبر کی نادرین کے راوی متہم میں یہ کہے کہ وہ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے پھر کہتے ہیں کہ ہم بخوبی جانتے ہیں جو شخص حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں (یعنی چارہ ہزار)

مقدار سمجھتے ہیں کیونکہ آپ حضور علیہ السلام کے بار غار اور شانی اثمنین ہیں اور ہم آپ کی بزرگی اور شرف سے آگاہ ہیں اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اعتذار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کبھی امارت کی خواہش نہیں ہوئی اور نہ مجھے اسمیں کوئی رغبت ہے اور نہ ہی کبھی میں نے خلوت و جلوت میں اسے خدا سے مانگا ہے لیکن مجھے فتنہ کا خوف دامنیگر ہوا، مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں ملی بلکہ میں نے ایک عظیم امر کو اپنے ذمہ لے لیا ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تو ان حضرات نے آپ کے عذر کو قبول کر لیا۔

دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ کو کو بیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علیؓ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابو بکرؓ کی تشریف کی اور بیعت میں متخلف کرنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ مشائخ میرا حق تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تقریر فرمائی اور وہی عذر کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت علیؓ نے اسی روز آپ کی بیعت کر لی تو مسلمانوں نے آپ کے اس فعل کو درست قرار دیا اور ایک متفق علیہ حدیث میں اس قصہ کی تصریح اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے، بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے ابو بکرؓ کی طرف بیغام بھیجا جس میں آپ سے اپنی میراث کے متعلق

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷ آگے) دیکھئے رہنے کی بات کو تا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ ایسے عظیم مسائل میں بڑے بڑے خطبے مشہور و معروف ہونے چاہیں دیکھئے ام الولد اور قریش کے معاملے میں حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور دیگر صحابہ کی مخالفت کی ہے اور ساری امت اس سے آگاہ ہے اور ان کے بیعت سے تاخیر کرنے کے متعلق شاذ اور ضعیف روایت ہی آئی ہے، اور اس کی مخالفت میں بہت سی روایات آئی ہیں حالانکہ ایسی باتوں کے بارے میں عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ پوشیدہ ہونے کی بجائے زیادہ مشہور ہوتی ہیں۔

دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مالِ مہینہ اور فداک میں دیا تھا اور خمسِ خیر کا جو بقیہ تھا اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اکی محمد کو صرف اس مال سے کھانے کی اجازت ہے اور قسمِ نحمدہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی حال میں رہتے رہے دوں گا جیسا کہ وہ آپ کے زمانہ میں تھا اور آپ کے عمل کے مطابق اس پر عمل کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو نہ دی جس سے آپ، حضرت ابو بکرؓ سے نڈاڑ ہو گئیں اور وفات تک آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو نہیں کی، آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ تک زندہ رہیں جب آپ وفات پا گئیں تو حضرت علیؓ نے رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع تک نہ دی اور آپ ہی نے ان کا جنازہ بھی پڑھا، حضرت فاطمہؓ کی وجہ سے حضرت علیؓ کو لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا معاملہ ان سے ویسا نہیں رہا جیسا حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں تھا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اور ان سے مصالحت کرنا چاہی، ان مہینوں میں آپ نے ان کی بیعت نہ کی تھی، آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اکیلے ہی ہمارے ہاں تشریف لائیں یہ اس لیے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی آمد کو پسند نہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ واللہ ہاں اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے کہا مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ سے ناروا سلوک کریں، خدا کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا، جب آپ ان کے پاس گئے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت اور اللہ نے آپ کو جو مقام دیا ہے اس سے بخوبی واقف ہیں، ہم آپ سے کسی نیکی میں آگے ہونے کے دعویدار نہیں لیکن امرِ خلافت کے بارے میں آپ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ سے

اس میں اپنا حصہ سمجھتے ہیں اس پر حضرت ابو بکرؓ آمدید ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قربت سے ملا رکھی کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور یہ جو اموال کے بارے میں میرے اور آپ کے درمیان جھگڑا ہے میں نے اس معاملہ میں کسی جھگڑائی سے کوتاہی نہیں کی اور وہی کچھ کیا ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، کل رات آپ سے بیعت کا وعدہ ہوا، جب حضرت ابو بکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر چڑھ کر شہد پڑھا اور حضرت علیؓ کی شان اور ان کے بیعت سے تخلف کرنے کے عذر کو بیان کیا اور استغفار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ نے شہد پڑھا اور حضرت ابو بکرؓ کے حق کی عظمت بیان کی اور کہا مجھے نہ تو انہی اس فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور نہ ہی مجھے ایسے بڑی کا خیال ہے مجھے تخلف بیعت پر صرف اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ ہم امر خلافت میں اپنا حق سمجھتے ہیں اور آپ نے ہمارے مشورہ کو نظر انداز کر کے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس سے ہمیں دکھ محسوس ہوا ہے اور مسلمانوں نے خوش ہو کر کہا کہ آپ درست فرما رہے ہیں اور جب حضرت علیؓ نے امر معود کو دہرایا تو مسلمان آپ کے نزدیک ہو گئے، آپ حضرت علیؓ کے عذر اور اس قول پر غور فرمائیے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابو بکرؓ سے کسی نیکی میں آگے نہیں چلاؤں۔ ہمیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث جن امور پر مشتمل ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ رافضی جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اللہ ان کا تینا نکال کر دے یہ کقدر جاہل اور احمق ہیں، پھر وہ حدیث جس میں حضرت فاطمہؓ کی موت تک تخلف بیعت کا ذکر ہے، یہ اس حدیث کے منافی ہے جو ابی سعیدؓ سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے آغاز میں بیعت کی، لیکن ابی سعیدؓ کی یہ روایت جس میں اخیر بیعت کا ذکر ہے اس کو ابن حبان نے اور دوسرے لوگوں نے صحیح کہا ہے، یہ بھی کہتے ہیں صحیح مسلم میں

ابن سعید سے جو روایت حضرت علیؑ اور شواشم کی تاخیر بیعت کے متعلق آئی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؑ کی وفات تک بیعت نہ کی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہیں کیا اور ابی سعید کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے درمیان جو حضرت عائشہؓ سے بیان ہوئی ہے منافات پائی جاتی ہے لیکن بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمہؑ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان جو روایت ہوئی اس کی وجہ سے آپ حضرت ابو بکرؓ سے الگ ہو گئے پھر حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد دوسری دفعہ بیعت کی اس سے بعض حقیقت ناشائس آدمیوں کو یہ دہم ہوا کہ آپؑ بیعت سے ایسے خلف کیا کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ نے حضرت فاطمہؑ کی موت کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا، اس کا بیان چوتھی فصل میں آئے گا جہاں حضرت علیؑ کے فضائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جب آپ نے بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکرؓ آپ سے ملے اور کہا کیا آپ میری بیعت ادارت کو پسند نہیں کرتے حضرت علیؑ نے جواب دیا نہیں بلکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جسک قرآن کریم کو جمع نہ کروں سوائے نماز کے چادر نہیں اڑھوں گا کہ آپ نے ترتیب نزول کے مطابق قرآن کریم کو جمع کیا ہے۔ آپ کے اس واضح عذر پر غور کیجئے اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خلافت صدیق پر صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے اور آپ ہی اس کے اہل تھے اگر اس کے خلاف کوئی شخص نہ ہو تو یہ امر ہی خلافت صدیقؓ کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ اجماع تو غیر متواتر نفوس سے اتوئی ہوتا ہے کیونکہ اس کا انفرادی قطع ہوتا ہے اور نفوس غیر متواتر کا قطعی، جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

نودی نے اسانید صحیحہ سے، سفیان ثوری سے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت علیؑ ولایت کے زیادہ حقدار تھے اس نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور مہاجرین و انصار کو غلطی پر قرار دیا اور میر سخیال میں اس خطا کے پتے ہوئے اسے کوئی محل آسمان تک نہیں لے جایا گیا۔ اسے واقفانی نے علر بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

۱۔ مناقب نے حمید میں لکھا ہے کہ ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے حضرت علیؑ (رضی اللہ عنہ) پر

فصل سوم

قرآن و سنت کی وہ سمائی نصوص جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

نصوص قرآنیہ یا ایہا الذین آمنوا من یزید منکم عن وینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یہسلی آیت یحبہم ویحبونہ اذلہ علی المؤمنین اعزہ علی الکافرین یجاہدین فی سبیل اللہ ولا یتخافون لومة لائم ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ واسع علیم۔ اے مومنو! جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو غریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائیکا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں کے لیے عاجز اور کفار کے مقابل سختی سے پیش آسنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

(بقیہ حاشیہ ص ۷۵ سے آگے) اور حضرت زبیرؓ کے متعلق بیان کیا ہو کہ وہ کبھی دل بیعت سے متاثر رہے بل ان کا بیعت کی طرف رجوع اور مسلمانوں کے ساتھ اس عمل صالح میں شامل ہونا فردریان ہوا ہے جس سے دوسرے مسلمان شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے بھی یہ کہا کہ اے خلیفہ الرسول ہم آپؐ سے ناراض نہیں، بیعت میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں شہرہ میں شامل نہ کر سکے دکھ پہنچا یا گیا ہے۔ سعدؓ نے شرح تفاع میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے وقت بیعت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے نظر داہمہا دیکھنے فارغ تھے، جب آپ پر حق واضح ہو گیا تو آپ جماعت میں داخل ہو گئے اور اصغر ہانی سے مطالعہ الانظار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک دلیر آدمی تھے جن کے ساتھ صنادید قریش اور سادات بھی تھے لیکن انہوں نے خلافت کے متعلق جھگڑا نہیں کیا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ سے شجاع اور اوسفیان رئیس خوامیہ سے اس معاملہ میں جھگڑا کیا حالانکہ ابوبکرؓ اور زبیرؓ دونوں ہی ضعیف اور غریب آدمی تھے، آپ کے مددگار بھی کم تھے، یہ عرب اس وجہ سے ہوا کہ وہ صحابہؓ میں سب سے مقدم تھے۔

کرنے والے اور کسی طاعت کفہہ کی طاعت سے خائف نہ ہوں گے یہ اللہ کا فضل ہی ہے جتنا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے اصحاب ان کو جنگ کر کے اسلام میں واپس لے آئے اور یونس بن بکر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابو بکرؓ کی جنگ کا ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم ویمحبونہ۔ اس آیت کی تشریح میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب اطراف مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس پر حضرت ابو بکرؓ ان سے جنگ کیلئے تیار ہوئے تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے کہا کہ جنگ میں جلدی نہ کیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کا بچہ یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جبکہ حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے : اموت ان اقامن الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ فمن قال لہما معہ منی مالہ ودمہ الا یحفظہما وحسابہ علی اللہ۔ گرنچھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں جو ایسا کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائیگی سوائے اس کے کہ ان سے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا، خدا کی قسم کہ جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور آپ نے الایحفظہما کے الفاظ فرمائے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا

کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ کا انشراح صدر ہو چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے جنگ کیلئے نکلے اور بخدر کے قریب پہنچے تو بددجھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ ان پر ایک آدمی کو امیر مقرر کر دیں اور آپؐ واپس تشریف لے چلیں تو آپؐ نے حضرت خالدؓ کو دہاں کا امیر مقرر فرما دیا اور خود واپس آگئے اور دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ سواری کی مہار پکڑے ہوئے تھے آپؐ نے پوچھا اے خلیفۃ الرسولؐ کس طرف جانے کا ارادہ ہے میں آپؐ سے وہی کچھ کہوں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے روز فرمایا تھا اپنی تلوار کو تیار کرتے ہوئے مگر میں اپنی جان کے متعلق درمندانہ کیجئے، مدینہ واپس لوٹ چلیے، قسم بخدا اگر میں آپؐ کا دھڑکنا دیکھتا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جاتا۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو نبی اسد اور عطفان کی طرف روانہ فرمایا حضرت خالدؓ نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو امیر بنا لیا اور باقی اسلام کی طرف واپس آگئے۔ پھر آپؐ کو یمامہ کی طرف مہاجر کیا گیا آپؐ سے جنگ کے لئے بھیجا گیا دونوں شکوک کی مدد بھیڑ ہوئی اور کئی روز تک محاصرہ رہا آخر لغتی کذاب حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

خلافت کے دوسرے سال آپؐ نے علاء الحضری کو بحرین کی طرف بھیجا، یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے، بحوث مقام پر جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔

عمان کی طرف آپؐ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا، یہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا تھا اس طرح آپؐ نے امہا بن امیہ اور زیاد بن عبید انصاری کو، مرثدین کی دوا پر یوں کیڑا بھیجا

۱۔ اس جنگ میں صحابہ میں سے حضرت عکاشہ بن محسن اور ثابت بن ارم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔
 ۲۔ اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت حبشی تعداد ستر تک پہنچی ہے شہید ہوئی ان شہداء میں طلحہ بن ابی مرثدہ،
 زید بن خطاب، ثابت بن قیس، العوجانہ، سماک بن حرب اور ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں

بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت ابو بکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ سے کہا گیا کہ آپ خاموش ہو جائیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا تھا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر آتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما گئے اور مدینہ کے ارد گرد رہنے والے عربوں نے ارتداد اختیار کر لیا حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت ابو بکر کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیجئے اور انہیں روم کی طرف بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی ٹانگیں کیے گھسیٹے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اور نہ اس جھڑپ کو کھولوں گا۔ جسے آپ نے باندھا ہے۔ حضرت اسامہ جب کبھی کسی ایسے قبیلے سے گذرتے جو ارتداد کا خواہاں ہوتا تو وہ لوگ کہتے اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ سے کبھی باہر نہ آتی۔ لیکن ہم انہیں پھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو چنانچہ رومیوں نے ان سے شکست کھائی اور قتل ہوئے۔ اور یہ لوگ بخیر و عافیت واپس آئے۔ اور اسلام پر تائید قدم رہے۔

نودی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت صدیق اکبر کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالہ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص سے نبرد آزما ہوں گا۔ بوسلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ اور قسم بخدا اگر ان لوگوں نے

افرمی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ بری جیسے وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے۔ مجھے نہ وی تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا۔ اس سے شیخ ابواسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھا۔ پھر بحث و تمحیص کے بعد ان پر رافع ہوا کہ آپ کی بات ہی صحیح ہے۔ اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

فردی کہتے ہیں ہم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا اور کسی آدمی کو نہیں جانتا۔ لیکن ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے چوتھی حدیث سے آپ کے علم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت صدیق تمام صحابہ سے زیادہ قرآنے پاک کو سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپکو نماز پڑھانے کے لئے دیگر صحابہ سے مقدم کیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے

يَوْمَ الْقَوْمِ اقْرَؤْ هَذَا لَوُغُوں کی امامت کے فرائض وہ شخص

لکتاب اللہ، سرانجام دے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔

اور آئندہ ایک حدیث آئے گی جس میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کیلئے نہ سب نہیں کہ کسی اور شخص کو امام بنائیں۔ اسکے علاوہ آپ سنت کے بھی سب سے زیادہ عالم تھے۔ صحابہ کرام پیش آمدہ

معاملات پر آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ کیونکہ آپ سائن نبوی کو یاد اور مستحضر رکھتے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ بعثت کے پہلے دانت سے لیکر لیم وفات تک مسلسل حضور علیہ السلام کی صحبت اختیار کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ بڑے ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے۔ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد تقوڑا عرصہ زندہ رہے اگر آپ زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو آپ سے بہت زیادہ احادیث مروی ہوتیں۔ ناقلین حدیث نے ان سچو حدیث بھی نقل کی ہے۔ اس میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ کے زمانہ میں جو صحابہ تھے انہیں آپ سے نقل حدیث کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود آپ کی روایت میں شریک تھے۔ وہ اس حدیث کو آپ سے نقل کرتے تھے۔ جو ان کے پاس نہ ہوتی تھی۔ اے

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن جہران سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر کے پاس جب کوئی شخص جھگڑا لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ

لے لے کر دیکھتے تھے۔ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود آپ حافظ حدیث ہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے شہادت دی ہے کہ انصار کے بارے میں جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ان سب باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اکثر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے مروی ایک ایک حدیث کا ذکر کیا ہے۔

کو دیکھتے۔ اگر اس میں ان کے جھگڑے کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے۔ اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنّت کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر سنّت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے دریافت کرتے اور کہتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اگر آپ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتائیے بعض دفعہ متعدد آدمی آپ کے پاس جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ کو بتا دیتے تو آپ فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں سنّت کا علم نہ ہو سکتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کرتے۔ اگر لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اور حضرت عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگر آپ کو قرآن و سنّت میں کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے فیصلوں کو بھی دیکھتے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ ورنہ لوگوں کو بلا کر معاملہ ان کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔

دوسری آیت | آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی دوسری آیت یہ ہے۔

قل للمخلفین من الاعراب اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے
 سند عون الی قوم اولیٰ کہہ دیجئے۔ عنقریب آپ لوگوں کو ایک
 باس شدید تعالونہم ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جھگڑو

اُولَیْمٰوْنَ اَنْ تَطِیْعُوْا ہر گئی تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں
یٰۤاَکْثَرُ اِلٰہِ اِجْدَاۤ اَحْسَنَ گئے اگر تم نے اطاعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ
وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ مِنْ قَبْلِ آپ کو بہت اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم
یَعْذِبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اس سے قبل پھر گئے تو وہ تمہیں دردناک
عذاب دے گا۔

ابن ابی عاتم نے جوہر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم نہ خفیہ
تھی پھر ابن ابی عاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے متعلق لکھا
ہے کہ یہ آیت خلافت صدیق پر حجت ہے۔ کیونکہ آپ ہی نے ان کو
جنگ کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں
نے امام ابوالعباس بن مہر سراج کو فرماتے سنا کہ اس آیت قرآنیہ میں
حضرت صدیق کا ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر
اتفاق ہو کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی
سوائے اس جنگ کے جس میں حضرت ابو بکر نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین
اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ وہ فرماتے ہیں اس
سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے وجہ اور آپ کی اطاعت کے فرض
ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس
سے منہ پھرنے والے کو وہ دردناک عذاب دے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں جو شخص قوم کی تفسیر یہ کرے گا کہ اس سے
مراد اہل فارس و روم ہیں تو اسے جاننا چاہیے کہ ان کی طرف حضرت
صدیق ہمارے لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کی تکمیل حضرت عمر اور

حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی تھی اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق کے درخت وجود کی شاخیں ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ آیت میں داعی سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی ہیں۔ تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت میں اُن کے لکھا ہے

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا

کہہ دیجئے تم ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں کسی جنگ کی دعوت نہیں دی گئی اور اس پر اجماع ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ رہے حضرت علی! تو آپ کو اپنے زمانہ خلافت میں مطالبہ اسلام پر کسی جنگ کا اتفاق نہیں ہوا۔ بل طلب امامت اور رعایت حقوق کے متعلق جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے نزدیک عالم اور ان کے نزدیک کفار ہیں تو اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ ہمیں داعی کی اتباع پر اجر حسن اور جس کی نافرمانی پر عذاب الیم کا آنا واجب ہے۔ وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ پس حضرت ابو بکر خلافت کی حقیقت ثابت ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کی خلافت کسے حقیقت آپ کی خلافت کی حقیقت کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ کی خلافت سے نکلی ہیں۔ اور اسی پر مشرب ہیں لے

اے یہ جو شیعہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ کے داعی سے مراد حضرت علی ہیں۔ ابن تیمیہ ذہبی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن المطہر الحلی نے اس کی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ حضرت علی سے تاویل کی بنا پر جو مقاتلہ ہوا وہ اس آیت سے مراد نہیں بلکہ اسلام پر مقاتلہ مراد ہے حضرت علی کے زمانہ میں جو کچھ ہوا وہ تو امام کی اطاعت میں ہوا۔

چوتھی آیت

للفقراء المهاجرين الى قوله اولئك هم الصادقون

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور جس کے صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو ابھی دے۔ اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ اس سے لازم آیا کہ صحابہ نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفہ الرسول کہا وہ سچے تھے۔ اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے اسے خلیفہ نے ابی بکر بن عباس سے بیان کیا ہے۔ مگر یہ حسن کا استنباط ہے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

پانچویں آیت

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری آیت میں بیان ہوئی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اولئك الذين انعم الله علیہم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین۔

اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیقوں کے سردار ہیں۔ اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے جس پر حضرت ابوبکر اور دوسرے صدیقین تھے۔ اگر حضرت ابوبکر نام ہوتے تو آپ کی امتد اکرام جائز نہ ہوتا۔

پس ہماری بات ثابت ہو گئی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کی امامت

پر دال ہے۔
نصوص حدیثیہ وہ نصوص جن میں آپ کی خلافت کا صراحتہ یا اشارہ
ذکر ہے ان کی تعداد بہت ہے۔

پہلی حدیث شیخین نے حضرت جابر بن مطعم سے روایت کی
ہے کہ

انت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم فامرهما
ان ترجعا اليه فقالت
امرأتان ان جئت ولف
اجداك كانها تقول
الموت قال ان لم
تجدني فات ابابكر
اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم تسالنه
شيئا فقال لها تعودين
فقالت يا رسول الله ان
عدت فلم اجداك تعرضي
بالموت فقال ان جئت
فلم تجدني فات ابابكر
ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں
کسی مسئلہ کی دریافت کیلئے حاضر ہوئی۔
آپ نے فرمایا دوبارہ آنا۔ اس نے کہا
یا رسول اللہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ
موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ
رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔
فرمایا اگر تو آئے اور میں موجود نہ ہوں

الخليفة من بعدى تو ابو بکر کے پاس آ جانا جو میرے بعد
خليفة ہوں گے۔

دوسری حدیث ابو القاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت
عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يكون خلفي
عليه وسلم يقول يكون خلفي میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابو بکر
آٹھ عشر خلیفۃ ابو بکر تھوڑی دیر خلیفہ رہیں گے۔

لا يلبث الا قليلا قال الاثنته

ایک روایت میں خلیفہ کی بجائے ائمہ کے الفاظ آتے ہیں
اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کئی طریق سے رد ہے
ہے۔ جسے شیخین اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اسے انہی طرق
سے روایت کیا ہے۔

لا يزال هذا الامر عزيزاً اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور سلمان
يصوصون على من تاراهم اپنے دشمنوں پر بارہ خلیفوں تک غالب
عليه الى اثني عشر خليفة رہیں گے۔ یہ سب خلیفہ قریش میں سے
كلهم من قریش۔ ہوں گے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ

روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں لا يزال هذا الامر
ماتماً اور دوسری میں لا يزال هذا الامر ماضياً کے الفاظ آتے ہیں

ان دونوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک

روایت میں لا يزال امر الناس ماضياً ما وليهم اثنا عشر

رجلًا اور ایک روایت میں انہی ہذا الامور لا ینقضی حقہ
بعضی فیہم اثنا عشر خلیفۃ اور ایک روایت میں لایزالہ
الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کے الفاظ آئے ہیں اس روایت
کو مسلم نے بیان کیا ہے اور بزار کی روایت ہے لایزال امور امتی
قائمًا حتی یفنی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش۔ اور ابو داؤد
نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ جب آپ واپس گھر تشریف لائے
تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا تو آپ
نے فرمایا کہ چھ جگہیں ہوں گی اور ابو داؤد نے ہی کی ایک دوسری روایت
کے الفاظ یہ ہیں کہ لایزال ہذا الدین قائمًا حتی یکون علیکم
اثنا عشر خلیفۃ کلہم یجتمع علیہ الامۃ کہ یہ دین بارہ خلیفوں سے
تک قائم رہے گا۔ اور ان خلیفوں پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔

ابن مسعود سے بسند میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ
سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفے بادشاہ ہوں گے۔ تو آپ نے
جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ نبی اسرائیل کے نقیبوں کی طرح ان کی
تعاود بارہ ہوگی۔

تامنی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں بارہ سے مراد شاید یہ
ہے کہ ان کے زمانہ تک اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوگی۔ امور
اسلامی میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا۔ اور لوگ ان کی خلافت پر متفق ہوں گے
لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی۔ ان کے
زمانے میں یہ سب امور انہوں نے مشاہدہ کئے۔ یہاں تک کہ بنو امیہ

کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے زمانے میں ان کے درمیان فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت تک مسلسل پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بنو عباس کی حکومت قائم ہو گئی اور انہوں نے ان کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ سب سے احسن ہے۔ اور میں بھی اس کا مؤید ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے، تزییح دیتا ہوں۔ یحییٰ بن علیہ الناس سے مراد یہ ہے کہ لوگ انکی بیعت کے لئے اطاعت و انقیاد اختیار کریں گے جن خلفائے کے بارے میں لوگوں نے اتفاق کیا ان میں خلفائے ثلاثہ شامل ہیں۔ پھر حضرت علی ہیں یہاں تک کہ صفین میں حکمین کے تقریر کا واقعہ ہوا اور حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا۔ پھر جب حضرت حسن نے ان سے صلح کر لی تو لوگوں نے ان کی خلافت پر بھی اتفاق کر لیا۔ پھر ان کے لڑکے یزید پر بھی اتفاق ہو گیا۔ مگر حسین علیہ السلام اس صورت حال کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے۔ پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت زبیر کی شہادت کے بعد انہوں نے عبد الملک پر اتفاق کر لیا۔ پھر اس کے چاروں لڑکوں ولید سلیمان یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے درمیان سے، عمر بن عبد العزیز آ گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے ہیں اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہوئے۔ جسے اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ بنایا۔ اس نے چار سال تک خلافت کی۔ پھر لوگوں نے بغاوت کر کے اُسے

قتل کر دیا۔ اس دن سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا۔ اور پھر بنو امیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غالب آ جانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکلنے جانے کے باعث لوگوں کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلافت کے نام سے مسموم کر سکیں اور یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا۔ اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبد الملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ لے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفوں سے مراد قیامت تک ہونیوالے بارہ خلیفے ہیں جو حق کے مطابق کام کر نیوالے ہونگے خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ لے

لے اس عبارت کے بعد امام سیوطی نے حالات کی شرابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں چھ آدمی خلیفہ کہلاتے تھے اور ان کے ساتھ مصر کا عبیدی اور بغداد کا عباسی ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو علویوں اور خوارج میں سے دوسرے علاقوں میں مدعی خلافت تھے سیوطی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس تاویل کی بنا پر ابہرج سے مراد وہ قتل و غارت ہے جو فتنوں سے جنم لیتی ہے۔ لے سیوطی کہتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق کام کرنے والے ہونگے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسند نے مسند الکبیر میں ابی الجعد سے بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے لا تھلث ہذا اللمة حتی یکون منها اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدی۔ یہ امت بارہ خلیفوں کے زمانہ تک جو ہدایت کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے۔ ہلاک نہ ہوگی۔

اس کی تائید انی البلد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ حب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سے دو آدمی اہلبیت نبوی سے ہوں گے۔ اس بنا پر الہرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ و جال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت ابن زبیر، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ بعض نے مہدی عباسی کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ اس کی حیثیت عباسیوں میں درج ہے۔ جو انویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے۔ اور ظاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے۔ باقی رہ گئے دو خلیفے۔ ان کا انتظار ہے۔ ان میں سے ایک مہدی علیہ السلام ہیں جو آل بیت نبوی میں سے ہیں۔ بعض محدثین نے گذشتہ روایت کو ایک روایت کی بناء پر مہدی علیہ السلام کے بعد انبیاء کے خلفاء پر محمول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن اور پانچ حضرت حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا۔ جو ان کے دونوں کی اولاد سے نہ ہوگا۔ لیکن بارہویں آیت پر گفتگو کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا ذکر ہوگا دلائل بتایا جائے گا کہ یہ کمزور روایت ہے۔ اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری حدیث احمد نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور حذیفہ سے اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني انا واثنتان من آل بيتي

علیہ وسلم اقتدوا
باللذین من بعدی
ابی بکر و عمرؓ،

اور طبرانی نے ابی الدرداء اور حاکم نے اس کی تخریج ابن
مسعود کی حدیث سے کی ہے اور احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان
نے اپنی صحیح میں اسے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بیان
فرمایا۔

انی لا ادری ما قدر بقائی میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ آپ لوگوں
فیکم فاقتدوا باللذین من میں زندہ رہوں گا۔ پس میرے بعد
بعدی ابی بکر و عمرؓ و تمسکوا ابو بکر اور عمرؓ کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت
بہدی عمار و ماخذکم سے تسک کرنا۔ اور ابن مسعود جو تم سے
ابن مسعود فصدقوا کہیں اس کی تصدیق کرنا۔

ترمذی نے ابن مسعود، روایانی نے حذیفہ اور ابن عدی
نے انس سے روایت کی ہے کہ

اقتدوا باللذین من بعدی یعنی میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابو بکر
من اصحابی ابی بکر و عمرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت پر
واقتدوا بہدی عمار چلتا اور ابن مسعود کے عہد سے تسک
و تمسکوا العہد ابن مسعود کرنا۔

چوتھی حدیث شیخین نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔
ان الله تبارک و تعالیٰ کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور

خیر عبد ابن الدنیا و بین جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس میں اختیار
 ما عندہ فاختر لہا دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے
 العبد ما عند اللہ فیکو اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ
 ابوبکر و قال بل نفدیک کے پاس ہے۔ اُسے پسند کیا۔ اس بات
 یا ابا سنا و امہاتنا فعینا کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رو پڑے اور کہا
 لیکائنہ ان ینخبو رسول ہمارے مال باپ آپ پر قربان ہوں میں
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ
 عن عبد خیرہ اللہ فکان حضور علیہ السلام نے ایک بندے کے بارے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں پھر دی ہے کہ اللہ نے اُسے اختیار دیا
 وسلم ہوا الخیر و کان تھا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ
 ابوبکر و علمنا فقال رسول خود حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور ابوبکر
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ رسول
 ان من امن الناس علی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 فی صریحتہ و مالہ ابابکر ابوبکر کی صحبت اور مال نے مجھے بڑا سکون
 و لو کنت متخذ الخلیف بخشا ہے۔ اگر خدا کے سوا میں کسی کو دوست
 غیر ربی لا یتخذ ابابکر بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلامی
 خلیفہ و لکن اخو الاسلام بھائی چارہ اور اس کی محبت رہے گی۔
 و مردتہ لا یبقین باب ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ
 الاسد الذباب ابی بکر کھلا نہ رہے۔

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے
 سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور عبد اللہ بن احمد سے آخر میں

یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ابو بکر میرے یارِ نثار اور مولس ہیں۔ مسجد میں ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اور بنجارہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے مال نے مجھے ابو بکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی تمام کھڑکیاں، سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے بند کر دی جائیں۔ اور ابن عدی کی روایت کے آخر میں ہے کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابو بکر کے دروازے کے بند کر دیے جائیں۔ یہ روایت بہت سے طرق سے مروی ہے۔ جن میں حذیفہ، انس، عائشہ، ابن عباس اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

علمائے کہا ہے کہ ان احادیث میں خلافت صدیق کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ خلیفہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قرب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث حاکم نے حضرت انس سے اس حدیث صحیح کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

بعثنی بنو المصطلق الحسے مجھے بنو مصطلق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم کس کو صدقات دینے میں نے آکر آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابو بکر کو اور جو شخص ابو بکر کو صدقہ دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا نائب

الصدقة اليه كونه خليفة ہوگا کیونکہ صدقات لینے کا متولی وہی
اذا هو المتولى قبض الصدقة ہے۔

چھٹی حدیث مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ
قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرض الموت مني انا اباء
والذي مات فيه ادعى اباءه واخاله حتى اكتب كتابا فاني اخاف ان يتجن متهمين
ويقول كل ما في سب من سب مني من اولي هولاء منكم قالوا يا رسول الله
اننا اولي ربا بالي الله الله تعالى اور مومن ابو بکر کے سوا کسی اور
والمؤمنون الا ابابکر سے راضی نہ ہوں گے

احمد اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے کئی طرق
سے بیان کیا ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ مجھے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس
عبدالرحمن بن ابوبکر کو بلا لاؤ۔ میں ابوبکر کے بارے میں ایک تحریر رکھ
دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔ پھر فرمایا اس بات کو
چھوڑ دو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن ابو بکر کے بارے میں اختلاف کریں
اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ
اور مومن تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے۔
ساتویں حدیث شیعین نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی
ہے کہ

موضوع النبى صلى الله عليه
 وسلم فاشتد مدخله فقال
 مدوا ابا بكر فليصل بالناس
 قالت عائشة يا رسول الله
 انه رجل رقيق اذا قام
 مقامه لم يستطع ان يصلى
 بالناس فقال موسى ابا بكر
 فليصل بالناس فعاتت
 فقال موسى ابا بكر فليصل
 بالناس فعاتت صواحبه
 يوسف فاناها الرسول نصلى
 بالناس فى حياة رسول الله
 صلى الله عليه وسلم وفى
 روايته انها لما راجعت
 فلم يوجع لها قالت لحفصة
 قولى له يا موعظ فقال
 له فابى حتى غضب وقال
 انتن او انكن او لانتن
 صواحبه يوسف مدوا
 ابا بكر
 جب نبى كريم صلى الله عليه وسلم کا مرض
 شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا
 ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
 حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 وہ رقيق القلب آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ
 کھڑے ہو کر وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے
 آپ نے فرمایا ابو بکر کو حکم دے دو کہ
 لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ
 نے دوبارہ وہی بات دہرائی آپ نے
 پھر فرمایا ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز
 پڑھائیں۔ تم تو یوسف والیاں ہو حضرت
 ابو بکر کے پاس ایچی آیا تو آپ نے حضور
 کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور
 اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
 عائشہ نے آپ کو دوبارہ کہا تو آپ نے
 حضرت عائشہ کو جواب نہیں دیا۔ اس پر
 حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا
 کہ آپ حضور کو کہیں کہ وہ حضرت عمر کو
 حکم دیں۔ انہوں نے کہا تو آپ نے انکار
 کیا اور غصے ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں
 ہو۔ ابو بکر کو حکم دو۔

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث متواتر ہے جو حضرت عائشہ

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمرہ، ابوسعید، علی بن ابی

طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض طرق میں

حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے مراجعہ کیا اور آپ سے بکثرت مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں

کیا کہ میرے دل میں یہ بات پڑ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی شخص سے

محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا۔ اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی

تھی کہ جو شخص آپ کا جانشین بنے گا۔ لوگ اسے منحوس خیال کرینگے

میں چاہتی تھی کہ ابوبکر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقول

سی ثابت فرمادیں اور ابن زمرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر دایاں موجود نہیں تھے۔

اس پر حضرت عمر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ تو رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ اور سلمان ابوبکر کے سوا کسی

کو قبول نہ کریں گے۔ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں

اور انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ابوبکر سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں

کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر دروازے پر مجھے ایک حجت

کے ساتھ ملے۔ مگر ان میں ابوبکر موجود نہ تھے۔ تو میں نے کہا،

اے عمر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ جب آپ نے بکیر کہی تو آپ کے

بلند آواز ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے بھی سُن لی۔ اور تین بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے

سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔ اور ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر نے تجبیر کہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز کو سنا اور برفروختہ ہو کر سر اٹھا کر فرمایا ابن ابی قحافہ کدھر ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت صدیق علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل اور امامت و خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس سے یہ ضروری علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو مہاجرین و انصار کی موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا

يَوْمَ الْقِيَامِ اقْرَءُوهُمْ كِتَابَ لِيْنِي كِتَابَ اللّٰهِ كَا زِيَادَةِ عَالَمٍ تَوْحِدَ كِي
اللّٰهُ - امامت کرے۔

پس پتہ چلا کہ ابو بکر سب صحابہ سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ اور صحابہ نے خود بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور بیعت کی فضیلت کے بارے میں آپ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ان میں سے حضرت علی بھی شامل ہیں۔ اور ابن عساکر نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں اس کا شاہد ہوں اور میں کہیں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی۔ پس ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز سے راضی ہو گئے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ زمانہ نبوی میں ہی آپ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے۔ احمد، ابو داؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ نبی عمر بن عوف کے درمیان جنگ ہوئی اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو آپ ان کی آپس میں صلح کروانے کیلئے ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا اسے بلال اگر نماز کا وقت آجائے اور میں نہ آؤں تو ابو بکر کو کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ جب نماز عصر کا وقت آیا۔ بلال نے امامت نماز بھی اور حضرت ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے نماز پڑھا لی۔ آپ کے تقرر اور نماز میں مقدم کرنے میں اس بات کی تصریح اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور عالم امام کے تقرر سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات، ترک محرمات، اجیائے سُنن اور یدِ مَعامت کو مٹانے سے شعائرِ دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے امورِ دینی اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستعین کو پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امورِ دینیہ کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوں۔ کیونکہ صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان کے امورِ معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان مامون ہوں اور یہ حقدار کو اس کا حق ملے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی امامت عظمیٰ پر راضی ہوئے۔ کیونکہ انہیں نماز میں امامت کیلئے آپ نے مقدم کیا تھا۔ اور پھر جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ سب لوگوں کا آپ کی امامت پر اجماع

سہو گیا تھا۔

ابن عدی نے ابو بکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ مجھ
 یارون رشید نے کہا اسے ابو بکر لوگوں نے ابو بکر الصديق کو کیسے خلیفہ
 بنالیا۔ میں نے جواب دیا امیر المؤمنین، خدا، اس کے رسول اور مومنین
 سب نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے وہ خلیفہ بن گئے۔ اس نے
 کہا تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکیل دیا ہے۔ میں نے کہا اسے
 امیر المؤمنین حضور علیہ السلام آٹھ دن بیمار رہے تو آپ کے پاس حضرت
 بلال نے آکر لوچھا یا رسول اللہ لوگوں کو نب زکون پڑھائے تو آپ
 نے فرمایا ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے۔ تو حضرت ابو بکر نے آٹھ
 دن لوگوں کو نب ز پڑھائی اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سکوت کرنے کی وجہ سے خاموش
 رہے اور مومنوں نے حضور علیہ السلام کے سکوت کی وجہ سے خاموشی
 اختیار کی۔ یارون الرشید کو یہ بات پسند آئی تو اس نے کہا

بارک اللہ فیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی ہے کہ

ما نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وضع فی البناء حجراً
 قال قال لابی بکر وضع حجراً الی
 جنب حجری ثم قال لعمریع
 حجراً الی جنب حجری الی بکمر
 ثم قال لعثمان وضع حجراً الی جنب
 حجری ثم قال لعلیاء الخلفاء بعدی

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مسجد تعمیر کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر
 رکھا۔ اور ابو بکر سے کہا کہ آپ اپنا پتھر
 میرے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر عمر سے
 کہا آپ اپنا پتھر ابو بکر کے پتھر کے پہلو
 میں رکھیں پھر عثمان سے کہا آپ اپنا پتھر

عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر فرمایا
یہ میرے بعد خلیفے ہوں گے۔

ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی اسناد میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں
حاکم نے اسے مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اسے الدلائل میں
بیان کیا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔ ایک
عثمان سے فرمایا کہ اپنا پتھر عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ اس میں ان لوگوں کا
رد پیش کیا گیا ہے جو خیال کرتے ہیں کہ اس میں انکی قبروں کی طرف اشارہ
ہے۔ کیونکہ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ میرے بعد خلیفے
ہوں گے۔ صحیحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ترتیب خلافت مراد ہے۔
نوئل حدیث شیعین نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا

روایت کافی اندر بدلو
بکوة علی قلیب لم تطو
نجاء ابوکمر فنزع ذنوبا
مئلۃ ماء او قریبۃ
من ملئۃ اردن فینا
نوعا ضعیفا واللہ لیفرلہ
ثم جاء عمرو فاستقی
فاستحالت غویا فلم ار
مبقی یا من الناس
یفری فوریہ حتی روسی

میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر
لگی ہوئی چرخ سے ڈول نکال رہا ہوں۔
جسے پٹیا نہیں گیا۔ پھر ابوبکر آئے تو انہوں
نے پانی سے بھرا ہوا یا قریباً بھرا ہوا
ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے
نکالنے میں فتضعفوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں
بخشنے پھر عمر آئے۔ انہوں نے ڈول اس
حالت میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا
میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا
نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ یہاں

اناس وضو بوا بطن تک کہ لوگ سیراب ہو گئے ، اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ بنائی ۔

اور شیخین ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا ، جس پر ڈول تھا ، میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ، پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ اُسے بخشے ، جب عمر تے اسے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا ، میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو ، یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے ۔

اور انہی کی ایک اور روایت ہے کہ میں ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں کہ میرے پاس ابو بکر اور عمر آ گئے ، اور ابو بکر نے ڈول لے کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں ضعف تھا ، پھر عمر نے ابو بکر کے ہاتھ سے وہ ڈول لے لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا ، میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو ، یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ابھی ڈول نہیں نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے ، اور غرض سے پانی خوش مار رہا تھا ، ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاس ابو بکر آئے اور انہوں نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے مجھ سے ڈول لیا ، ایک روایت میں ہے میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور

ابوبکر نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے ہیں مگر ان کے نکالنے میں
صنعت ہے۔

نورحی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس
ابوبکر اور عمر کی خلافت اور حضرت عمر کے زمانے میں ہونے والی
بحث فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض دوسروں
نے کہا ہے کہ دونوں خلیفوں کے زمانے میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے
اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ پہنچا اس خواب میں اُسے مثالی طور
پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ وہ صاحب امر تھے اور اکمل مقام پر فائز تھے
اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کئے پھر ابوبکر آپ کے جانشین ہوئے
اور مرتدین سے جنگ کر کے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پھر عمر ان کے جانشین
ہوئے اور ان کے زمانے میں اسلام پھیلا تو مسلمانوں کا معاملہ اس
کنویں کے مشابہ ہو گیا جس میں حیات بخش پانی ہو اور ان کا امیر اس
کنویں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور حضور نے یہ جو فرمایا ہے
کہ ابوبکر نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس
میں آپ کی وفات کے بعد ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ
موت دنیا کی تکالیف سے راحت کا باعث ہوتی ہے۔ پس ابوبکر امور
امت کی تدبیر اور ان کے احوال کی نگہداشت کے لئے کھڑے ہو گئے۔
اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں صنعت تھا۔ اس میں اس
بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی مدت ولایت کم ہوگی اور عمر کی ولایت
کا زمانہ لمبا ہوگا۔ اور لوگ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ اور

فتوحات کی کثرت، شہروں کی آبادی اور دوا دین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ اور حضور کا یہ فرمان کہ اللہ انہیں بخشے۔ اس میں کوئی نقص کی بات نہیں۔ اور نہ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی بات کی طرف خاص توہم دینا مطلوب ہوتا ہے۔

احمد اور ابو داؤد نے سمروہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے ٹپکایا گیا ہے کہ ابو بکر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑا اور پھوٹا سا پایا۔ پھر عمر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑ کر اتنا پایا کہ سیاہ ہو گئے۔ پھر عثمان آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پایا اور سیر ہو گئے پھر علی آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا۔ اور اسکے کچھ قطرے ان پر پڑے۔

دسویں حدیث ابو بکر الشافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جب آپ نے ابو بکر کو مقدم کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں نے ابو بکر کو مقدم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مقدم کیا ہے۔

گیارہویں حدیث احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ الخلافت ثلاثون عاما ثم خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے

یكون بعد ذلك الملك . بعد ملوکیت ہو جائے گی ۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی ۔ پھر ظالم ملوکیت میں بدل جائے گی ۔ یعنی رعیت پر ظلم و زیادتی ہوگی ۔

علماء نے کہا ہے کہ آپ کے بعد خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ تک تیس سال ہو گئے تھے ۔ جس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی ۔

سید بن جہان سے کہا گیا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے ۔ فرمایا نہ رقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ۔ وہ تو بدترین بادشاہ ہیں ۔ اگر آپ کہیں کہ یہ حدیث بارہ خلیفوں والی حدیث کے خلاف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں ۔ کیونکہ اس جگہ ال کمال کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کا ملہ ہوگی ۔ جو خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ میں منحصر ہوگی ۔ کیونکہ آپ کا زمانہ تیس سال مکمل کرنے والا ہے ۔ پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی ۔ جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا ۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے ۔ اور دوسرے قولی کے مطابق اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ جن کمالات کے حامل پہلے پانچ خلفاء تھے ۔ بعد میں آنے والے ان کمالات کے حامل نہیں ہوں گے ۔

بارہوی حدیث دارقطنی ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت

عملی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا۔ **تیسرھویں حدیث** ابن سعد نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے فریب میں آجاتا ہوں۔ فرمایا تیرا راستہ لوگوں سے الگ ہوگا پھر کہا میں اپنے سینے میں دو قسم کی نرمی پاتا ہوں۔ یا دو قسم کے طریق پاتا ہوں۔ **چودھویں حدیث** بزار نے سند حسن سے امین امت عبیدہ بن الجراح سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اول دینکم بآئینہ نبوتہ و آپ کے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت رحمتہ تم یوں خلافت و ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر ملکیت رحمتہ تم یوں ملکاتو اور حریت ہے۔

حدیث

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے ابوبکر کی خلافت کو رحمت ثابت کیا ہے کیونکہ یہی خلافت نبوت اور رحمت کے زمانے کی مالک ہوئی ہے جس سے اس کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس کی حقیقت سے بقیہ خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے ابن عساکر نے ابی بکر سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس آیا تو آپ کے پاس لوگ کوئی چیز کھا رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کے آخر میں نظر اٹھا کر ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے پہلی کتب میں کیا پڑھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ

اس کا صدق ہو گا۔ اور ابن عباسؓ نے محمد بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ
 مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے حسن بصری کے پاس بعض باتیں دریافت
 کرنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ سے کہا کہ لوگ جس بات کے متعلق
 آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے بارے میں اطمینان دلائیں کہ
 کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا تو حسن بصری
 سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تیرا باپ نہ رہے کیا ان لوگوں
 کو اس بارے میں شک ہے۔ قسم بخدا آپ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور
 آپ اعلم باللہ اتقی اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے
 اگر آپ کو ایسا حکم نہ دیا جاتا تو آپ خوف الہی سے مرجاتے۔

فصل چہارم

اسے باتے کے بیان سے ملے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے پر کوئی نص بیان فرمائی ہے

یاد رکھنا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جو شخص ان احادیث پر غور کرے گا جو ہم قبل ازیں پیش کر چکے ہیں۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں آپ نے خلافت ابو بکر کے متعلق واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہی نقطہ نگاہ محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور یہی حقیقت بات ہے۔

ابن حزم نے فقہ العروس میں حضرت ابو بکر کے بارے میں لکھا ہے کہ میں جس اللہ کا تابع فرمان ہوں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی انہیں خلافت دے دی تھی اور اہل اسلام نے اجماع کے ذریعہ اس کا نام اللہ کے رسول کا خلیفہ رکھ کر اسے منصوص کر دیا تھا۔ آپ کے علاوہ یہ نام کسی کو نہیں دیا گیا۔ نہ ہی اس شخص کا نام خلیفہ رکھا گیا جس کو آپ نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا۔ اور نہ ہی اس کا جو جرح اور عزوات میں نمازوں میں آپ کا جانشین بنا۔ پھر سابقہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ پس ابو بکر منصوص خلیفہ ہے اور کئی نے ترتیب الاداریہ میں علو شارح جمع الجوامع کا قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت پر کوئی نص مزج موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مسقیفہ کے روز لوگوں کو تردد نہ ہوتا۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ آپ نے کسی ایک کے متعلق بھی نص بیان نہیں فرمائی اور انکی موید وہ روایت ہے۔ جسے ہزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ

قالوا یا رسول اللہ! لا تستخلف علینا قال انی ان استخلف علیکم فتعصون حذیفتی ینزل علیکم العذاب
لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے۔ آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں منقطع ہے۔

اسے شرح المقاصد میں ہے کہ متکلمین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نص جلی کا مذہب ہشام بن الحکم نے وضع کیا ہے اور ابن الروانذی ابو نعیم وراق اور اس قسم کے دوسرے لوگوں نے اسکی مدد کی ہے پھر ان کے اسلاف و انفس نے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے شوق میں اسے روایت کیا ہے اور نص خفی کا قول حسن بھری سے بیان کیا گیا ہے اور فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خطبات سے نص کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی۔ اسس روایت کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ کذابین سے مروی ہے اگر روایت موجود ہوتی تو ہمیں معلوم ہوتی اور مشہور ہوتی۔

اس میں منقطع شریک القاضی کی وجہ سے ہے جسے ذہبی نے نرم قرار دیا ہے۔ اور اس پر تشیع کی ہمت لگائی ہے اور ابوالفتحان کی وجہ سے بھی اس میں منقطع ہے۔ اس کا نام عثمان بن عمر ہے۔

ادریغین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر خلیفہ کے تقرر کے بارے میں طعن کیا گیا تو آپ نے کہا اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی ابوبکر نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑتا ہوں تو اس نے بھی تم کو ایسے ہی چھوڑا تھا۔ جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور احمد اور بیہقی نے بسند حسن حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آپ معرکہ جمل میں غالب آگئے تو فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے اس امارت کے بارے میں ہم سے کوئی ہمد نہیں کیا تھا۔ ہم نے رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے۔ اور رحلت فرما گئے پھر ابوبکر نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے اور دین بھی ثابت و قائم رہا۔ پھر دنیا کے طلبکار لوگ آگئے۔ ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمائے گا۔

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا۔ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی کئے دیتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کی مشیت لوگوں کی بھلائی میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق کر دے گا۔ ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

نے سیوطی میں حضرت علی کی بجائے عمر بن عثمان کا نام آیا ہے۔

وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے ابو بکر کو نماز میں مقدم کیا ہے تو ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز پر راضی ہو گئے۔ جس پر حضور علیہ السلام ہمارے دین کیلئے راضی ہوئے تھے تو ہم نے ابو بکر کو مقدم کر دیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جہان سے اور اس نے

سفینہ سے روایت کی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر
وسلمہ قال لا بی بکرو عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ
عمر و عثمان ہولا عمر میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔
الخلفاء بعدی۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی متابعت حدیث نہیں ملی کیونکہ
حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ہولا عمر
الخلفاء بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ نہ مقرر کرنے میں
کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خلیفہ مقرر
نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کے
خلیفہ ہونے کے بارے میں معین طور پر نہیں فرمایا اور جہاں یہ بیان
ہے کہ آپ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا
ہے تو بلاشبہ قرب وفات سے قبل نص کا احتمال موجود ہے۔ اگرچہ
موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
جہو نے جن میں حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عثمان شامل ہیں۔

انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے۔ اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو منصوب نہیں کیا اور نہ کسی کی خلافت کے بارے میں حکم دیا ہے۔ مال بخاری میں حضرت عثمان کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ابو بکر کی خلافت منصوب ہے۔ ہجرت حبشہ کے بارے میں حضرت عثمان سے ایک روایت ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔ اور آپ کی بیعت کی ہے اور قسم بخدا میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ آپ سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا اور خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی۔ اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر عمر خلیفہ بنے تو خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔

آپ حضرت عثمان کے اس قول پر غور فرمائیں کہ
 ثم استخلف الله ابا بکر یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا۔
 اور عمر کے بارے میں کہا ہے کہ

ثم استخلف عمر یعنی پھر عمر خلیفہ بنے۔

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ابو بکر کی خلافت منصوب ہے اور جب اس بات کو گزشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر منصوب ہونے کا ذکر ہے۔ ملا کر غور کیا جائے تو دونوں باتوں میں توافق کی وہی صورت ہوگی جس کا ہم پہلے تذکرہ کر آئے ہیں حاصل

مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کو اعلام الہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ خلافت کس کو ملے گی، اس کے باوجود آپ کو کسی معین شخص کے بارہ میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہاں بظاہر آپ نے ایسی باتیں کیں جن سے یہ امر ترشح ہوتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت ابو بکر کو ملے گی۔ اور جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ نے اس کے بارے میں خبر بھی دے دی۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کو علم واقعی حاصل ہو گا جو حقیقت میں حق کے موافق ہو گا۔ یا امر واقعہ اس کے خلاف ہو گا۔ بہر حال اگر امت کو ابو بکر کے علاوہ کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو حضور علیہ السلام ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش کرتے اور نص صلی میں ذکر فرماتے۔ اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو جاتی۔ یہاں تک کہ امت کو پتہ چل جاتا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ لوگوں کو اس لئے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے کیونکہ یہ بات وجوب تبلیغ کو مصادف نہیں کرتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں تبلیغ کی ہے۔ حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ وہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے میں یہ علم ہونا کہ وہ حکم کو نہیں مانیں گے اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی۔ نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امر

امامت کے بارے میں ایک درد آئییوں کو خفیہ طور پر بہتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی مفید نہیں کیونکہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اسے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرت تبلیغ کے باعث مشہور ہو جانا چاہیے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس بات کو پہنچانا ایک مشہور بات ہے۔ مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے زمانے کے بعد شہر نہیں ہوئی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر ہجرات دین کی طرح منقول ہوتی۔ شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علیؑ کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا جھوٹا ہونا لازم آیا۔ انہوں نے اس جیسی خبروں سے اپنے ورق ہی سیاہ کئے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علیؑ کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی۔ ان احادیث کا مشہور ہونا تو درکنار ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ احادیث کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس کا علم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے حدیث کی چھان پٹھک میں عمریں گزار دی ہیں۔ جبکہ انہیں بے شمار ایسی حدیثیں مل گئی ہیں جنہیں انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادتہ کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احادیث کی صحت کے علم میں منفرد ہوں۔ حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کا ہے۔ اور نہ کسی محدث کے صحبت یا فتنہ کا ہے۔

اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے
اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھادی ہیں۔ اور اپنی تمام کوششیں
تلاش حدیث میں لگا دی ہیں اور جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم
ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا ہے اس کے پاس پہنچنے کے
لئے بھی انہوں نے سعی کی ہے۔

پس عادت قطعہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت
علی کے بارے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور
مبہل ساز ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط
ہے۔ کیونکہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے۔ اور نہ وہ کسی محدث
کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ہاں احاد میں یہ
خبر موجود ہے کہ

انت منی بعنزلۃ ہارون یعنی آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس
من موسیٰ۔ ہارون موسیٰ سے تھے۔

اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ

من کنت مولایا فعلی مولایا کہ جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اسے
محبوب ہے۔

غفریب ان دونوں کا مفضل جواب آئے گا۔ ان میں سے
کوئی ایک حدیث بھی بطور نص یا اشارہ حضرت علی کی خلافت پر دلالت
نہیں کرتی۔ اگر کرتی ہوتی تو تمام صحابہ کا خطا کار ہونا لازم آتا کیونکہ ان
کا اجماع ملامت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل مبتدعین کے خلاف
ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ ان دونوں محدثوں سے جو وہم

انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرض کے طور پر اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں حدیثیں اس مفہوم کی متحمل نہیں جیسے کہ آئندہ ذکر ہوگا پس واضح ہو گیا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے رقی سیاہ کئے ہیں وہ ان کے خیال پر دلالت نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت علی یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا۔ اگر کوئی ایسی نص موجود ہوتی تو سقیفہ کے روز جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو اُسے ضرور پیش کیا جاتا یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا کیونکہ اس کا بیان کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اُسے تفسیر کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ جو شخص ان کے حالات کا قہور اس کا علم بھی رکھتا ہے وہ یہ وہم بھی نہیں کرے گا کہ محض اس نص کے ذکر کر دینے سے جبکہ دہاں امامت کے بارے میں ہی تنازع چل رہا تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے حالانکہ دہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی سے قوت و شوکت میں نہایت ہی کمتر تھے۔ انہیں قتل کرنا تو درکنار کسی کو نہاں سے بھروسہ اذیت نہیں پہنچائی گئی۔

پس اس سے خصوصاً منحوس تفسیر کا بطلان واضح ہو گیا اور حضرت علی واقعہ جناب سے بھی واقف تھے۔ باوجودیکہ اس کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول و فعل سے ایذا نہ پہنچائی حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی اور آپ کی قوم کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی عادتہ متنع ہے کہ وہ

لوگوں کے سامنے اس شخص کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرح رجوع نہ کرتے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدوں کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور عصمت بالحق کی وجہ سے محفوظ نفس کی پیروی سے بہت دُور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح بخاری القوی فی تفرغہ، وہ بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے۔ جن میں اس امر کے امین ابو عبیدہ بھی شامل تھے جیسا کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے۔ پس ان کے بارے میں یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لئے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے ہیں۔ خدا کی پناہ اس سے کہ ان کے بارے میں شرعاً یا عادتاً اس بات کو جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ دین میں خیانت ہے۔ اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے بارے میں جو کچھ ان سے منقول ہے اس سے امان اٹھ جائے گا۔ اور دین کے امور کا کچھ بھی اعتبار نہ رہے گا۔ حالانکہ حضرت علی نے جمیع اصول و فروع انہیں سے اخذ کئے ہیں اور حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کی تنقیص ہے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ اسی توہم کی وجہ سے بعض محدثین نے اُن کی تکفیر کی ہے۔ جیسے کہ آگے بیان ہوگا۔ اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی کی امامت پر کوئی شخص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا، مگر حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں

آپ مطہر بالا میں واضح نصوص دیکھ چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کی خلافت پر بھی کوئی نص موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے۔ اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی، عباس، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تَخلف اختیار کیا۔ اس کا مکمل جواب گزر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر نے انکی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلاوہ نہیں ہے۔ اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں۔ اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کیسے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔



شیعوں اور روافض کے شبہات کا تذکرہ اور دلائل واضحہ سے ان کے ابطال کا بیان



مہملہ شبہہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو عملاً کوئی ایسا کام سپرد نہیں کیا جس میں شرعی اور سیاسی قوانین کو قائم کرنا پڑے۔ جس سے واضح پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کاموں کو احسن طور پر سرانجام نہ دے سکتے تھے اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے تو ان کی امامت درست نہ ہوئی۔ کیونکہ امام کی ایک شرط شجاع ہونا بھی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شامل ہوا اور نو غزوات میں میں ان دستوں میں شامل ہوا جنہیں آپؐ بھیجا کرتے تھے۔ ان میں کبھی حضرت ابو بکرؓ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی حضرت اسامہؓ۔ اور سنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو امیرِ حج بھی مقرر فرمایا۔ پس یہ خیال کہ وہ انصاف کاموں کو اچھی طرح سرانجام نہ دے سکتے تھے باطل ثابت ہوا۔ خود حضرت علیؓ

اس بات کے معترف ہیں کہ آپ سب صحابہ سے شجاع تھے۔ بنار نے اپنی مسند میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بتاؤ سب لوگوں سے کون شخص بہادر ہے۔ لوگوں نے کہا آپ سب سے بہادر ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں نے جس کسی سے مقابلہ کیا ہے میں تو اس سے آدھا ہی رہا ہوں۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ مجھے بتایا جائے کہ لوگوں میں سے بہادر شخص کون ہے۔ لوگوں نے کہا ہیں اس کا علم نہیں کہ کون شخص بہادر ہے۔ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سب سے بہادر ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بدر کا معرکہ ہوا تو ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چھتر تیار کیا تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ آور نہ ہو۔ خدا کی قسم ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا۔ مگر ابوبکرؓ تلوار سونے ہوئے حضورؐ علیہ السلام کے سر پر گھڑے رہے جو کوئی آپ پر حملہ کیلئے آتا آپ اس پر حملہ آور ہو جاتے۔ پس آپ سب لوگوں سے بہادر تھے۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپ کو کھینچ رہا ہے اور کوئی دھکے دے رہا ہے اور آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہی نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ قسم بخدا ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ بچھٹکا۔ مگر ابوبکرؓ ایک کو مار رہے ہیں دوسرے کو کھینچ رہے ہیں۔ کسی کو دھکے دے رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں تمہارا بڑا ہوتا ہے تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علیؑ نے اپنے اوپر والی چادر اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ آل فرعون کا مومن اچھا ہے یا ابوبکرؓ؟ تو لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کی آپ نے فرمایا لوگو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابوبکرؓ کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے اس مومن سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کو

چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا ہے۔

بخاری نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر سختی سے آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکرؓ نے آکر اسے ہٹایا اور کہا: کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکرؓ مسلمان نہ ہوئے تو آپؐ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

ابن عساکر نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز فرشتوں نے ایک دوسرے سے بل کر کہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابو بکرؓ پھر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

احمد، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز حضور علیہ السلام نے مجھے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم میں سے ایک گیساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بتا دیا تھا کہ ابن لجم آپ کو قتل کرے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے بہادر تھے۔ کیونکہ جب حضرت علیؓ ابن لجم سے ملے تو فرماتے کہ تو میرے سر کے خون سے میری داڑھی کو کب رنگے گا نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا قاتل ہے جیسا کہ آپ کے حالات کے آخر میں

اس کا ذکر ہوگا۔ پس جب آپ جنگ میں کسی اور کے مقابل سے نبرد آزما ہوتے تو آپ کو اس بات کا علم ہوتا تھا کہ یہ شخص مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ تو آپ اس سے ایسے پیش آتے گویا آپ بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو اپنے قاتل کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے جب آپ جنگ میں جاتے تو آپ کو علم نہ ہوتا کہ میں قتل ہوں گا یا بچ رہوں گا۔ پس جو شخص اس حال میں جنگ میں شامل ہو کہ اسے اپنے مرنے یا جینے کا علم نہ ہو اُسے اس آدمی کے ساتھ قیاس نہیں کیا جاسکتا جو بستر پر سوئے ہوئے شخص کی مانند ہو کیونکہ اُسے تو حلقہ کرنے، جھاگ دوڑ کرنے اور خوف و تکلیف کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

مرتدین کے ساتھ معرکہ اُڑائی میں بھی آپ کی شجاعت مشہور ہو چکی ہے۔ اسماعیلی نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عربوں میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے نہ زکوٰۃ دیں گے۔ تو میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا اے خلیفۃ الرسول، لوگوں سے نرمی اور الفت سے پیش آئیں۔ کیونکہ یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا مجھے تو آپ سے مدد کی امید تھی۔ مگر آپ جواب دئے جاسے ہیسے۔ جاہلیت میں آپ سخت تھے اور اسلام میں آکر کمزور ہو گئے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں انہیں شعر و سحر سے پہلاؤں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے۔ اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھے وہ رستی دینے سے انکار کیا جسے دودھ دوہتے وقت جانور کی ٹانگوں کو باندھتے ہیں تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے انہیں اس معاملہ میں اپنے سے بھی زیادہ تیز اور کارگر پایا اور آپ نے لوگوں کو بہت سے امور میں ایسا موڑ بنا دیا تھا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان

کے معاملات نبٹانے میں بہت آسانی ہو گئی۔

پس آپ کو ان کی شہادت کا علم ہو گیا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی آپ کی عظمت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے امامت عظمیٰ کیلئے آپ کو مقدم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ دو وصف امامت کیلئے بڑے اہم ہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ان دو وصفوں سے آپ کے متقف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر جھاگ جائیں گے تو آپ نے کہا جا کر لات کی ضرر گاہ چوسو! کیا ہم آپ سے جھاگ جائیں گے۔ یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔ یعنی آپ نے اس امر کو مستبعد قرار دیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عروہ کو برا کہنے میں بالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ آپ نے لات بیت کو معبود قرار دے کر عروہ کو اس کی اُمرت قرار دیا ہے اور اس نے آپ کی نسبت جو قرار ہونے کی بات کہی تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات کہی جو اسے غضبناک کر دے۔ ختنہ کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ باقی رہ جاتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ عرب اس لفظ کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کن بُرے الفاظ کے ساتھ، جن سے

زیادہ بُرے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں۔ اس قوی اور زبردست کافر کے ساتھ گفتگو کی ہے اور اس کی قوت و شوکت سے بالکل خائف نہیں ہوئے حالانکہ کفار نے اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن حضرت ابو بکرؓ کے سوا صحابہ میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے جب اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ سے فرار اختیار کر جائیں گے صرف حضرت ابو بکرؓ

نے اُسے جواب دیا پس پتہ چلا کہ آپ تمام صحابہ سے دلیر تھے۔ جیسے کہ حضرت علیؓ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا مانعین زکوٰۃ سے تہہ جنگ کرنا اور اس پر ڈٹ جانا بھی آپ کی عظیم شجاعت کی بات ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں مفصلاً طور پر اور مختصر طور پر بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کا لعین میلہ اور اس کی قوم بنو حنیفہ سے جنگ کرنا بھی آپ کی شجاعت کی دلیل ہے۔ حالانکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے جنگجو اور سخت آدمی ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زہری اور کلبی بھی شامل ہیں۔ لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں سے نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ کا بڑے دہشت ناک مصائب کے سامنے جو بڑے بڑے داناؤں کا پتہ پانی کر دیتے ہیں۔ بسینہ پیر ہو جانا بھی آپ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے مثلاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت لوگ حیران اور پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے لوگ لڑکھڑا گئے۔ اور کہا کہ حضور علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور جس نے ایسا خیال کیا میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اس وقت بھی آپ ثابت قدم رہے جب آپ مدینہ کے بالائی علاقہ سے جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ تشریف لائے تو حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو آپ نے معلوم کر لیا کہ آپ وفات پا چکے ہیں تو آپ نے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اور گریہ کناں ہوئے پھر لوگوں کی طرف گئے اور حضرت عمرؓ سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا۔ لیکن انہوں نے اپنی پریشانی کی وجہ اس بات کو قبول نہ کیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ لوگ آپ کی علوشان اور تقدم کی وجہ سے آپ کے پاس سمٹ آئے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”جو تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے۔ وہ نوٹ کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے

ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم۔
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے رسول بھی گزر چکے۔ کیا اگر آپ فوت یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ ایڑ لوٹنے بل پھر جاؤ گے

سنجاری لے وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس وقت لوگوں نے آپ کی وفات کی تصدیق کی اور وہ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے۔ جو یا اس عظیم واقعہ سے قبل انہوں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ آپ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عظیمند تھے۔

تمام اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب ریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابو بکرؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

طبرانی اور ابونعیم وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجے گا ارادہ فرمایا تو صحابہ میں سے بعض لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جن میں حضرت ابو بکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور اسید بن حضیر شامل تھے۔ ہر آدمی نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا معاذ! تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ میری رائے وہی ہے جو ابو بکرؓ کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

اے آپ کے مدد خلافت میں پے درپے فتوحات ہوئیں اور جزیرہ عرب شرک سے پاک ہو گیا اور رومیوں کو شام اور اس کی اطراف سے جلا وطن کر دیا گیا۔ اور ایرانیوں کو حذر سواد اور اطراف عراق سے باوجود قوت و شوکت اور اموال کی کثرت اور انتہائی مات کے نکال باہر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے۔

طبرانی نے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کی خطا کو پسند نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ سے مائتہ الرائے اور عقلمند تھے بلکہ بلاشبہ وہ سب سے زیادہ عالم بھی تھے۔ پس ان دلائل سے آپؐ کی شجاعت ثبات، علم و عقل اور رائے کا کمال ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپؐ اسلام قبول کرنے کے وقت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں آپؐ کے ساتھ رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ حضورؐ نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپؐ کو یا سر جانے کی اجازت دی ہو۔ آپؐ تمام جنگوں میں آپؐ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ اور اپنی اولاد و عیال کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ متعدد مواقع پر آپؐ کی نصرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ اور بدلوں و جینوں میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ پس ان سب باتوں کی موجودگی میں آپؐ کی طرف یہ بات کیے منسوب کی جا سکتی ہے کہ آپؐ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادر تھا اور ثابت قدمی میں آپؐ انتہائی مقام پر تھے۔ اور آپؐ نے ایسے قابل تعریف کارنامے سرانجام دیئے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپؐ سے راضی ہو گیا اور اسے نے آپؐ کو عزت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا شبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو مکہ میں لوگوں سے اعلان برأت کے لئے مقرر فرمایا تو پھر آپؐ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا جس سے قیاساً یہ ہے کہ آپؐ اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

جواب اس خیال کے بطلان میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت علیؓ نے تو اعلان برأت میں آپؐ کی پیروی کی ہے کیونکہ عربوں میں عہد کرنے اور اُسے

چھوڑنے کے بارے میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو حج کی امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ امارت پر قائم رکھا اور حضرت علیؓ کو دوسری قرأت کیلئے مامور کیا یہ بات یاد رہے کہ حضرت علیؓ اس اعلان کے کرنے میں منفرد نہیں۔

میچ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس حج کے موقع پر مجھے بھی اعلان کرنے والوں میں بھیجا وہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا منگے طواف کر سکے گا۔ حمید بن عبد الرحمنؓ کہتے ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور اعلان براءت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یوم النحر کو منیٰ میں لوگوں کے سامنے ہمارے ساتھ اعلان براءت کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی بیت اللہ کا منگے طواف کر سکے گا۔ اس بات پر ذرا غور فرمائیے کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے ساتھ ہی اعلان براءت کیا۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے اعلان کرنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ہمارے بیان کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت علیؓ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا۔ پس آپ کا ان کو معزول نہ کرنا اور ان کو حضرت علیؓ کا شریک کا رہنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ عربوں کے اس رواج کو پورا کرنے کیلئے آئے تھے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ نہ کہ حضرت ابو بکرؓ کو معزول کرنے کیلئے اگر ایسا ہوتا تو اس بات کی گنجائش نہ رہتی کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے اعلان کرنے والوں کو حضرت علیؓ کے ساتھ رکھتے۔ پس اس سے ہماری بات کی وضاحت ہو گئی۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ جہل اور عناد کے سوا کچھ نہیں۔

تیسرا شبیر: حضور علیہ السلام نے جب مرض الموت میں آپ کو امام مقرر فرمایا تو اس کے بعد آپ کو امانت سے معزول کر دیا۔

جواب: یہ ان لوگوں کا بدترین جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں سات ایسی صحیح اور متواتر احادیث پیش کی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک امام الصلوٰۃ رہے۔ بخاری میں ہے کہ سو وار کے روز جب مسلمان نماز فجر پڑھنے میں مصروف تھے اور حضرت ابو بکرؓ انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو سفین بائدھے دیکھا۔ تو مسکرا کر تبسم فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ اس خیال سے پچھلی صف میں شامل ہونے لگے کہ حضورؐ نماز میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے۔ اور پردہ گر دیا اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کی وفات ہو گئی۔ پس ان لوگوں کے افترار اور حق پر ذرا غور کیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ کا حضورؐ کی نیابت میں نماز پڑھنا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپ کے معزول کئے جانے کا مدعی ہے۔ اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بہتان کے اور کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت میں سے ماسوائے ابو بکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی ہے۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔

پوچھا شبیر

حضرت ابو بکرؓ نے ایک آدمی کو جس نے کہا تھا کہ میں مسلم ہوں، جہلا دیا، اور چور کا بایاں ہاتھ کاٹا اور دای کی میراث میں توقف اختیار کیا یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے دای کیلئے چھ حصہ مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ان کی خلافت کو داغدار کرتی ہیں۔

جواب ان سب باتوں سے آپؐ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؐ صاحب اجتہاد تھے۔ بلکہ اگر مجتہدین میں سے تھے۔ اور علی الاعلان تمام

صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں تو آپؐ نے انہیں جواب دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر انہیں حضور علیہ السلام کا جواب بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپؐ نے بھی یہی جواب دیا جو حضور علیہ السلام نے دیا تھا ابو القاسم بغوی اور ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے

بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو اتفاق نے سسر اٹھایا۔ عرب ترند ہو گئے، انصار اکٹھے ہو گئے۔ میرے باپ پر جو مصائب آئے اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہوتے تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ جس لفظ کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا میرے باپ نے اس کا سارا جوہر اٹھایا اور اس کا فیصلہ کیا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے متعلق اختلاف ہوا کہ انہیں کس جگہ دفن کیا جائے تو اس بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔

آپؐ کی میراث کے متعلق اختلاف ہوا تو کسی کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں

ہوتا اور ان کا تکرار، صدقہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو صحابہ کے درمیان رونما ہوا۔ بعض صحابہ کہتے ہیں چونکہ مکہ آپ کا مولد منشا ہے اس لئے ہم انہیں وہاں دفن کریں گے۔ بعض مسجد نبوی میں دفن کا کہتے تھے بعض یثیب میں۔ بعض مدفن انبیاء بیت المقدس میں دفن کرنے کا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں وہ بات بتائی جس کا علم ان کے پاس تھا۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ یہ وہ بات ہے جس میں ہاجرین و انصار کے درمیان حضرت ابو بکرؓ منفرد ہیں۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور ابھی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیث بھی کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث بھی کہ جب ابو بکرؓ لوگوں کے درمیان موجود ہو تو کوئی دوسرا آدمی انکی امامت نہ کرے۔ اور تیسری فصل کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نبی کریم کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ نووی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ ہمارے اصحاب نے آپ کے اس قول سے آپ کے عظیم صاحب علم ہونے کا استدلال کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم جس نے صلوة اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے برسر پیکار ہوں گا۔ اور شیخ ابوالفتح نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب صحابہ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ کیونکہ وہ سب سوا آپ کے اس مسئلہ میں فہم حکم سے عاجز آگئے تھے۔ پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ کی بات ہی درست ہے تو انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

یہ جو حدیث میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ،

انامدینہ العلماء وعلی بابہا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

اس کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت علیؑ ان سے زیادہ صاحب علم تھے عقرب اس حدیث کے بارہ میں بیان ہوگا کہ یہ حدیث مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابو بکرؓ اس کا محراب تھے اور یہ روایت کہ جس نے علم حاصل کرنا چاہا وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضی نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر علم کے پاس اس لئے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات سمجھا دے۔ یا اُسے لوگوں سے ملنے کیلئے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ مگر اعلم کے پاس ان باتوں کیلئے زیادہ فرصت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ

انامدینہ العلماء والوبکر اسماہا میں شہر علم ہوں۔ ابو بکرؓ اس کی بنیاد
وعمر حیطانہا و عثمان سقفا ہے عمر اس کی دیواریں۔ عثمان چھت
وعلی بابہا اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

اس میں بھی حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ آپ صاب سے اعلم تھے۔ دروازے کے پاس جانیکے حکم کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس سے زیادتی و شرف ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد، دیواریں اور چھت، دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ علیؑ کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علیؑ پر رتھ اور تنوں سے جیسے ہذا صراط مستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو ابھی طرح پڑھا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن میرین سے بیان کیا ہے جو بالاتفاق تعبیر الروایہ میں سب سے مقدم ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ تعبیر الروایہ کا علم رکھتے تھے۔ ویلمی اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپؐ حضورؐ کے زمانے بلکہ آپؐ کی موجودگی میں بھی خوابوں کی تعبیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیان کیا آپؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مقام کی طرف سبقت کرتا ہوں۔ اور میں اڑھائی سیڑھیاں آپؐ سے آگے ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپؐ کو وفات دے کر اپنی رحمت اور حضرت یونسؑ کے لئے لے گا۔ اور میں آپؐ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔ اور یہ بات ایسے ہی ظہور میں آئی۔ یعنی آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ دو سال سات ماہ تک زندہ رہے۔ حاکم نے اسے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے سعید بن منصور نے عمر بن شریکؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کو سیاہ بکریوں میں دیکھا پھر میں نے ان کے پیچھے سفید بکریوں کو اس کثرت سے پایا کہ سیاہ بکریاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! سیاہ بکریوں سے مراد عرب میں جو بکثرت مسلمان ہوں گے اور سفید بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں وہ اس کثرت سے مسلمان ہوں گے کہ عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتہؑ نے بھی اس کی یہی تعبیر کی ہے۔

ہماری پیش کردہ باتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ اکابر محمدؐ میں سے

تھے بلکہ علی الاطلاق سب سے بڑے مجتہد تھے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ مجتہد تھے تو آدمی کو جلانے کے بارے میں آپ پر عتاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی زندیق تھا اور اس کی توبہ کی قبولیت میں بھی اختلاف ہے۔ اور یہ کہنا کہ کسی کو جلانے کے متعلق نہی دار دہے تو ہو سکتا ہے آپ کو یہ بات نہ پہنچی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو اور آپ نے اس کی یہ تاویل کی ہو کہ یہ نہی ان لوگوں کیلئے ہے جو زندیق نہ ہوں۔

مجتہدین کو کہتے ہی دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کی تاویل کر لیتے ہیں اور کوئی جاہل ہی ان کی باتوں سے انکار کر سکتا ہے۔ باقی رہی بات چور کے بائیں ہاتھ کے قطع کرنے کی۔ ممکن ہے یہ جلاد کی غلطی سے ہوا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تیسری بار چوری کی ہو۔ معترضین کو کہاں سے علم ہوا ہے کہ وہ پہلی چوری تھی اور آپ نے جلاد کو بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ بطور تنزیل آیت اس کو بھی شامل ہے یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک آیت اپنے اطلاق پر باقی ہو اگر حضور علیہ السلام نے پہلی چوری سزا دیاں ہاتھ قطع کیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ اگر اس مسئلہ پر

اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بنا پر ہوا ہو کہ اس جیسے معاملات میں اجماع ہو چکا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرأت میں ایضا نہجائے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو اس قرأت کا علم نہ ہو بہر حال کسی بھی وجہ سے آپ کو مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرے نزدیک یہ احتمال برحق ہے۔ مالکؒ نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ایک یمنی آدمی جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا

حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کہہ رہے تھے میرے باپ کی قسم تیری رات کسی چور کی رات نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت اسماعیلؓ عیسٰیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ محترمہ عقیسہؓ کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ جس نے اس نیک گھرانے پر بڑا کڑا دالا ہے تو ہی اس سے نہ پٹ۔ پھر وہ زیورات ایک سٹنڈر کے پاس سے ملے۔ سٹنڈر کے خیال میں یہ زیورات وہ طمق پاؤں کا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا۔ یا اس پر گواہی مل گئی۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کا بایاں طمق کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا۔ اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ پس حقیقت حال واضح ہو گئی اور اور معاندین کا شبہ باطل ہو گیا۔ اب رہا دادی کے میراث کے بارے میں باوجود علم کے آپ کا توقف کرنا تو سیاق حدیث میں معترضین کا بلیغ رد موجود ہے۔

اصحاب سنن اور بے اور مالک نے قبضہ سے بیان کیا ہے کہ دادی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اپنی میراث کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے آئی تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبویؐ میں تیرے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آپ واپس چلی جائیں۔ میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کر دوں گا۔ آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا میری موجودگی میں حضورؐ نے دادی کو حصہ حصہ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھا تو محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہؓ والی بات کہی تو آپ نے اس کے متعلق

یہی فیصلہ کر دیا۔ آپ سیاق کلام پر غور کریں تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے قرآن مجید کو دیکھا پھر سنت نبویؐ پر نظر دوڑائی مگر آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی پھر مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ اگر انہیں اس بارے میں سنت نبویؐ سے کچھ معلوم ہو تو مجھے بتائیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابن مسلمہ نے آپ کو بتایا اور آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا اور احتیاطاً حضرت مغیرہ سے دوسرے آدمی کے بارے میں بھی پوچھا۔ جبکہ روایت میں متعدد آدمیوں کی کوئی شرط نہیں اور یہ بات ہمارے اس بیان کی مؤید ہے جسے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی جھگڑا آتا تو آپ پہلے قرآن پاک کو دیکھتے پھر سنت نبویؐ پر نظر کرتے پھر صحابہ سے مشورہ کرتے اور یہی محدثین کی شان ہے۔ کوئی مجتہد اس بات کا مدعی نہیں ہوتا کہ وہ مدارک احکام پر بحث کرتا ہے۔

دارقطنی نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ اس کی دو وادیاں حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنی اپنی میراث کا مطالبہ کرتی ہوئی آئیں یعنی نانی اور وادی، تو آپ نے میراث نانی کو وادی تو حضرت عبدالرحمن بن ہبیل الانصاری البدری نے آپ سے کہا آپ نے اس کو میراث وادی ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آپ نے اُسے دونوں میں تقسیم کر وادیاں غور کیجئے کہ کس طرح آپ نے کمال علم کے باوجود اپنے سے چھوٹے آدمی کی بات سن کر حق کی طرف رجوع کر لیا۔

پانچواں شبہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کی مذمت کی ہے اور جس شخص کی مذمت پانچواں شبہ حضرت عمرؓ جلیا آدمی کرے وہ خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا۔
جواب یہ محض کذب و افتراء ہے حضرت عمرؓ نے کبھی آپؐ کی مذمت نہیں

کی بلکہ آپ نے تو آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ اور آپ کے خیال میں تو حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ سے علم، رائے اور شجاعت میں اکمل تھے۔ جیسے کہ ان باتوں کا تذکرہ ہم بیعت کے قصہ وغیرہ میں کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کو امامت کیلئے آپ ہی نے مقرر کیا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ کو اس پر بھی اعتراض ہے تو پھر وہ اپنے آپ پر اور اپنی امامت پر معترض ہوئے۔

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خالد بن ولید کے قتل نہ کرنے پر کوسا۔ کیونکہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے قتل کر دیا تھا۔ اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی کر لی۔ اور اس کے پاس آئے اس سے نہ آپ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نقص آپ کے ذمے لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے۔ جو وہ اجتہادی امور میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اور یہ سلف کی شان ہے کہ وہ اس میں کوئی نقص نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اسے انتہائی کمال خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق حضرت خالدؓ کے عدم قتل ہی میں ہے کیونکہ مالک بن نویرہ کو جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے مددگاری بھی انہیں واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بجائی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ہے یہ اعتراض کہ حضرت خالدؓ نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع حمل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جاہلیت کے رواج کے مطابق مجوس ہو، بہر حال حضرت خالدؓ کے بارے میں ایسی روایت کا گمان کرنا جو ایک ادنیٰ مومن سے بھی سرزد نہیں

ہو سکتی۔ درست نہیں وہ نہایت متقی انسان تھے۔ اگر وہ ایسے تھے تو وہ خدا کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمرؓ نے آپ پر کیا۔ اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؐ نہ حضرت خالدؓ سے متغرض ہوئے نہ ان پر ناراض ہوئے۔ اور نہ اس معاملہ میں کبھی آپؐ پر نہ نکتہ چینی کی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا۔ اس لئے آپؐ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپؐ خلیفہ ہونے پر حضرت خالدؓ کو نہ چھوڑتے۔ کیونکہ آپؐ متقی انسان تھے اور دین میں ممانعت نہیں کر سکتے تھے۔

چھٹا شبہ حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا اب جو دوبارہ ایسا کرے اُسے قتل کر دو۔ اس سے آپؐ کی خلافت کے حق ہونے پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔

جواب یہ بات بھی ان لوگوں کی جہالت اور غبات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے مشورہ کئے بغیر اس

نے سعد کہتے ہیں اچانک بیعت ہونے اور اس کے شر سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے شر سے بچا لیا۔ اب جو دوبارہ ایسی مخالفت کرے جس سے وحدت پارہ پارہ ہو اُسے قتل کر دو۔

قسم کا اقدام کرنا اور ایسا اتفاق جس سے فتنے کا اندیشہ ہو اس کی طرف کوئی آدمی لوگوں کی رہنمائی نہ کرے۔ میں نے یہ اقدام کیا تھا مگر خلاف عادت فتنہ کے خوف سے صحت نیت کی برکت سے میں بچ گیا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی کمزوری در آتی تو کیا ہوتا۔ اس کا مفصل بیان بیعت کی فصل میں گزر چکا ہے۔

سائلواں شبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ کی وراثت سے محروم کر کے ابو بکرؓ نے ان پر ظلم کیا ہے کیونکہ جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے یعنی

نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقاً
کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس پر کوئی دلیل موجود نہیں پھر آیت وراثت کی مخالفت کرتے ہوئے خبر واحد سے حجت پکڑ لی گئی ہے اور اصولیوں نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ الگ شہور بات ہے۔ اس کے علاوہ حضرت فاطمہؓ بموجب نص انما يرث الله وليه عنكم الرحمن اهل البيت معصوم ہیں اور حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے اپنا بھڑا قرار دیا ہے چونکہ آپ معصوم ہیں اس لئے حضرت فاطمہؓ بھی معصوم ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا دعویٰ وراثت صحیح ہے۔

جواب پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خبر واحد کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جو عمل اختلاف میں ہے بلکہ آپ نے تو جو کچھ حضور علیہ السلام سے سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور وہ

آپ کے نزدیک قطعی ہے۔ اور متن کی قطعیت میں آیت مورث کے مساوی ہے۔ اب رہا آپ کا اپنے فہم کے مطابق اُسے عمل کرنا تو تمام ممکن احتمالات کو قرنیہ عالیہ سے منتفی کر کے آپ کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو مخصوص کرنے کی قطعی دلیل بن گئی ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اہلبیت میں آپ کی ازواج بھی شامل ہیں جس کا بیان فضائل اہلبیت میں آئے گا۔ اور وہ بالاتفاق سے معصومہ نہیں یہی صورت بعقیدہ اہلبیت کی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا حضرت فاطمہؑ کو اپنا ٹکڑا قرار دینا تو یہ قطعی طور پر جانا ہے جس سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ مساوات ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں یہ مراد ہے کہ آپ نے یہ فقرہ خیر و منفعت کے لئے فرمایا ہے۔ اور حضرت فاطمہؑ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضور علیہ السلام نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علیؑ اور ام ایمن کے آپ کوئی گواہ نہیں پیش کر سکیں۔ اس لحاظ سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ نیز اپنی بیوی کے حق میں خاوند کی شہادت کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم کا عدم ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء کے قبولیت کے قابل نہیں کہتے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہؑ نے اس سے حلف طلب نہیں کیا۔ جس نے آپ کے لئے شہادت دی۔

اور یہ خیال کہ حضرت حسنؑ اور ام کلثومؑ نے آپ کے حق میں شہادت دی تھی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ فرع اور صغیر کی شہادت قبولیت کے قابل نہیں ہوتی۔ عنقریب امام زید بن حسن بن علی بن حسین سے یہ روایت

آئے گی کو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے فعل کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میں ان کی جگہ جوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپ نے کیا ہے اور ایک روایت میں ہے جو دوسرے باب میں آئے گی کہ حضرت ابو بکر نہایت رحمدل آدمی تھے۔ اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے جو ترکہ چھوڑا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ آپ نے مجھے باغِ فداک دے دیا اور کہا، کیا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو آپ کے حق میں حضرت علیؓ اور ام ایمن نے شہادت دی تو آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ فداک کی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید کہتے ہیں بخدا کی قسم اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکرؓ نے کیا ہے۔

آپ کے بھائی حضرت امام باقرؓ سے کہا گیا کہ شیخین نے آپ کے حقوق کے متعلق کچھ ظلم سے کام لیا ہے تو آپ نے جواب دیا نہیں! اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے۔ ہمارے ساتھ تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔

دارقطنی میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ قرابت داروں کے حق کے بارے میں حضرت علیؓ کیا کیا کرتے تھے فرمایا وہی کچھ کرتے تھے جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ نیز ان دونوں حضرات کی مخالفت کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مطالبہ میں جو عذر پیش کیا ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک خبر واحد، قرآن کو مخصوص نہ کرتی ہو جیسا کہ اس کے متعلق کہا بھی گیا ہے۔ پس منع و طلب میں دونوں کے

عذر واضح ہو گئے۔ اور کوئی اشکال نہ رہا۔ اس بات پر فرور کیجئے۔ یہ ایک اہم بات ہے۔

اس مقام پر ہم نے بخاری کی جو حدیث بیان کی ہے وہ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے کیونکہ وہ ایسی اعلیٰ باتوں پر مشتمل ہے جو کوتاہ بینوں کے تمام شبہات کو زائل کر دیتی ہیں۔

نہری کہتے ہیں جسے مالک بن اوس بن الحدثان نفری نے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اس وقت بلایا جب آپ کے دربان میرٹا نے آکر آپ سے کہا کہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمنؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا اجازت ہے تو میرٹا ان کو اندر لے آیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر دوبارہ آکر کہا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا انہیں بھی بلا لاؤ۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو حضرت عباسؓ نے کہا یا امیر المومنین میرے اور علیؓ کے درمیان فیصلہ فرمائیے یہ دونوں حضرات نبیؐ کے اس مال فی کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست بھی کہا لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ان کی تکلیف کو دور کیجئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ لوگوں کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا آپ حضرات اس بات سے انکاہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات تھی انہوں نے جواب دیا ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے

حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضور نے یہ بات فرمائی ہے۔ دونوں حضرات نے جواب دیا ہاں ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ نے فرمایا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مال فی میں سے کچھ چیزیں لینے کے لئے حضور ص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **وَمَا آفَاوَاللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا اَوْحَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ اَلَمْ یَکُنْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ قَدِیْرٌ**، یہ نے خاندتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ پھر قسم بخدا نہ آپ نے اس کے لئے کسی کو پسند کیا ہے۔ اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس نے سے آپ کو دیا ہے اور تم میں اُسے تقسیم کیا ہے۔ اور یہ مال اس سے باقی بیچ رہا ہے حضور علیہ السلام اس مال سے اپنے اہل کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچ رہتا تھا اُسے اللہ کا مال قرار دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر ایسے ہی کیا۔ پھر حضور کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے کہا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کچھ کیا جو حضور علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اسے طرح کرتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز۔ نیک۔ صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی تو میں نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے طریق کے مطابق خرچ کیا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بارے میں راست ہاں نہ جانتا کہ کام کرنے والا صاحب ارشاد اور حق کا پیروکار ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات ایک ہی ہے اور معاملہ بھی اکٹھا ہے۔ تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں۔ مگر آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہو گا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اسے خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر مجھ سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو آپ دونوں نے مجھے کہا کہ ہمیں مال دے دیجئے اور میں نے آپ کو وہ مال دے دیا کیا آپ اس کے سوا مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانے کے خواہاں ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں قیام قیامت تک اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا۔ اگر تم مال کو اس طرح خرچ کرنے سے عاجز ہو جاؤ جیسے میں نے کہا ہے تو مال مجھے واپس کر دو۔ میں تم دونوں سے اس کے لئے کافی ہوں گا۔ جب یہ حدیث عروہ بن زبیر کے پاس بیان کی

گئی تو انہوں نے کہا مالک بن اوس نے درست کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیویوں نے حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس مال فے کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور میں انہیں اس بات سے روکتی تھی۔ میں نے انہیں کہا تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتیں کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور اس سے مراد آپؐ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ آل محمدؐ کو صرف اس مال سے کھانے کا حق تھا۔ جب میں نے انہیں یہ بات بتائی تو وہ باز آگئیں۔

عروہ کہتے ہیں یہی صدقہ حضرت علی کے ہاتھ میں آیا تو آپؐ نے حضرت عباس کو نہ دیا۔ پھر یہ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھوں میں آیا وہ بھی اسے متبادل طریق پر خرچ کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے پاس آیا تو حقیقتاً یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔ پھر بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس، حضرت ابوبکر کے پاس فدا کی زمین کی میراث اور خیمہ سے اپنا حصہ طلب کرتے ہوئے آئے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمدؐ کو اس مال سے صرف کھانے کا حق حاصل ہے۔ خدا کی قسم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت کی نسبت زیادہ پسند ہے۔

پس حضرت عائشہ کی حدیث اور اس سے ما قبل کی حدیث پر غور کرنے سے آپ کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ جن پر حضرت ابو بکر قائم تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کا آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست کہنا اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ دونوں اس کے غیارت ہونے پر متفق تھے مگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں حضرت عباس کا حصہ ہوتا۔ اور حضرت علی کو اپنی بیوی کا حصہ ملتا اور جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہ ہوتی۔ ان دونوں حضرات کا جھگڑا اس مال کے صدقہ ہونے کے بارے میں تھا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت عمر نے ان کے درمیان صلح کر دی اور ان دونوں اور حاضرینِ سابقین کے سامنے پوری وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ یہ لوگ اکابرِ مشرورہ میں سے تھے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے آپ کو بتایا کہ ہمیں حضور صلیہ السلام کے اس فرمان کا علم ہے اس وقت حضرت عمر نے ثابت کیا کہ یہ مال وارث نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا تاکہ وہ اسمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کی سنت کے مطابق تصرف کریں اور انہوں نے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابو بکر نے اس مال کے بارے میں جو کچھ کیا اس میں وہ راست باز، نیک، صاحبِ رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ اور ان دونوں حضرات نے آپ کی تصدیق کی۔

کیا کسی معاملہ کے لئے اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے اگر اب بھی کوئی

شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی سب پر غالب آگئے تھے اور ان کا حضرت عباس سے اس مال کو ملے لینا ظلم ہے۔ کیونکہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے اور حضرت عباس کا اس میں حصہ ہے۔ پس حضرت علی کیسے سب پر غالب آسکتے تھے اور حضرت عباس سے اس مال کو کیونکر لے سکتے تھے۔ پھر یہ مال حضرت علی کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو ملا۔ مگر حضرت عباس سے کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ ملا۔ کیا یہ حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کا واضح اعتراف نہیں کہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے۔ اگر اسے بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی، غلام اور فسق کا الزام لگے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے بلکہ رافضی

اور ان کے جموڑوں کے نزدیک تو وہ مخصوص ہیں ان کے متعلق تو گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب وہ حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر ظلم کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور اسے وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور اس بات پر بھی غور کیجئے کہ حضرت ابو بکر نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو بھی خراج لینے سے روک دیا تھا۔ صرف حضرت فاطمہ اور حضرت عباس ہی کو نہیں روکا۔ اگر اس بات کا مدار محبت پر ہوتا تو محبت کی زیادہ مقدار آپ کی اولاد ہوتی۔ جب آپ نے حضرت عائشہ کو محبت کی بنا پر کچھ نہیں دیا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ حق کے ایک ایسے سخت مقام پر تھے جہاں انہیں کسی عقلمند کی ملامت کا خوف نہ تھا۔

آپ ذرا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حاضرین کے سامنے حضرت

عمر کی تقریر پر فوراً فرمائیں۔ اسی طرح اہل ایمان کے سامنے حضرت عائشہ کی تقریر پر تامل کریں۔ دونوں نے حاضرین کو فنی طلب کر کے کہا ہے۔ **المتعلموا** کیا تم نہیں جانتے! اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر اس حدیث کی روایت میں منفرد نہیں بلکہ اہل ایمان المؤمنین، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد سب اس بات کو جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابو بکر صرف اس بات میں منفرد ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات سب سے پہلے آئی۔ اس کے بعد دیگر لوگوں کو بھی یاد آگئی۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف حضرت ابو بکر کی روایت پر عمل نہیں کیا۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ ایک روایت ہی کافی تھی۔ یا کفایت کرنے والی تھی بلکہ انہوں نے اس دقت اس پر عمل کیا جب ان کے دیگر انفاضل نے بھی اسے بیان کیا۔ اس طریق سے حضرت ابو بکر کے فعل کی توضیح ہو گئی اور کسی لحاظ سے بھی اس میں کوئی شبہ نہ رہا اور یہ ایک ایسا حق اور صدق ہے جس میں کسی قسم کے تعصب اور حمیت کا شائبہ نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا، جاہل، احمق اور معاند ہے۔ جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اس کے قول کی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ ہے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی عقل و دین کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بخون معاشرۃ الانبیاء لا نورث۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول و وراثت سلیمان راؤد

کے معارض نہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس جگہ مال کی وراثت مراد نہیں۔ بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی مخصوص نہ کیا جاتا اور علما منطلق الطیور و اوتینا جن کی شئی سکا سابق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثت علمی کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے۔ جن میں ایک یہ ہے کہ تھا اور ثنا الکتاب مختلف من بعد حمد خلف و رد لالکتاب۔ پھر فرمایا فہب لی من لدنک ولیا یتقی من آیت سے بھی وراثت علمی ہی مراد ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وانی خفت العالی من ورائی، یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے تقفاد علم اور دین کو ضائع کر دیں گے اور دوسری دلیل من آل یعقوب کے الفاظ ہیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا تعالیٰ کے نبی تھے پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا۔ جس کی وراثت کے لئے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی حضور علیہ السلام کا مقام اس بات کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو روشن کرے اس کے لئے دعا کرے اور امت میں کثرت کا باعث بنے تو ایسی دعا کرنا درست ہے اور جو ان

اغراض کے علاوہ بیٹے کی دعا مانگے وہ خاص طور پر قابل ملامت ہوگا کیونکہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے۔ خواہ اس کا بیٹا موجود نہ ہی ہو۔

آٹھواں شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر حضرت علی کا خلافت کے لئے تقرر فرمایا تھا۔ چلیس

معلوم ہے آپ کے بارے میں نص جلی بھی موجود تھی۔ اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن حضور علیہ السلام کی زندگی کا معمول اس بات کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ حضرت علی ہی آپ کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے مدینہ سے غیر حاضری کے موقع پر حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کوئی جھگڑا یا قی نہ رہنے دیا۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ جب آپ کی زندگی میں سے اس سے کوئی غل نہیں ہوا تو آپ کی وفات کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔

جواب اس کا مدلل جواب فصل چہارم میں مفصل طور پر گذر چکا ہے۔ اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم ہوتے

ہوئے انہیں چھوڑا کہ صحابہ، خطاء لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سبقت کریں گے۔ آپ نے بہت سے احکام کے متعلق نص بیان نہیں فرمائی بلکہ انہیں تجربہ کی آراء کے سپرد کر دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نص جلی کا موجود نہ ہونا تو قطعی بات ہے۔ اگر وہ موجود ہوتی تو بکثرت اسباب نقل کے باعث اس کا چھپنا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر حضرت علی کے لئے نص موجود ہوتی تو آپ دوسروں کو اسی طرح منع کر دیتے جیسے حضرت ابو بکر نے باوجود حضرت علی سے کمزور ہونے کے انصار کو حدیث الامۃ من قریش سننا منع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے خبر واحد ہونے کے

بادصف آپ کی بات مان لی تھی۔ اور اس کی وجہ سے امامت اور اس کے
 ادعاء کو ترک کر دیا تھا۔ اس صورت میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ
 حضرت علیؑ کے لئے یقینی نص جلی موجود تھی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگوں کے درمیان
 تھے جو امامت کے معاملہ میں خبر واحد کا بھی انکار نہیں کرتے اور انہوں نے
 جان و مال کی قربانی دے کر اور اہل و عیال اور وطن کو غیر بادگاہہ کر اور نہشت
 دین کی خاطر والدین اور اولاد کو قتل کر کے یہ شہادت فراہم کر دی تھی کہ وہ
 دینی صلابت میں نہایت اعلیٰ مقام پر ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت علیؑ ان لوگوں
 کے سامنے نص جلی سے احتجاج نہیں کرتے بلکہ امامت کے تنازعہ کے طول
 پکڑ جانے کے باوجود کسی ایک سے بھی نہیں کہتے کہ آپؑ لوگ اس بارہ میں
 خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ نص جلی نے تو فلاح آدمی کو امامت کے لئے
 متعین بھی کر دیا ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت علیؑ نے تو انہیں
 ایسا کہا تھا۔ مگر انہوں نے آپؑ کی بات نہیں مانی تو ایسا شخص گمراہ اور
 ضروریات دین کا منکر ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں
 رہی بات اس حدیث کی جو حضرت علیؑ کے فضائل میں آئندہ بیان ہوگی کہ
 آپؑ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص غدیر خم کے موقع پر
 موجود تھا میں اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو
 جائے۔ وہ شخص کھڑا نہ ہو جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے اطلاع
 پہنچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا
 اور میرے دل نے یاد رکھا۔ تو اس پر سترہ صحابہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک
 روایت میں تیس صحابہ کے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا جو کچھ تم نے
 سنا ہے بیان کرو۔ تو انہوں نے آئندہ آنے والی حدیث بیان کی جس

میں یہ ذکر بھی ہے کہ من کنت مولا ۵ فعلی مولا ۵ تو آپ نے فرمایا
تم نے درست کہا اور میں اسکا شاہد ہوں

ابوالطفیل کے قول کے مطابق حضرت علی نے یہ بات حصول خلافت
کے بعد کہی، احمد اور بزار سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت علی نے عراق میں
لوگوں کو جمع کیا پھر کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غیر
فہم کے موقع پر موجود تھا، پھر آگے وہی بات بیان ہوئی ہے جو اوپر گذر
چکی ہے، آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے تمسک کریں اور آپ کی مدد
کریں۔

نوائے شب اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت علی کی خلافت پر تفصیلی نص
ہے کہ **وَأُولَٰئِكَ أَوْلَىٰ بِمَا رَحِمَهُمُ** اولیٰ بعض
یہ آیت خلافت کے عموم پر دل ہے اور حضرت علی، حضرت ابوبکر کی نسبت
بلحاظ رشتہ اولیٰ ہیں۔

جواب آیت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ آیت مطلق ہے پس
خلافت کے بارے میں نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور
عام کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ جبکہ عموم اولاً بدلی ہوتا ہے اور ثانیاً شری
و سوال **اللہ تعالیٰ کا قول انما ولیکم اللہ ورسوله**
وَالَّذِينَ آمَنُوا حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور

مصرح نص ہے وہ کہتے ہیں ولی کے معنی زیادہ حقدار اور اولیٰ بالتقریر
کے ہیں۔ جیسے بچہ کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ حقدار ہوتا
ہے۔ یا اس کے معنی محب اور مددگار کے ہیں۔ لغت میں اس کے
تیسرے معنی موجود ہی نہیں۔ مددگار کا مفہوم یہاں مراد نہیں لیا جاسکتا

کیونکہ نفس میں سب مومنین کی نفرت کے لئے عمومیت پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَا بَعْضٍ** پس اس کا حصر درست نہ ہو گا بلکہ آیت میں جن مومنین کا ذکر ہے یہ ان کے بارے میں ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہتے ہیں اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ **الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْعَوْلِ**۔

سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی سے بحالت رکوع سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر وغیرہ نہیں ہیں۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں حضرت علی مراد ہیں۔ پس یہ آپ کی امامت پر نفع ہے۔

جواب جو کچھ کہا گیا ہے سب غلط ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں بغیر کسی دلیل کے غلط و گھٹیں سے کہی گئی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں ولی کا لفظ مددگار کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ اگر ان کے خیال کے مطابق متصرف کے معنی لئے جائیں تو حضرت علی کا تصور علیہ السلام کے زمانے میں بھی اولیٰ بالتصرف ہونا لازم آتا ہے۔ جو بلاشبہ ایک جھوٹی بات ہے اور ان کا یہ خیال کہ آیت میں حضرت ابو بکر مراد نہیں بلکہ حضرت علی ہیں۔ یہ ایک بدترین جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو بکر نماز قائم کرنے والوں میں شامل ہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ مکرر لایا گیا ہے۔ پس اسے واحد پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ آیت کا نزول حضرت علی کے حق میں ہوا ہے اس

سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی دوسرا شخص جو آپ کے ساتھ اس صیغہ میں شریک ہے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا اور اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن بن علی کی امامت اور جلالت شان ایک مسلمہ بات ہے، نئے فرمایا ہے کہ آیت عام ہے اور دوسرے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔ حضرت امام باقر بھی اس بارہ میں آپ سے موافقت کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیا حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی بھی مومنین میں شامل ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ انہی الذین اصنوا سے مراد ابن سلام ان کے ساتھی ہیں اور بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ جب حضرت عمارہ نے اپنے حلیف یہود سے اظہارِ بیزاری کیا تو یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی اور حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن کے علوم کے حفظ میں خاص شان کے حامل ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس ان لوگوں کا خیال باطل ثابت ہو گیا، پھر لفظ ولی کو انہوں نے بن معنوں پر محمول کیا ہے وہ اپنے ماقبل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور وہ یہ ہے کہ لا تتخذوا الیہود اس میں قطعی طور پر ولی مددگار کے معنوں میں آیا ہے اور آیت کے مابعد سے بھی ان معنوں کی کوئی مناسبت نہیں کیونکہ وہاں ذکر ہے۔

ومن یتول اللہ ورسولہ
جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے

اس جگہ تو لی نصرت کے معنوں میں آیا ہے۔ پس اجزائے کلام کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے آیت کو ان معنوں پر محمول کرنا واجب ہے اسے

گیارہواں شبہ حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص، حضور ﷺ علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپ نے حجتہ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے روزہ جحفہ کے مقام پر فرمایا، آپ نے صحابہ کو جمع کر کے یقین بار فرمایا کیا میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ محبوب نہیں ہوں۔

اس آیت سے حضرت علی کی خلافت کا استدلال اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ لفظ انہما کو مصدقہ کے معنوں میں لیا جائے اگر ایسا ہو تو اثنا عشریہ شیعوں کا مذہب باطل قرار پاتا ہے کیونکہ مصدقہ حضرت علی کے سوا کسی دوسرے امام میں ان صفات کو محقق نہیں ہونے دیتا جو آپ کے بعد ہوا۔ اور ہم اس پر بھی منع وارد کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان لوگوں کی ولایت ہے جو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سے موجود تھے اس لئے کہ امامت، نبی کی موت کے بعد نیابت کرنے کا نام ہے لیکن آیت نے اس ولایت کیلئے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا۔ پس یہ حضرت علی کی امامت کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعد کے ائمہ ثلاثہ کی امامت پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا اور ان کا یہ کہنا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے متعلق ہے اس پر بھی ہم منع وارد کرتے ہیں کیونکہ محقق مفسرین نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ یہ وہا جبرین اور انصار کے متعلق ہے اور حضرت مکرّم نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر کے متعلق ہے۔ اور نماز میں انگوٹھی صدقہ کر دینے والی روایت علماء کے اجماع سے موضوع ثابت ہو چکی ہے پس یہ سارے کہانی ہی بالاجماع جھوٹی ہے۔

صحابہ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے حضرت
علی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا

من کنت مولاً ۛ فعلی مولاً ۛ

اللہم وال من والا ۛ وعاد

من عاداه ۛ فاحب من احب

والبغض من البغض ۛ والفر من

نصره ۛ واخذل من خذله

وادار الحق محمد حیث دار

اس سے بغض رکھتا ہے اسکو مغبوض

بنادے جو اس کی مدد کرتا ہے اس

کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مدد

گار چھوڑتا ہے اُسے تو بھی چھوڑ دے

اور جہاں یہ جائے حق اس کے ساتھ

ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مولیٰ سے مراد اولیٰ ہے اور حضرت علی ہجرت کے اس مقام

پر ہیں جس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے

کہ آپ نے فرمایا ہے اناست اولیٰ بکم سے یہاں مددگار کے معنی نہیں۔ اگر الیاء

ہوتا تو آپ کو لوگوں کو جمع کرنے اور آپ کے لئے دعا کرنے کی ضرورت

نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دعا صرف

امام معصوم مفترض الطاعتہ کیلئے ہی ہو سکتی ہے۔ پس یہ آپ کی خلافت پر

بیع نفع صریح ہے۔

جواب یہ شیعوں کے شہادت میں سے نہایت قوی شبہ ہے اس لئے اس کے جواب میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے جس میں

اس حدیث اور اس کے افراج کرنے والوں کا بیان ہو۔ بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسے ترمذی نسائی اور احمد۔ یہ حدیث بے شمار طریق سے مروی ہے۔ اسے مولہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث کو تین صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور حضرت علی سے جب ان کے دور خلافت میں تنازعہ کیا گیا تو اس حدیث سے صحابہ نے حضرت علی کے حق میں شہادت دی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا۔ اس کی بہت سی اسانید صحیح اور حسن میں اور جو شخص اس کی صحت پر معترض ہو اور یہ کہہ کر اس کو ترید کرے کہ اس وقت حضرت علی مین میں تھے۔ اس کی بات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں اور اس بات کا ثبوت کہ آپ مین سے واپس آ گئے تھے یہ ہے کہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کیا ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ اللہ صمد وال من والاہ الخ کے الفاظ کو اس آزادی موضوع ہے۔ یہ بات بھی قابل رد ہے کیونکہ یہ الفاظ ایسے طرق سے بھی آتے ہیں جن میں سے کثیر تعداد کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ بہر کیف ان کے جملہ خیالات ان وجوہ کے باعث جن کا ہم ذکر کریں گے۔ مردود ہیں۔ اگرچہ ان کے بیان میں ضرورت کے باعث طوالت ہو گئی ہے۔ پس ان پر غور و فکر کرنے سے اکتاہٹ اور غفلت سے کام نہ لیا جائے۔

پہلی وجہ شیعہ فرماتے اس بات پر متفق ہیں کہ تواتر سے بھی

امامت پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی

صحت میں اختلاف کے باعث تواتر کی نفی ہو گئی ہے بلکہ اس کی صحت پر

اعتراف کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے جس کی طرف عادل

ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ جیسے ابو داؤد و سجستانی اور

ابو حاتم رازی وغیرہ۔ باوجودیکہ یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں

اختلاف ہے۔ پس احادیث امامت میں بالاتفاق جو انہوں نے تواتر

کی شرط لگاٹی ہے۔ اس کی مخالفت ان کے لئے کیسے جائز ہو گئی ہے

اور وہ کیسے اس سے حجت پکڑتے ہیں یہ تو قبیح تافض اور حکم ہے۔

دوسری وجہ ہم لفظ "ولی" کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتے

جو انہوں نے بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی

مددگار کے ہیں۔ کیونکہ وہ آزاد کنندہ، آزاد شدہ متصرف فی الامر

مددگار اور محبوب کے معنوں میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب

اس کے معنی ہیں۔ اور مشترک المعنی لفظ کے کسی معنی کو بغیر کسی دلیل کے

مستعین کر دینا تحکم ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفہوم میں

لفظ کی تعلیم، خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں۔ کیونکہ تعدد معنی کی رد

سے اس کی متعدد اوضاع ہو جاتی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے

جمہور اصولیوں۔ ملائے بیان اور فقہاء کے استعمالات کا مقتضی یہ ہے

کہ مشترک اپنے تمام معنی پر عادی نہیں ہوتا۔ اگر ہم دوسرے قول یا

مشترک معنوں کی بنا پر اس کی تعلیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع قدر مشترک

کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولیٰ سے اسکا قرب معنوی

ہے تو اس سے تمام گزشتہ بیان درست قرار پاتا ہے۔ پس یہاں اس کی تعین نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ پس ایک معنی کا تعین ہو گیا اور ہم اور وہ محبوب کے معنوں پر متفق ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغتاً امام کے معنوں میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعول افضل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ
 مَا دَاكُ وَالنَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ۔ اس کے معنی ہیں آگ تمہارا مولا کا نہ ہے۔ یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے۔ ناصریہ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کیسٹے آیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں الجوہر زاد صوفی لا زاد لہ، یعنی جس کا کوئی ترشہ نہ ہو بھوک اس کا ترشہ ہے۔

اے ابو زید لغوی نے، مفعول بمعنی انفل کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے تفسیر بھی مولا کہ میں ابو عبیدہ کے قول سے تسک کیا ہے اور اس کے معنی اولیٰ بلکہ بیان کئے ہیں۔ مگر تمام اہل زبان کے نزدیک وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ اولیٰ منافع کی بجائے فلات مولیٰ منافع کہا جائے جو بالاجماع باطل ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ تمہارا جھکا نہ ہے اور تمہارے مناسب حال جگہ ہے یہ نہیں کہ انہوں نے مولیٰ کو بمعنی اولیٰ کہا ہے۔

اسی طرح استعمال بھی مفعول کو افعیل کے معنوں میں لینے سے مانع ہے۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ اولیٰ من کذا انگریز نہیں کہا جاتا کہ مولیٰ من کذا یا اولیٰ الرحیلین تو کہا جاتا ہے مگر مولا کہا نہیں کہا جاتا اور ہم نے اس کے معنی جو متصرف فی الامور بیان کئے ہیں تو آئندہ آیہ الیٰ روایت من کنت ولیہ کو مد نظر رکھ کر کئے ہیں۔ پس آپ کی موالات کسے تنصیص سے مراد آپ کے بغض سے اجتناب ہے کیونکہ السک الکلیٰ بکلم من الفسک تین بار کہنے سے تنصیص کرنا اس کے شرف کو دوبالا کرنے والی بات ہے۔ تاکہ اسے قبول کرنے پر زیادہ آمادگی ہو اور دُعا بھی اس وجہ سے کی گئی ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف ہماری بھائی اسی خطبہ سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اجماعیت کو عموماً اور حضرت علیؑ کو خصوصاً ترغیب دلائی ہے۔ اسی طرح اس حدیث کے ابتدائی الفاظ بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ طبرانی وغیرہ کے نزدیک سند صحیح سے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب بھذیر	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیریہ
خمر تحت شجرات، فقال ایہا الناس	خمر پر درختوں کے نیچے خطبہ دیتے
انہ قال یابی الاہلیف المحبیر انہ لہ	ہوئے فرمایا لوگو! مجھے اہلیف و محبیر
یعمرنی الانصف عمر الذی یشک ان	خدا نے خبر دی ہے کہ ہر نبی نے اپنے
من قبلہ وانی لا ظن انی یوشک ان	سے پہلے نبی کی عمر سے انصف عمر پائی
اُدعی فاجیب وانی مسئل واکلمہ	ہے مجھے یقین ہے کہ حقیر بھی
مسئلون فماذا افتمہ قائلون، قالوا	مجھے بلاوا آجائے گا۔ اور مجھے اسکا
نشهد انک قد بلغت وجہات	جواب دینا ہوگا۔ میں بھی مسئل

ونمحت فجزاك الله خيراً
 فقال ایس تشهد ون ان لا اله
 الا الله وان محمداً عبده ورسوله
 وان الجنة حق وان النار حق و
 ان الموت حق والبعث حق بعد
 الموت وان الساعة آتیته لا
 ریب فیها وان الله یبعث من
 فی القبور قالوا بلی لشهد بذک
 قال اللهم اشهد ، ثم قالے
 ایہا الناس ان الله مولای و
 انا مولی المؤمنین وانا ولی بہم
 من انفسہم فمن کنت مولاه
 فهذا امولاه یعنی علیا اللهم وال
 من والاه وحاد من حاداه ،
 ثم قال ایہا الناس انی فرطکم و
 انکم وارثون علی الخوضی حوض
 اعرض مما بین بصری الی صنعاً
 فیہ عدد النجوم قد حان من
 فضة وانی سائلکم حین ترون
 علی عن الثقلین فانظروا کیف
 تختلفون فیہما الثقلین الاکبر

ہوں اور تم بھی۔ تباؤ تم کیا کہتے
 ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس بات
 کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے
 مقدور بھر ہم تک پیغام پہنچا دیا ہے
 اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ اللہ
 تعالیٰ آپ کو اس کی نیک جزا دے
 فرمایا تم اس بات کی گواہی نہیں
 دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
 معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اللہ کے بندے اور اس کے رسول
 ہیں۔ اور اس کی جنت حق، و فرج
 حق، موت حق اور بعث بعد الموت
 حق ہے۔ اور بلاشبہ قیامت آنے
 والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور
 کا بعث کرے گا۔ صحابہ نے عرضے
 کیا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ
 بالکل ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا
 اے اللہ تو بھی گواہ رہو۔ پھر فرمایا
 اے لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور
 میں مومنین کا مولا ہوں۔ اور میں
 انہیں اپنی جان سے بھی عزیز تر ہوں

کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ
بید اللہ و طرفہ باید یکم

فاسسکوا یہ لاثنا و لاثنا لوا
و عتوقی اهلے یتیم فانہ قد
نبانی اللطیف الخیر انہما لولے
ینقضیا حتی یروا علی الخوفے

پس جسے میں محبوب ہوں پس
علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ اے اللہ

جو اس سے محبت کرے اس سے
محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی
کمرے اس سے دشمنی کر، پھر
فرمایا لوگو! میں تمہارا فرط ہوں
اور تم حوض پر وارد ہونے والے ہو
وہ حوض میری نگاہ میں منعاً و تک
ہے جس میں متعدد دستاے اور

چاندی کے دو پیالے ہیں۔ جب
تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم
سے دو چیزوں کے بارے میں
دریافت کروں گا۔ پس دیکھنا تم
ان دو چیزوں میں میری نیابت
کس طرح کرتے ہو۔ ان میں ایک
بڑی چیز اللہ عزوجل کی کتاب ہے
جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں
اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے
اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ تم نہ
گمراہ ہو گے اور نہ تبدیل ہو گے
اور میری اولاد میرے اہلبیت ہیں۔

یہ بات مجھے لطیف و خیر خدا نے
بتائی ہے۔ یہ دونوں یعنی قرآن

مجید اور میری اولاد، حوض پر وارد
ہونے تک الگ نہ ہوں گے۔

اس کے بیان کا سبب یہ ہے جسے حافظ شمس الدین الجزری نے
نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے یمن میں اپنے بعض
ساتھیوں سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ جب حضور علیہ السلام حج
سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کی شان کے متعلق تسبیح اور
حق لوگوں نے اعتراضات کئے تھے۔ ان کی تردید میں خطبہ دیا جیسے
بریدہ کے متعلق بخاری میں ہے کہ بریدہ حضرت علی سے بعضی رکعت اتھا
اور اس کا سبب یہ ہے جسے ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے کہ بریدہ کو
حضرت علی کے ساتھ یمن جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے آپ سے
کچھ سختی محسوس کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے
نقائص بیان کرنے لگا۔ جس سے حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے
فرمایا، بریدہ! کیا میں مومنوں کو جان سے عزیز تر نہیں ہوں۔
اس نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا جسے میرے
محبوب ہوں۔ اُسے علی بھی محبوب ہے۔ اور ابن بریدہ کی ایک روایت
ہے کہ آپ نے فرمایا اے بریدہ! علی کی غیب چینی نہ کر۔ کیونکہ میرے
علی سے ہوں اور علی مجھ سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس
حدیث کی سند میں ایک شخص اجلع ہے اگرچہ ابن معین نے اُسے ثقر
قرار دیا ہے۔ لیکن دوسروں نے اُسے صحیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ

شیعہ ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اس بات پر عمل کیا جائے گا کہ اس نے اپنے عقیدہ کے مطابق روایت بالمعنی کی ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس نے اسے بلفظ بیان کیا ہے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس سے مراد ولایت خاصہ ہے اسکی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اگرچہ یہ حدیث تاویل کی متحمل نہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر کی ولایت کی حقیقت اور اس کی فروع پر اجماع اس بات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ ابو بکر کی ولایت حق اور حضرت علی کی ولایت باطل ہے کیونکہ اجماع کا مفاد قطعی ہے اور خبر واحد کا مفاد ظنی ہے اور ظنی اور قطعی کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ پس قطعی پر عمل کیا جائے گا۔ اور ظنی کو چھوڑ دیا جائے گا اور ظنی شیعوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تیسری وجہ یہ ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اولیٰ تھے۔ لیکن یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اولیٰ بالامامت تھے۔ بلکہ اتباع اور آپ سے قرب میں اولیٰ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول

ان اولی الناس یا بواہیم یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ لائق ہیں اتباعاً۔
 قریب وہ لوگ ہیں جو آپ کے ملتے ہیں۔

نہ کہ وہ جو قاطع ہیں۔ بلکہ وہ بھی نہیں جو نیا ہری طور پر اتباع کرتے ہیں۔ اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے جو مفہوم اس حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق یہ حدیث آپ کیلئے کافی ہوگی کہ جب انہوں نے اس حدیث کو سنا تو حضرت علیؓ

سے کہا آپ تو تمام مومنوں اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں جو اس حدیث کو دارقطنی نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علیؓ سے وہ سلوک کرتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔ تو آپ نے فرمایا حضرت علیؓ میرے محبوب ہیں۔

چوتھی وجہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اولی بالائت تھے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انجام کار امام بن جائیں گے۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دم نقد امام تھے۔ کیونکہ اس میں نال کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ پس مراد یہ ہے کہ جب آپ کی بیعت منعقد ہوئی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے اس کے منافی نہ ہوگی۔ اس بات کو خود حضرت علیؓ نے تسلیم کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی امامت کا ذکر موجود ہے۔ پس ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؓ کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی تولیت باطل ہو جائے۔ اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاضل کی موجودگی میں فضول کی امامت درست ہو سکتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت علیؓ کی افضلیت کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں جیسے کہ آئندہ بھی بیان ہوگا۔ اور سفیان ثوریؒ سے صحیح روایت کی گئی ہے کہ جن شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علیؓ شیخین سے ولایت کے زیادہ

حق دار تھے تو اس نے شیخین، مہاجرین اور انصار سب کو غلطی پر قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے جیسے کہ بیان ہو چکا ہے یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے پھر کہا یہ ان کا کلام ہے جو حضرت علیؑ کے جائز مقام کے متعلق حسن اعتقاد رکھتے تھے اور صرف حسن اعتقاد کی مشہوری کا اشارہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ ابو نعیم نے زید بن الحباب سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے کوئی اصحاب کی سہی رائے رکھتے تھے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر آپؐ کی فضیلت کے قائلے ہیں۔ مگر جب وہ بصرہ گئے تو تفصیل کے قول سے انہوں نے رجوع کر لیا۔

پانچویں وجہ حضرت علیؑ کی امانت پر یہ حدیث کیسے لٹھ ہو سکتی ہے جبکہ خود آپؐ نے نہ حضرت عباسؓ نے اور نہ ہی کسی اور شخص نے ضرورت کے وقت اس سے حجت پکڑی ہے آپؐ کی خلافت کے بارے میں اس لٹھ سے جو حجت پکڑی گئی ہے اس کا جواب آٹھویں شبہ میں دیا گیا ہے۔ پس آپؐ کا اپنے زمانہ خلافت تک اس حدیث سے احتجاج کرنے سے سکوت اختیار کرنا، ایک ادنیٰ عقل و فہم آدمی کے لئے بھی فیصلہ کن بات ہے۔ اس لئے کہ آپؐ نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد آپؐ کی خلافت کے متعلق کوئی لٹھ موجود نہیں بلکہ خود حضرت علیؑ نے مراجعت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان کے یا کسی اور کے متعلق کوئی لٹھ بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ آئندہ اسے بیان کیا جائے گا۔ بخاری وغیرہ میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے، اس میں مرتب

ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے موت کے وقت کسی کے بارے میں نص
 بیان نہیں فرمائی۔ اور ہر عقلمند اس سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث
 من کنت مولاً ہ فعلی مولاً ہ حضرت علی کی امامت کے بارے میں نص
 نہیں۔ اگر نص موجود ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس نے حضور علیہ السلام
 کے گھر سے واپسی پر اس سے حجت کیوں نہ پکڑ لی۔ جیسا کہ بخاری میں مذکور
 ہے۔ اور جب حضرت عباس نے کہا کہ اگر امر خلافت ہم میں ہے تو آپ ہمیں
 یوم غدیر سے قریب تر عرصے میں بتا دیں گے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان
 دو ماہ کا عرصہ ہے۔ اور دیگر تمام سننے والے صحابہ کے بارے میں
 باوجود قرب زمانہ، حفظ و ذکاوت، فطانت اور عدم تفریط و غفلت کے
 یہ جو مزکرنا کہ وہ یوم غدیر کی حدیث کو بھول گئے تھے۔ حالاتِ عادیہ میں
 سے ہے۔ اور ایک عقلمند آدمی ادنیٰ بلاغت سے ابھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ
 ان سے کسی نسیان اور تفریط کا وقوع نہیں ہوا۔ نیز حضرت ابوبکر کی بیعت کتنے
 وقت بھی انہیں یہ حدیث اور اس کے معنی یاد تھے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے یوم غدیر کے بعد خطبہ میں حضرت ابوبکر کے حق کا اعلان کیا۔ آپ
 کے فضائل کی سوا حدیث کے بعد تیسری حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔
 وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور فضائلِ اہلبیت کی احادیث میں جو آگے چوتھی آیت
 کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب موت میں
 صرف ان کی مودت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اور احادیث
 میں ہے کہ حضور کی آخری گفتگو یہ تھی کہ میرے اہلبیت کے لئے میرا قائم
 مقام بننا۔ یہ تھی ان کے متعلق وصیت۔ پس مقام خلافت اور ان دونوں
 باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا خیال ہے کہ صحابہ نے اس نص کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی نے اسے تفسیر کے باعث ذکر نہیں کیا۔ جھوٹ اور افترا ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے منا ائیدرو منکمس ائیدر کہا تو حضرت ابو بکر نے حدیث الاثمتہ من قریش سے احتجاج کیا۔ پس انہوں نے اس استدلال کو کیسے تسلیم کر لیا۔ اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی کے بارے میں نص آجی ہے۔ اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ یہی نص نے حضرت ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں، روافض سے نفش میں کم ہیں۔ اس لئے کہ روافض تو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ نے حضرت علی کے متعلق نص کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ ان سے عناد رکھتے ہیں۔ بلکہ ابو کامل جو روافض کے لیڈروں میں سے ہے اس نے اور بھی زیادتی سے کام لیا ہے۔ لے

لے ابو کامل روافض کے فرقہ کا ملیہ کالیڈر ہے جو مشہور نابینا شاعر لبناہ کا پیروکار تھا۔ اور وہ اپنی بدعت میں یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اس نے رجعت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور ابلیس کے اس قول کو درست قرار دیا کہ آگ مٹی پر فضیلت رکھتی ہے۔

اور حضرت علی کی اس خیال کی بنا پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا ہے یا چھپانے پر مدد دی ہے جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تو اتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو امت کے افضل آدمی قرار دیا ہے۔ پھر حضرت عمر کی بات مان کر انہیں شریکِ میرے شامل کیا ہے۔ اور ملحدین نے ان جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے ردِ افق کے کلام سے حجت پھڑنے والے ملحدین کا رد پیش کیا ہے۔ ان ملحدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس امت کو خیر امت کیسے قرار دیتا ہے جبکہ سوائے چھ آدمیوں کے جنہوں نے حضرت علی پر کسی کو مقدم نہیں کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ ذرا اس ملحد کی حجت کو دیکھئے کہ کس طرح ہو ہو ردِ افق کی حجت کو پیش کر رہا ہے۔ اللہ ان کا ستیاناس کرے یہ کہاں پھر سے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں

جبکہ حضرت علی نے اپنے اس قول میں صراحت کی ہے کہ یہ امت ۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں بدترین فرقہ وہ ہوگا جو ہماری محبت کا دعویدار ہوگا۔ لیکن ہماری بات کو نہیں مانے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ لوگ اپنے ہی افترا کردہ عناد، کذب اور گھناؤنی بدعات کے خوگر ہوں گے۔ حتیٰ کہ دین اور ائمہ دین پر طعن

کی وجہ سے ملاحدہ غالب آجائیں گے۔ بلکہ ابو بکر باقانی نے تو کہا ہے کہ روافض جو کچھ کہتے ہیں اس سے تو اسلام کا ہی ابطال ہو جاتا ہے کیونکہ جب ان کی جمعیت انصاف کے چھپانے پر قادر ہو گی۔ اور اپنے سے اعراض کی خاطر جھوٹ کا نقل کرنا اور اس پر اتفاق کرنا۔

ان میں پختہ ہو جائے گا تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جو دیگر احادیث انہوں نے نقل کی ہیں وہ سب جھوٹ ہی ہوں۔ اور یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا معارضہ اس سے انصاف کلام سے ہوا ہو۔ جیسے کہ پیوند و نصاریٰ اس کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کلام کو منہای نے چھپا لیا ہے۔ اسی طرح دیگر امتوں نے جو تمام رسولوں سے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی کذب و زور اور بہتان کا جواز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب خیر امت میں ان باتوں کی موجودگی کا انہوں نے ادعا کیا ہے تو دوسری امتوں کے متعلق ان کا ایسا ادعا کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ان مفسد پر غور کیجئے جو ان لوگوں کی باتوں پر مرتب ہوئے ہیں۔ یہی نے امام شافعی سے بیان کیا ہے کہ اہل اہوا، روافض سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں۔ آپ جب کبھی ان کا ذکر کرتے تو ان کی بہت بُرائی بیان کرتے۔

چھٹی و سہری حضور علیہ السلام کو یوم غدیر کے سابقہ خطبے میں یہ بات کہتے سے کون مانع تھا کہ یہ شخص میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ پس آپ کا پہلے قول من کنت مولاً فعلي مولاً سے عدول کرنا ہی ہر کرتا ہے کہ آپ کا ایسا ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت بیان ہوئی ہے۔ جیسے کہ ذہبی نے کہا ہے اور وہ روایت کھوئے

طرق سے آئی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ نَوْصِرُ حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا
فَقَالَ إِنَّ نَوْصِرُوا أَبَا بَكْرٍ تَجِدُوهُ کہ ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر
أَمِينًا زَاهِدًا هَيَّاهُ نِيَا رَاغِبًا ابو بکر کو بناؤ تو اسے امین ، مدنیہ
فِي الْآخِرَةِ وَإِنَّ نَوْصِرُوا أَحْمَرَ سے بے رغبت اور آخرت میں
تَجِدُوهُ قَوِيًّا أَمِينًا لَا يَخَافُ راغب پاؤ گے ۔ اور اگر عمر کو امیر
فِي اللَّهِ لَوْ مَتَ لَا عُمَرَ وَالسَّ بناؤ تو اسے قوی اور امین پاؤ گے
نَوْصِرُوا عَلِيًّا وَلَا أَرَاكُمْ یہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت
فَاعْلَمِينَ تَجِدُوهُ هَادِيًا هَدِيًّا کنندہ کی ملامت سے خائف نہ
يَا خُذْ بَكُمُ الطَّرِيقَ الْمُسْتَقِيمَ ہو گا ۔ اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر
میں تمہیں ایسا کرتے نہیں پاتا
تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے
جو تمہیں صراط مستقیم پر لے جائے گا

اے بزار نے اپنی سند سے بیان کیا ہے جس کے راوی ثقہ
ہیں ۔ جیسا کہ ہمیں کہ امام کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیعت کون کرے
مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں ۔ اور یہ کہ حضرت علی کے بارے میں کوئی
لفظ موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسے کہ بزار سند حسن سے اور
امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ
ذہبی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ
آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں تو آپ نے فرمایا میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا

بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑوں گا جیسے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اور ہزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی، صحیح حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں۔ اسی طرح دارقطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجئے، فرمایا نہیں! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر کر دے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے ابو بکر کو ہمارا خلیفہ بنا دیا پس ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ پڑھنے کیلئے ہے۔ اور وہ صحیفہ بھی جس میں اونٹوں کے دانتوں اور کچھ زخموں کا ذکر ہے تو اس نے بھوٹ بولا اور ایک جمعیت نے جیسے کہ دارقطنی ابن عباس اور ذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ بصرہ گئے تو آپ کے پاس دو آدمیوں نے آکر کہا کہ آپ ہمیں اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کیا یہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ آپ امراء اور امت پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے برتر ہو رہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی عہد کیا ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس بیان کیجئے کیونکہ آپ ہمارے نزدیک قابل اعتبار آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی کوئی وصیت اس بارے میں میرے پاس ہوتی تو قسم بخدا کہ میں ان کا پہلا مصدق ہوں اب میں ان کا پہلا مکذب نہیں بننا چاہتا اگر میرے پاس آپ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں بنی تمیم بن مرہ کے بھائی اور عمر بن خطاب کو، آپ کے منبر پر نہ چڑھنے دیتا۔ اگر میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی میں ان دونوں سے جنگ کرتا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ قتل ہوئے اور نہ اچانک فوت ہوئے وہ کئی شب دروز بیمار رہے۔ بلال یا کوئی دوسرا مؤذن اگر آپ کو نماز کی اطلاع دیتا تو آپ ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ کو میرے مقام و مرتبہ کا بھی علم تھا۔ بلکہ آپ کی ایک بیوی نے یہاں کہ آپ کی توجہ حضرت ابو بکر سے پھر دے تو آپ نے انکار کیا اور میرا فریضہ ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں ہو۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے امور پر غور کیا اور اپنی دنیا کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا۔ جس کو حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ نماز اسلام کا ایک بڑا رکن اور دین کا قوام ہے۔ پس ہم نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ اور آپ اس کے اہل تھے۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ہمارے درمیان ایسا اتحاد پیدا کر دیا کہ کوئی دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اپنے دین کے لئے اُسے پسند کر لیا جسے حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس میں نے ابو بکرؓ کو اس کا حق دے دیا۔ اس کی اطاعت کی۔ اس کی فوج میں اسے

کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا جب جنگ کا کہتے تو میں جنگ کرتا۔ ان کی موجودگی میں اپنے کو ٹرے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے عمر کو خلافت دے دی۔ اس نے بھی اپنے صاحب کی سنت اور حکم پر عمل کیا۔ پس ہم نے عمر کی بیعت کر لی۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی۔ اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ جب مجھے دیتے میں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے میں جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کو ٹرے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت، سبقت اور فضیلت کا خیال آیا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ کوئی میرا ہم پلہ نہ ہوگا مگر وہ ڈرا کر خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جس سے اسے قبر میں بھی اذیت ہو۔ تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا۔ یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ہم سے اس بات کا پھند لیا کہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا ہم اسے کی سمیع و اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے۔ اور میرے والائیت کسی اور کے لئے لیا جا رہا ہے۔ تو ہم نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی۔ جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے، جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کو ٹرے سے حدود لگاتا۔ جب

آپ فوت ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفہ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ رہ گئے آخرت ہو گئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے بیٹا نے پیوند کیا تھا وہ بھی گزر چکا ہے تو اہل حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی تو ایک آدمی بیچ میں ٹپک پڑا۔ جو نہ میرا ہوسر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ اس کا علم میری طرح ہے۔ اور نہ وہ میری طرح سابق ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ یعنی معاویہ سے اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دیگر طرق سے بیان کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ طرق ایک دوسرے کو تقریب دیتے ہیں۔ اور ان میں اصح وہ ہے جسے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا ہے۔ اسمیں ذکر ہے کہ جب حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کہ کیا آپ کو حضور علیہ السلام نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میرے رائے ہے۔

احمد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی۔ جسے ہم امارت کے متعلق پیش کر سکیں۔ بلکہ یہ ہمارے اپنی رائے ہے ہر وہی اور دارقطنی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ جس میں کچھ زائد الفاظ بھی آتے ہیں یہ تمام طرق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی نے اپنی مخصوص امامت کی نفی کی ہے اور علمائے اہل بیت نے اس بات پر آپ سے موافقت کی ہے۔ ابو العیثم نے حسن المثنیٰ ابن حسن السبط سے بیان

کیا ہے کہ جب آپ کو حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه بتائی گئی کہ یہ حضرت علی کی امامت پر نص ہے تو آپ نے کہا خدا کی قسم اگر حضور علیہ السلام اس سے امارت یا بادشاہی مراد لیتے تو اس سے کہیں زیادہ فیصح الفاظ میں لوگوں کو بتاتے بلکہ آپ یوں فرماتے اے لوگو! یہ میرا ولی الامر اور میرے بعد تمہارا حاکم ہے۔ پس اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے بعد اس کام کے لئے اور مسلمانوں کی حاکمیت کے لئے حضرت علی کو منتخب کرتے اور حضرت علی، اللہ اور اس کے رسول کے اس حکم پر عمل کرنا ترک کر دیتے یا مسلمانوں کے پاس معذرت کرتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطاکار ہوتے۔ مگر وہ ایسی باتوں سے بہت بلند ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ بات ایسے ہی ہے۔ جیسے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو لوگوں کی حاکمیت کے لئے چنا تو حکم رسول کو ترک کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آپ بڑے خطاکار ہوئے۔ تو اس آدمی نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه تو حسن نے کہا خدا کی قسم اگر اس سے آپ کی مراد امارت یا حاکمیت ہوتی تو اس سے فیصح تر الفاظ میں یہ بات بیان فرماتے۔ جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو فیصح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کو اس طرح فرماتے اے لوگو! حضرت علی میرے بعد تمہارے ولی الامر اور حاکم ہوں گے۔ اس لئے ان کی نافرمانی نہ کرنا۔

دارقطنی نے امام ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہ

مدینہ گئے۔ تو آپ نے ابو جعفر باقر سے حضرت ابو جعفر اور حضرت عمر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کے لئے رحمت کی دعا کی تو امام ابو حنیفہ نے کہا عراق میں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے اہلدار بیزاری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ پھر آپ نے امام ابو حنیفہ کے سامنے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کے نکاح کا ذکر کیا اور فرمایا اگر حضرت عمرؓ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کی بھی ام کلثوم کو ان کی زوجیت میں نہ دیتے۔ یہ بات قطعی طور پر روافض کے خیالات کا بطلان ثابت کرتی ہے اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا۔

ساتویں وجہ : ان کا یہ کہنا کہ اللہ وال من دالہ وعادہ من عاداہ کی دعا صرف امام معصوم کے لئے ہو سکتی ہے۔ ایک بے دلیل دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ قطعی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت سمجھ رہے ہو۔ ابو ذر ہرادی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بحمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حدیث کان (ترجمہ) میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا۔

کوئی نہیں کہتا کہ اس حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی امامت اور ان کی عصمت پر دلالت ہوتی ہے۔ ان کا یہ خیال کہ امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل خیال ہے

کیونکہ عصمت قطعی طور پر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ ہاں امام کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور ایسی بات تو حضرت علی سے کم درجہ لوگوں کے لئے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمت امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں وہ ان امور کی وجہ سے باطل قرار پاتی ہیں جن کا ذکر قاضی ابوبکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے بارے میں ہے مفصل طور پر کیا ہے۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ غالی محب جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو مجھ میں نہیں ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ مغربی اور بعض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا۔ جو دشمنی کی بنا پر، مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں۔ پھر فرمایا میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا کی نافرمانی کر کے کسی کی اہانت یا نافرمانی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ اپنے لئے عصمت کو ثابت نہیں کرتے۔

اسٹھویں وجہ: انہوں نے امام کے لئے امت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اور حضرت علی کی شہادت سے ثابت ہے کہ جن کے متعلق وہ وجوب عصمت کے قائل ہیں کہ امت میں افضل ترین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں پس آپ دونوں کی امامت درست ہے۔ جیسے کہ اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے

بار سوال شبہ : حضرت علیؑ کی امامت پر تفصیلی نص حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپؐ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے اور حضرت علیؑ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ

افت منی بمنزلہ ہارون (آپ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو
 معنی موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی (اللہ یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ تمام وہ مقامات جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھے وہ علیؑ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نبوت کے حاصل ہیں۔ ورنہ استثناء درست نہ ہوگا۔ اور اگر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو خلافت کے مستحق ہوتے۔ کیونکہ وہ توان کی زندگی میں ہی ان کے خلیفہ تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتے اور آپ کی موت کے بعد آپ کے جانشین نہ بنتے تو یہ ایک نقص کی بات ہوتی جو انبیاء کے لئے جائز نہیں حضرت ہارونؑ کا ایک مقام یہ تھا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شریک تھے اور اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو آپ کی اطاعت واجب ہوتی۔ پس اس سے حضرت علیؑ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہے ہاں آپ کی نبوت میں شریکت ممتنع ہے۔ پس آپ اس دلیل سے ممکن حد تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً مفترض الطاعت ہیں۔

جواب : آمدی کے قول کے مطابق اگرچہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح بھی ہو جیسا کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور اس

بارے میں انہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور احادیث میں سے ہے اور وہ اسے امامت میں حجت نہیں سمجھتے اور اگر بطور تنزیل تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں مقامات کیلئے عموم نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مفہوم مراد ہوگا جس پر حدیث کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ اس وقت تک حضور علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ جب تک آپؑ تبوک میں جانے کی وجہ سے مدینہ سے غیر حاضر تھے۔ جیسے حضرت یارون علیہ السلام اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپؑ مناجات کے لئے وہاں سے غیر حاضر تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ:

اخلفنی فی قریش کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جاسکتا۔ جب تک اس کی تمام زندگی اور موت کے زمانہ میں نیابت مراد نہ ہو۔ بلکہ اس کا مقبدر مفہوم وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپؑ فقط ان کی غیر حاضری کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ پر اس کا حادی نہ ہونا تو قصور الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی معین وقت کیلئے آپؑ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حادی ہونا تسلیم کر لیں اور آپؑ کے بعد آپؑ کی خلافت کے باقی نہ ہونے کو عزل خیال کر لیں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپؑ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپؑ کا کمال ہے کہ آپؑ ان کے بعد متعلق نہ ہو گئے۔ اور یہ اچھے تصرف ہے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور شریک فی الرسالۃ ہونے سے

بہت بہتر ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث تمام مقامات پر حادی ہے لیکن یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون کے مقامات میں سے ایک یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت نہیں ہوتا۔ یا کمزور حجت ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ہارون کے نفاذ امر کو فرض کیا جائے تو وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہوگا۔ پس یہاں حضرت علیؑ کے نبی ہونے کے استعمال نے نبوت کی نفی کر دی۔ پس اس کے مسبب کی نفی بھی لازم آجی جو امانت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حدیث احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھے۔ یہ حدیث اور اس کا وہ سبب جو سیاق بیان میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو داہج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حضور علیہ السلام سے کہا

کہ آپ مجھے بچوں اور خورتوں میں پیچھے چھوڑے جارہے ہیں۔ گویا آپ نے اپنے پیچھے چھوڑے جانے کو اپنی کسر نشان سمجھا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھ کو مجھ سے نسبت ہار دینی ہو یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں طور پر جاتے وقت خلیفہ بنایا اور فرمایا کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا۔ اور انہیں سب سے زیادہ اسے بات کا اہل سمجھا۔ پس حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد اپنے کل معاصرین سے فرماں

اور واجب کے طور پر زیادہ اہل تھے۔ لیکن فی الجملہ آپ اس کے اہل تھے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی متعدد مرتبہ اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسے ابن ام مکتوم کو پس اس وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اُسے

تیرہواں شبہ حضرت علیؓ کی خلافت پر دلالت کرنے والی تفصیلی نصوص میں آپ کا یہ قول بھی ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا !

انت اخي ووصيي وخليفتي و
 قاضي ديني
 اور میرے دین کا قاضی ہے۔
 اور آپ کا یہ قول کہ !

لے عموماً اسم جنس تمام اصولیوں کے نزدیک علم کی طرف مخالف نہیں ہوتا۔ بلکہ انہوں نے سراجت کی ہے کہ وہ عہد کا ہوتا ہے۔ جیسے عہد زید، اور حضرت طارق کا اختلاف، غیبت سے مفید ہے۔ اور یہ عہد کے لئے قرنیہ ہے۔ کیونکہ آپ بعد میں خلیفہ نہیں ہوئے اور نہ استثنائاً منقطع، مستثنیٰ منہ کے عموم پر دلیل ہوتا ہے اور یہاں تو استثنائاً منقطع ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں نقیض ہیں۔ اور عموم کا ارادہ مراتب میں تو ہو سکتا ہے۔ زمانوں میں نہیں ہوتا۔ یہ کہتے ہیں کہ حدیث بھڑکی ہے درست نہیں۔

انت سید المسلمین و امام
المتقین و قائد الغر المحجلین
توسید المسلمین، امام المتقین
اور جو لوگ روشن چہروں اور
چمکدار یا تعد پاؤں والے ہیں ان
کا لیدر ہے

آپ کا یہ قول بھی کہ

سالموا علی علی بأمرنا الناس
یعنی حضرت علی کو امیر المؤمنین کہہ
کر سلام کہو

جواب : باجوڑی فصل سے پہلے اس کا مبسوط جواب گزر چکا ہے
کہ یہ احادیث جھوٹی، باطل، موقوف اور حضور علیہ السلام
پر افتراء ہیں اور ان کا یہ کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور
انہی حدیث میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات
میں سے کوئی احادیث مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے۔ بلکہ سب
اس بات پر متفق ہیں۔ یہ محض کذب و افتراء ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ
حذاتعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ
ہیں۔ یہ کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ہم
ان سے کہیں گے کہ یہ بات عادتہً محال ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ ان احادیث کے علمِ صحت کے بارے میں تم ہی منفرد ہو۔ حالانکہ نہ
کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور
وہ لوگ جو ماہرین حدیث ہیں اور جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے
در دروازے کے سفر وصال میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں۔ اور جس کسی شخص کے
متعلق انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیث ہے وہ اس کے پاس پہنچے

اور تحقیق کر کے صحیح و سقیم کا علم حاصل کیا۔ پھر ان احادیث کو جامع طور پر اپنی کتب میں لکھا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں نیز وہ ہر حدیث کے واضح اور اس کے سبب وضع کو بھی جانتے ہیں جس نے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کے لئے آمادہ کیا۔ وہ ان احادیث سے کیسے بیگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزا خیر دے۔ اگر انہوں نے یہ نیک کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست، متمرّد اور مفسد، دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ خط ملط کر دیتے اور اس میں کو ٹھٹھے امتیاز ہی نہ رہتا وہ خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کر لے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شریعت کو نابالغ اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ہر زمانے میں آپ کی امت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے جنہیں چھوڑ دینے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دین اسلام کو ایسے کاذبوں، جاحلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہ ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نہیں ایک ایسے روشن راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات، دن کی طرح اور دن، رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے دہی پٹے کا جو ہلاک ہونے والا ہوگا۔ اور ان جہلاء کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم ان احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں جو صریح طور پر حضرت ابو بکرؓ کے خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے

اقتداء بالذین من بعدی اور دیگر احادیث جنہیں ہم مفصل ثالث میں مکمل طور پر پیش کر چکے ہیں تو کہتے ہیں یہ غیر واحد ہے جو تعین میں سود مند نہیں۔ اور جب حضرت علیؓ کی خلافت پر اپنی خیالی نفس سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو ایسی روایات لے آتے ہیں جو من کنت مولاه اور انت منی بمنزلۃ ہارور سے من موسیٰ جیسی ہوتی ہیں جو یا تو احاد ہیں اور یا واضح طور پر جھوٹی اور موضوع ہیں جو ادنیٰ مراتب کی ضعیف احادیث کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ پس اس طرح تناقض اور قبیح جہل پر غور کیجئے۔ ان کی جہالت، عناد اور حق سے سرکشی کا یہ حال ہے کہ وہ اس حدیث کو جسے تمام اہل حدیث و اثر، جھوٹ، موضوع اور من گھڑت قرار دیں، اور وہ ان کے نامہ مذہب کے موافق ہو، اُسے وہ تو اثر خیال کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اگر ایک حدیث کی صحت اور تو اثر رداۃ پر سب کا اتفاق ہو اور وہ ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ اُسے محکم و عناد اور نہ یغ کے باعث احاد خیال کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق ہیں۔

چودھواں شبیر اگر حضرت ابو بکرؓ خلافت کے اہل ہوتے تو آپ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ مجھے معاف کرو کیونکہ انسان عدم اہلیت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے معافی طلب کرتا ہے۔

جواب جو علت انہوں نے پیش کی ہے اس میں شصت منع ہے کیونکہ یہ بھی ان کے افتراؤں میں سے ایک ہے۔

کہتے ہی سلف و خلف کے واقعات ہیں۔ جن میں انہوں نے باوجود اہل ہونے کے تقویٰ سے کام لیا اور زہد و تقویٰ کی حقیقت کی تکمیل ہی اس امر سے ہوتی ہے کہ انسان اہل ہونے کے باوجود اعراض سے کام لیتا ہے اور عدم اہلیت کی بنا پر اعراض کو نا واجب ہے۔ زہد نہیں۔ پھر اس جگہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ شاید میں امور کو اس طرح سرانجام نہ دے سکوں جس طرح انہیں سرانجام دینے کا حق ہے یا آپ نے اس کا اظہار اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کی اندرونی کیفیت معلوم ہو جائے کہ کیا ان میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ان کے عزل کا خواہش مند ہے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص آپ کا عزل نہیں چاہتا اور اگر آپ اس بات سے مخالف ہوتے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے امام پر لعنت فرمائی ہے۔ جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ تو آپ نے اس اظہار سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کیا کوئی شخص آپ کو ناپسند کرتا ہے یا نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ ان کا یہ خیال کہ اس بات سے ان کی عدم اہلیت پر دلالت ہوتی ہے۔ حد درجہ کی غیادت، جہالت اور حماقت ہے۔ اور حماقت سے کوئی انسان سر ملند نہیں ہو سکتا۔

پندرہواں شبہ

امر خلافت کے نزاع میں حضرت علیؓ کا سکوت اختیار کرنا صرف اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں ملوث نہ ہوں اور نہ تلوار سونتیں۔

جواب

عظیم غیادت کے ساتھ یہ کذب و افترا اور حماقت اور

جمالیت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس صورت میں اپنے بعد ان کو امت کا والی کیونکر بنایا اور جو قبول حق سے رُکے اس کے خلاف تلوار سونٹنے سے منع کیوں کیا۔ اور اگر ان کا خیال صحیح ہے تو انہیں جنگ صفین اور دیگر جنگوں میں تلوار نہیں سونٹنی چاہیے تھی۔ اور نہ ہی خود، اور اہلبیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مخالفت سے بچائے ان لوگوں نے یہ کیسے خیال کیا کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان لوگوں کے خلاف بھی تلوار اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو خود ان کے نزدیک بدترین انواع کفر کے مرتکب تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیا ہے۔

بعض ائمہ اہلبیت نبوی کا ارشاد ہے کہ مجھے ان کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا مفسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار کے پرتلے سے حضرت علیؓ سے قصاص طلب کیا اور حضرت فاطمہؓ کا محاصرہ کیا اور خوف کے باعث ان کے بچے کا استعاط ہو گیا جس کا نام محسنؓ تھا۔

اس قبیح جھوٹ اور غباوت سے جس نے انہیں ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے ان کا مقصد حضرت عمرؓ پر غارت گری کا الزام لگانا ہے۔ انہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ تمام بنی ماضیہ ذلیل، عاجز اور بزدل قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسی ذلت کے بالمقابل

جس سے بڑی ذلت کوئی نہیں۔ بڑے بہادر اور غیرت و نخوت کے حامل ہیں بلکہ تمام صحابہ کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جنہیں ان کے حالات کا ادنیٰ سا ذوق بھی ہے وہ جانتا ہے اور یہ بات تو اس سے ثابت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت پر، شدت غضب اور غیرت سے اپنے آباء اور اولاد سے بھی ان کی خوشنودی کی خاطر نبرد آزما کئے۔ پس ان لوگوں کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ باطل پر خاموش رہے ہوں جبکہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے، جس کا ذکر کتاب و سنت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی پسندی گند اور نقص سے حضور علیہ السلام کے فیض کے طفیل پاک کر دیا ہے اس کا ذکر مقدمہ اولیٰ میں گذر چکا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی وفات کے وقت ان کے صدقِ مجتہد اور اتباع کی وجہ سے ان سے راضی تھے۔

سوائے اس آدمی کے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ قرار دیا اور چھوڑ دیا ہو۔ وہ بڑے خنار سے اور ہلاکت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے نارِ جہنم میں داخل کرے گا۔ جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

باب دوم



اکابر اہل بیت کی طرف سے حضرات شیخین کی مزید تعریفیں، جس سے معلوم ہوگا کہ رد الفتن اور شیعہ ان کے متعلق جو عجیبے و غریبے جھوٹے اور افتراء کرتے ہیں وہ ان سے بڑھے ہیں اور ان کے یہ خیال کہ جو باطل ہے کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ کیا وہ تقیہ و مداراتے اور غرض کے دھڑ سے تھا۔ نیز ان باتوں کے علاوہ بھی ان کی قبیح باتوں کا تذکرہ ہوگا۔



دار قطنی نے عبد اللہ محض سے بیان کیا ہے بعض کا لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی ولادت پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیمہ کے لقب سے مشہور رہا۔ اور ائمہ دین میں سے تھا حضرت امام مالک بن انس کے زمانہ میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ منصور نے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتل کروادیا تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ نے بھی موزوں پر مسح کیا ہے۔ سائل نے کہا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے بارے میں تجھے اطلاع دے رہا ہوں۔

اور تو میری رائے دریافت کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میرے جیسے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ تفسیر ہے۔ فرمایا ہم قبر اور منبر کے درمیان کھڑے ہیں۔ اے اللہ میں نصیہ اور اعلانیہ طور پر یہی کہتا ہوں۔ پس میرے بعد کسی کی بات نہ سنا۔ پھر فرمایا یہ کون شخص ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ مقہور تھے اور حضور علیہ السلام کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

دارقطنی نے عبد اللہ کے بیٹے نفیس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ انس سے حضرت شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور حضرت محمدؐ باقر سے بیان کیا گیا ہے کہ ہونا ظہر کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ شیخین کے بارے میں اچھی سے اچھی بات کہیں گے۔ اسی طرح حضرت جعفر صادقؑ نے اپنے باپ محمد باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ان کے باپ حضرت زین سے العابدین علی بن الحسینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابو جعفرؑ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا ابو جعفر صدیقؑ کے متعلق اس نے کہا آپ انہیں صدیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے ماں تھجے ضائع کر دے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مہاجرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور حضرت ابو جعفرؑ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھ۔

اسی طرح دارقطنی نے عروہ سے اور انہوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر باقرؑ سے تلوار کو صلیع کر دانے کے

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو طمع کر دیا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے اور ابن ہوزی نے ”صفوة الصفوة“ میں یہ الفاظ زائد لکھے ہیں کہ حضرت جعفر چھلانگ لگ کر قتل ہو گئے اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ اور حدیث میں بھی یہی آیا ہے

اسی طرح حضرت جعفر صادق سے یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ جیسے میں حضرت علیؓ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ ویسے ہی حضرت ابو بکرؓ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دو دفعہ جواب دیے۔

حضرت زید بن علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا شیخین سے کون انہار بیزاری کرتا ہے۔ خدا کی قسم شیخین سے انہار بیزاری کرنا حضرت علیؓ سے بیزاری کا انہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔ حضرت زیدؓ جلیل القدر امام تھے جنہوں نے صفر ۳۱ھ میں شہادت پائی۔ آپ کو بربہ سہہ کہہ کے حبس کیا گیا تو ایک مگرسی نے آکر آپ کے پردے کے مقام پر جلا تن دیا اور اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ آپ ایک طویل مدت تک مصلوب رہے۔ آپ نے خروج کیا تھا۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور شیعوں کی ایک کثیر تعداد نے

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ شیخین سے اظہار بیزاری کریں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو صاحب فضیلت مانتے ہیں فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زید ہے۔

حافظ عمر بن شبتہ نے بیان کیا ہے کہ اس حبیب اللہ القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے باغ مذکور چھین لیا تھا فرمایا وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوڑی تھیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے پاس آکر کہا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے باغ مذکور عطا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے آپ کی شہادت دی۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ اسکی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زیدؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر یہ قضیہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور حضرت ابو بکرؓ والا فیصلہ ہی دوں گا۔ یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواجہ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ سب سے اظہار بیزاری کیا مگر ان دونوں کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکے۔ اور تم لوگوں نے خواجہ سے بھی ادب چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔

حافظ عمر بن شہبہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابو بکرؓ اسلام قبول کرنے میں سب سے اوّل تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا پھر ابو بکرؓ سب سے اوپر اور آگے کیسے پہلے گئے۔ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے شیخین کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا۔ اے سالم! ان دونوں سے محبت رکھو اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کر۔ کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔

ایسے ہی اس سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ میں حضرت ابو جعفر کے پاس آیا اور جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بات میری طرح سے کہی کہ اے اللہ! میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں اور اگر میرے دل میں اس کے سوا کوئی اور بات ہے تو مجھے قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اس سے آئی ہے کہ میں حضرت جعفر بن محمد کے پاس آیا وہ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اسی سے بیان ہوئی ہے کہ حضرت جعفر نے مجھے فرمایا اے سالم! کیا کوئی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے، حضرت ابو بکرؓ میرے دادا ہیں اگر میں ان سے دوستی نہ کر دوں اور ان کے دشمنوں سے، اظہار بیزاری نہ کر دوں تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

حضرت جعفر سے روایت ہے کہ اے

آپ کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا خیال ہے کہ آپ حضرت ابو بکرؓ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس فلاں آدمی سے اظہار بیزاری کرے اور مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابو بکرؓ کی قربت کا بھی فائدہ دے گا۔ میں بیمار ہوا تو میں نے اپنے ماموں عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابو بکرؓ کو وصیت کی۔

اے حضرت محمد بن حنفیہ نے ۱۸۰ھ میں علی بن العابد بن الحسین نے ۱۸۰ھ میں زید بن علی بن الحسین نے ۱۸۰ھ میں۔ محمد الباقر نے ۱۸۰ھ میں جعفر الصادق نے ۱۸۰ھ میں۔ نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ محض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی نے ۱۸۰ھ میں اور موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ جیسے کہ منتہی السؤل فی مناقب آل الرسول مؤلفہ ابن طلحہ القرظی اور البصار العین مؤلفہ ابن طاہر سعادتی میں لکھا ہے۔

دارقطنی اور حافظ عمر بن شہبہ نے کثیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی سے پوچھا کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نذیر ہو۔ انہوں نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہماری حق سے تلفی نہیں کی۔ پھر میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے دوستی رکھوں فرمایا ہاں اسے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ وہ کہتا ہے پھر آپ اپنی گردن پر لہو مارنے لگے اور کہنے لگے جو تجھے تکلیف پہنچے۔ اس کا بار میری اس گردن پر ہوگا۔ پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول میخو بن سعید اور بیان سے اظہار بیزاری کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ہم اہلبیت کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح اس نے لہام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ اور میرے علم کے مطابق اہلبیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی سے روایت کی ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے دوست ہم پر مہربان اور بہترین خلیفہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں ان جیسا ہمارا کوئی دوست نہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ایسے ہی انہوں نے ابو جعفر الباقری سے بیان کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت » وَتَزْهِنَا فِي صَدْرِهِمْ مِنْ غُلَّةٍ « کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انہی کے بارے میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون سا کینہ تھا۔ فرمایا جاہلیت کا کینہ، جاہلیت میں بنی قیثم اور عدی اور بنی لاشم کے درمیان کچھ اختلافات تھے جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابو بکرؓ کے پہلو کو سبیک کر لے لگے۔ تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان قبائل کے درمیان دشمنی تھی مگر جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دور کر دیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ گرم کر کے انہیں ٹکڑ کرنے لگے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسے ہی اس نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان تین خاندانوں یعنی قیثم، عدی اور بنو لاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا میں ابو بکرؓ اور عمرؓ انہیں

خاندانوں میں سے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری سے اس نے بیان کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا اہلبیت میں سے کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دشنام طرازی کرتا ہے فرمایا معاذ اللہ، بلکہ وہ تو ان دونوں سے دوستی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری نے اپنے باپ حضرت علی بن الحسین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت سے جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو برا کہنے میں مصروف تھی۔ کہا کیا آپ لوگ مجھے بتائیں گے کہ آپ ہی وہ اولین ہماجرین ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

الَّذِينَ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاعْتَمَلُوا الْيَمِينَ بَنِي قُورَظٍ فَضَلَّاهُمْ مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا وَبَنِي قُورَظٍ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمَادُّونَ
الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَالْحَبْرُونَ مِنْ هَاجِرِ
الْيَمِينِ وَلَا يَجِدُونَ فِي صَدْرِهِمْ حَاجَةً لِمَا أُوتُوا
وَيُتْرَكُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ
شَحْحَ أَنْفُسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

انہوں نے جواب دیا نہیں فرمایا تم خود ان دونوں فریقوں میں شامل ہونے سے انکاری ہو۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن حسن بن حسین جو عبداللہ بن حسن کے بھائی تھے سے سنا وہ کہتے تھے خدا کی قسم جیسے حر دریتہ نے حضرت علیؑ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضیوں نے زیادتی کی ہے۔

ایسے ہی ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی طاقت بخشی تو ہم ضرور تمہارے ہاتھ اور ٹانگیں مخالف اطراف سے کھا ڈیں گے اور تمہاری نوبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ایسے ہی اس نے محمد بن حاطب سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسینؑ کے پاس حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا حضرت امیر المومنین علیؑ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپؓ کو بتاتے ہیں جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو رومی کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے بارے میں باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ ان لوگوں میں سے ہیں۔ چنانچہ بارے میں یہ آیت آئی ہے

مَنْ الذِّينَ اتَّقَوْا وَآمَنُوا بِتَحَدُّاتِ الذِّينِ اتَّقَوْا وَاحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں حضرت علیؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں حجاز جانا چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق پوچھیں گے

آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ تکبہ لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ابن حنابلہ خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا۔ اور وہ تو ایسے ہی تھے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَنُفَعْنَا فِي هَذَا وَرَهْمَنُ كَيْفَ كُنَّا لَمْ يَأْمُرْ بِهٖ
عَلَى الْآيَةِ

ایسے ہی اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ ان کے بارے میں باتیں کرنے سے باز آ جاؤ۔ ہم نے جو تکالیف پہلے ٹھائی ہیں۔ ایک روز اس سے بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں گے۔ پھر فرمایا۔ کیا میں نے آپ کو اس آدمی کے متعلق باتیں کرنے سے منع نہیں کیا۔

روای کہتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباسؓ ذرا جنگِ حمل کی شام کو یاد کرو جب میں حضرت علیؓ کے دائیں جانب جھنڈے کو پکڑے کھڑا تھا۔ اور آپ ان کی بائیں جانب تھے۔ تو انہوں نے پڑاؤ سے آواز سنی تو آپ نے قاصدِ صبح کو پتہ کر دیا۔ اس نے آکر جواب دیا۔ حضرت عائشہؓ پڑاؤ میں تائیں عثمانؓ پر لعنت کر رہی ہیں تو حضرت علیؓ نے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ انہیں وہ دو تین دفعہ اپنے پہرہ نکالے گئے۔ اور فرمایا۔ میں بھی تائیں عثمانؓ پر لعنت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میدانوں اور پہاڑوں میں لعنت کرے۔ روای کہتا ہے اس پر حضرت ابن

عباس نے اپنی تصدیق کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے اور اس کے متعلق تمہارے لئے دو عادل گواہ ہیں۔ ایسے ہی اس نے مردانہ بن الحکم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے دفاع میں حضرت علی سے آگے نہ تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمیں منبروں پر کیوں برا بھلا کہتے ہیں۔ فرمایا ہمارا معاملہ اسی طرح درست رہتا ہے۔ ایسے ہی اس نے حسین بن محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اسے اہل کوفہ اللہ تعالیٰ نے سے ڈرو اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں ناشدنی باتیں نہ کرو۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور ثانیِ اشینے ہیں اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی ہے۔ ایسے ہی اس نے جندب اسدی سے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق اچھا تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے علاقے کے لوگ مجھ سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کرتے ہیں میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد اللہ بن حسن سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ وہ تو میرے دل میں رہتے ہیں۔ اور میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تاکہ مجھے ان کا قرب نصیب ہو۔ ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حنین بن علی سے کہا کیا آپ میں کوئی مفترض الطاعتہ امام ہیں بھی ہے اور آپ اسے پہچانتے ہیں اور جو

اُسے نہ پہچانے کیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم میں یہ بات موجود نہیں اور جو ایسا کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ تو میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقام حضرت علی کو حاصل ہے اور حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام حضرت حسن کو حاصل ہوا کیونکہ حضرت علی نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسین بن علی کو ملا کیونکہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا کیونکہ حضرت حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر کو، جو عمر مذکور کے بھائی ہیں۔ کیونکہ علی بن حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ تو عمر بن حسین نے فرمایا خدا کی قسم میرے باپ نے تو وصیت کے بارے میں دو حرف بھی نہیں کہے۔ اللہ ان لوگوں کا برا کرے۔ اگر کوئی آدمی اپنی اولاد اور مال کے بارے میں وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ جھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوتی۔ اللہ اُن کے لوگوں کو ہلاک کرے۔ قسم بخدا یہ لوگ تو ہمیں کھانے والے ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد الجبار ہمدانی سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر

صادق ان کے پاس آئے اور وہ مدینہ سے جانا چاہتے تھے تو آپ نے فرمایا آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہونگے جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مضر بنی الطاعۃ امام ہوں۔ ان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔ ایسے ہی اس نے آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ آپ سے

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا گیا ، فرمایا جو لوگ ان کے بارے میں ناروا باتیں کہتے ہیں میں ان سے اظہارِ ہزاری کرتا ہوں یاں جو لوگ ان کے متعلق بھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں ۔ آپ سے کہا گیا کہ شاید آپ یہ بات تفسیر کے طرز پر کہہ رہے ہوں فرمایا پھر تو میں مشرکین میں سے ہوا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی ۔ ایسے ہی اس نے ایک

لے تفسیر کا مضمون ، دشمنوں کے شر سے جان ، مال اور عزت کی محافظت کرتا ہے ۔ ایک دشمن تو دینی اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ جیسے کا فرد مسلم یا کوئی اعراب دینی کی وجہ سے دشمن ہوتا ہے ۔ اہلسنت ایسے شہر میں جہاں دین کے اظہار سے خوف ہو دین کے ترک کرنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ ہجرت کو واجب قرار دیتے ہیں ۔ ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت کے باعث ہجرت نہ کر سکے تو الگ بات ہے ۔ مگر وہ بھی نکلنے کیلئے جیلے کی تلاش میں رہے ۔ مگر دینی غرضے کیلئے وجوبِ ہجرت میں اختلاف ہے ۔ ہاں اگر ہلاکت کا خوف ہو تو ہجرت کو بلا اختلاف واجب ہے ۔

شیعہ میں سے بعض لوگ جان یا مال کے خوف کی وجہ سے اتوال و افعال میں تفسیر کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اور بعض لوگ معمولی خوف کے ڈر کی وجہ سے بھی تفسیر کو ناجائز کہتے ہیں ۔ اور انہوں نے ائمہ کے اکثر افعال کو جو اہلسنت کے مذہب کے موافق ہوئے تفسیر پر عمل کیا ہے ۔ اور انہیں اصل قرار دیا ہے ۔ اور پھر اسے انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے ۔ مگر وہ اس سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ابطال کر سکیں ۔ حالانکہ ان کی کتب میں ایسا مواد موجود ہے جو تفسیر پر عمل کو باطل قرار دیتا ہے ۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا (خلاصۃ الایمان ایثار الصدق حیث یخولک) جہاں سچ بولنا نقصان دہ دکان سچ کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے ۔ مکملی اور ابان بن عیاش وغیرہ کی روایات

روایت آپ سے بیان کی ہے کہ عراق کے غنڈیٹ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر شرف گری کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ میرے والد ہیں۔ یعنی میری ماں ام فروہ بنت قاسم الثقیف بن محمد بن ابی بکر ہے اور فردہ کی ماں اسماء بنت عبد الرحمن بنے ابو بکر ہے اور پہلے آپ ایک قول میں کہہ چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔ ایسے ہی اس نے ابو جعفر ابی قریب سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت سے بیگانہ ہے۔ اور بعض ائمہ اہلبیت نے کہا ہے کہ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو بدعات اور جاہلانہ باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ شیعوں اور رافضیوں وغیرہ کی سنت سے جہالت کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ اور طواریات میں جس کی سند حضرت جعفر بن محمد اور ان کے باپ کی طرف جاتی ہے

لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی سے کہا کہ ہم خطبہ میں آپ کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اس طرح اصلاح فرما جیسے تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ اس پر آپ کی آنکھیں ڈھلکا گئیں اور فرمایا وہ میرے محبوب ابو بکر اور عمر ہیں جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد ان کی اقتداء کرنے والا بچایا جائے گا۔ اور جو ان کے آثار کی پیروی کرے گا صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا۔ اور جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ خدائی

میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں موجود ہیں۔ اس مذہب سے تو یہ بات لازم آتی ہے حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسین کو خدا کے ملا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تقیہ پر عمل نہیں کیا۔ اور ساری فضیلت جہنموی کے تمام منافقین کو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ تفسیر التفسیر میں ان کی تردید میں ان کی اپنی اور اہلسنت کی آواز بیان کی گئی ہے۔

گروہ میں سے ہوگا۔ یہ اہلبیت کے معتبر اصحاب کی باتیں ہیں جنہیں ان سے اُن
 ائمہ حفاظ نے روایت کیا ہے جن پر احادیث و آثار کی معرفت اور ان کی مستقل
 اسانید سے صحیح و متیم میں امتیاز کرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پس اہلبیت کی رشتی کو
 پھوٹنے والا یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے اور ان باتوں سے کیسے روگردانی کر سکتا
 ہے جو انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی عظمت شان اور ان کی خلافت
 حق پر اعتماد کے بارے میں کہی ہیں اور جن باتوں سے انہوں نے اظہار
 بیزاری کیا اور اپنے حق میں مذمت خیال کیا ہے۔ انہیں ان کی طرف منسوب
 کرنے سے بھی وہ بری ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے
 محبت رکھو۔ خدا کی قسم تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ مگر اب وہ
 ہمارے لئے عار بن گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اب لوگوں کے
 پاؤں ہمارے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یعنی ہماری طرف وہ
 باتیں منسوب کی ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس ان لوگوں پر اللہ
 تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان ائمہ پر جھوٹ بوسلتے اور ان پر جھوٹ اور بہتان سے
 کی تہمت لگاتے ہیں۔

باب سوم

اسے بات کے بیان میں کہ حضرت ابو بکر، تمام امت اور حضرت عمر
حضرت عثمان اور حضرت علی سے انکار ہے بلکہ نیز انہی فضائل کا تذکرہ جو
تنہا حضرت ابو بکر کے متعلق آئے ہیں یا حضرت عمر یا اصحابہ ثلاثہ اور
یا کسی اور کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور اسے میں کہیں فضیلت ہے



اس میں بالترتیب خلفاء کبریٰ افضلیت اور ساری امت سے پرستینیت
کے افضلیت کے تصریح ہو گئے اور شیعوں اور رافضیوں کے اسے خیال
کو باطل ثابت کیا جائے گا کہ یہ باتیں انہوں نے تقلید اور مجبور کر
کی بنا پر کہیں نہیں۔

اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس امر پر علمائے امت اور

عظائے ملت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد شامل ہیں اور حضرت امام مالک کے متعلق بھی یہ مشہور ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل مانتے ہیں۔ اور کوفیوں نے جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں۔ بڑے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ سے افضل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفاضل سے توقف کرنا چاہیے۔

امام مالک کے بارے میں روایت ہے جسے ابو عبد اللہ المازری نے المسند سے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالکؓ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے نبی کے بعد کون سادہ آدمی افضل ہے؟ فرمایا حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر اس نے کہا یا اس میں اُسے شک ہوا ہے آپؐ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔ جس کی اقتدا کی جانی ہو۔ اور وہ ایک دوسرے پر فضیلت کا اظہار کرتے ہوں۔ اور آپؐ کا یہ قول کہ اس میں اسے شک ہوا ہے اس سے ان کی مراد اشعری کا وہ قول ہے جو آئندہ بیان ہو گا۔ جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بقیہ امت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس کا یہ توقف کرنا دراصل رجوع کرنا ہے۔ تقاضی عیاض سے اس سے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے توقف سے رجوع کر لیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہی موقف اسلح ہو گا۔ انشاء اللہ امام احمدین بھی توقف کی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ

اور حضرت علیؑ کے بارے میں متعارض خیالات پائے جاتے ہیں۔ اور ابوہریرہؓ عبدالبر نے اہل سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جس میں امام مالک، یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین شامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے بارے میں بات کرے اور حضرت علیؑ کو سابق اور صاحب فضل قرار دے۔ وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حضرت عثمانؓ کی شان میں کمی کرے اور حضرت علیؑ کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے۔ ابن عبدالبر کے خیال میں وہ حدیث جس میں اصحاب ثلاثہ کی شان کو کم بیان کیا گیا ہے۔ وہ اہل سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علیؑ، اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ہیں۔ یہ مردود قول ہے کیونکہ تفصیل سے سکوت اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں۔ ابوہریرہؓ بغدادی کا یہ بیان کہ حضرت علیؑ پر حضرت عثمانؓ کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے یہ بات مدخلہ ہے۔ اگرچہ اُن سے بعض حفاظ نے اسے نقل کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ پھر وہ قول جس کی طرف امام اہل سنت ابو الحسن اشعریؒ مائل ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے۔ قاضی ابوہریرہؒ باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول غلطی ہے اور ”ارشاد“ میں امام حریم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں جزم کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو استیجاب میں ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ سے افضل ہیں

تو میں اُسے ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اور اسی طرح اگر وہ یہ کہے کہ میرے
 نزدیک حضرت علی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے افضل ہیں اور ساتھ ہی
 وہ شیخین کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی تسبیح
 تعریف کرے تو میں اُسے بھی زبرد تو بیچ نہیں کر دوں گا۔ میں نے اس بات
 کا ذکر دیکھ سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند کیا
 لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے سے یہ ملحوظ نہ رکھا جائے کہ وہ اس کے قائل
 ہیں۔ ہاں مذکورہ تفصیل غلطی ہے۔ قطعی نہیں۔ اسکی تائید اس حکایت سے ہوتی
 ہے جسے خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت
 ابو بکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو
 گنجلک اور گڑبڑ سا قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنی انصافیت کے سوا
 اور کچھ نہیں۔ لیکن اگر حضرت ابو بکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض
 پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں۔ تو
 اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات کوئی حضرت ابو بکر اور حضرت
 علی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت ابو عبیدہ کے
 متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ بطور مثال یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 امانت میں جس طرح حضرت ابو عبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے۔ اس طرح حضرت
 ابو بکر کو نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو عبیدہ حضرت ابو بکر سے بہتر
 ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ بعض واقعہ معقول میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو
 فاضل میں موجود نہیں ہوتیں۔ اگر شیخ خطابی کا مطلب یہ ہو کہ حضرت
 ابو بکر تو علی الاطلاق افضل ہیں۔ مگر حضرت علی میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں

جو حضرت ابو بکر میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مفہوم مراد نہیں تو ان کا کلام انتہائی گنجشک اور اس شخص کے بھی خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی ہے بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور ناقابل فہم بات ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ابن عبد البر کا قول کہ سلف نے حضرت ابو بکر اور حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس قول کے منافی ہے۔ جسے آپ پہلے پیش کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس سے پہلے اس کا یہ قول جو حضرت سلمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور ان ہندوگوں نے انہیں دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ ابن عبد البر سے جو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔ اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ و اطلاع میں کہیں ربط کر میں پس اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور دوسرے صحابہ پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے جس میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ پہلے نے ان سے بیان کیا ہے۔ جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزیل

تسیم کر لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی ہے جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے۔ کیونکہ خلاف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔ ابن عبدالبر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ مسنین پر شیخین کی تفصیل کے بارے میں پختہ اجماع ہو چکا ہے۔ اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسین کی تفضیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں۔ تو یہ بات اس کے منافی نہیں، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مفضل میں ایسی خوبی پائی جاسکتی ہے جو نامہ میں موجود نہ ہو۔ یہ تفصیل کثرت ثواب کے لئے نہیں بلکہ شرفِ مزید کے لئے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ثواب اور نفع کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحبِ حیثیت اور زیادہ مستحق آدمی ہو سکتا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے جو دوسری بات اس جماعت کے بارے میں بیان کی ہے کہ وہ علی الاطلاق حضرت علی کو حضرت ابو بکر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے مقدم فی الاسلام ہونے پر ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی افضل ہیں۔ کیونکہ اس پر صحیح اور صحیح دلائل موجود ہیں اگر آپ کہیں کہ اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ وہ اس کے مستند سے ناواقف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو منلالت پر اجماع کرنے سے محفوظ رکھا ہوا ہے

اور اس کی دلیل بلکہ تصریح خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ
 ومن يتبع غير سبيل المؤمنين لوله ما تولى ونضله جهنم وساءت
 مصيرا

اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب کے ساتھ ان کے استحقاق
 خلافت پر بھی اجماع کیا ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو
 چکا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ اس ترتیب کے مطابق ان کی تفصیل کیوں قطعی
 نہیں جبکہ اشعری کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے۔ تو میں جواب دوں گا کہ
 حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں تو اختلاف ہے جیسے کہ پہلے بیان
 ہو چکا ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور عہد دیگر لوگوں کے بارے میں اگر
 وہ اجماع کریں تو بھی اجماع کے حجت قطعی ہونے میں اختلاف ہے اکثر لوگوں
 کا مذہب یہ ہے کہ اجماع مطلقاً حجت قطعی ہے۔ اس لئے اسے تمام دلائل پر
 مقدم کیا جائے گا۔ اور کوئی دلیل اس کا معارضہ نہ کر سکے گی اور اسکے
 مخالف کی تکفیر تفصیل اور تبدیلی کی جائے گی۔ امام رازی اور آمدی نے
 کہا ہے کہ اجماع مطلقاً قطعی ہے اور اس تفصیل میں حق بات یہی ہے اور جس
 پر معتبر حضرات کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت قطعی ہے اور اجماع سکوتی کی طرح
 اس میں اختلاف نہیں۔ اور وہ اجماع جس کو اس کا مخالف رد کر دے وہ قطعی
 ہوتا ہے۔

آپ ہمارے بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ اس اجماع کا کوئی شاذ
 ہی مخالف ہو گا اگرچہ اس قسم کا اختلاف اجماع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن وہ اجماع
 سے کم درجہ کا ہوتا ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو پس پہلا اجماع قطعی ہے اور یہ قطعی

اس لئے اشعری کے مخالفین کے قول کو ترجیح حاصل ہے کہ یہاں اجماع ظنی ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کے مناسب حال ہے، حقیقت یہ ہے کہ اصولیوں کے نزدیک مذکورہ تفصیل ہی درست ہے اور اشعری بھی ان اکثرین میں شامل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہاں اجماع ظنی ہے یہ ہے کہ اجماع کرنے والوں نے مذکورہ افضلیت کو قطعی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں فقط ظن کیا ہے۔ جیسا کہ ائمہ کی عبارات اور اشارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ اور اسکا مستند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اپنے نبی کی خلافت اور اس کے دین کے قیام کے لئے چن لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام، خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہی ہے۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر اور حضرت علی وغیرہ کے بارے میں متعارض نعوص آئی ہیں جن کی تفصیل فضائل کی بحث میں آئے گی۔ لیکن وہ بھی قطعی نہیں کیونکہ وہ سب کی سب متعارض ہونے کے ساتھ ساتھ احاد اور ظنی الدلالہ ہیں۔ اور اسباب ثواب کا بحکمت اختصاص اس بات کا موجب نہیں کہ وہ قطعی افضلیت کو مستلزم ہے۔ بلکہ ظنی افضلیت کا باعث ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ مطیع کی بجائے دوسرے کو ثواب دے دے اور ثبوت امامت خواہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ غایت درجہ تک ظن کو مفید ہے۔ کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے اعلان پر کوئی قطعی دلیل نہیں۔ لیکن ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ انہیں فضیلت دیتے ہیں

اور ہمارا حسن ظن ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس کے متعلق کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ اسے اس پر منطبق کرتے پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔

آمدی کہتے ہیں کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابل میں ایسی فضیلت کے ساتھ مختص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے عالم اور جاہل یا تو یہ فضیلت اس میں زیادہ ہوگی۔ جیسے اعلم ہونا، اور یہ بھی صحابہ میں فیصلہ شدہ بات ہے کہ جب ایک فضیلت کا اختصاص ایک سے ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی مشرکت کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اور عدم مشارکت کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کا اختصاص ممکن ہوگا۔ اور کثرت فضائل سے اس احتمال کی بناء پر ترجیح نہ ہوگی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی ارجح ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف کی زیادتی کی وجہ سے یا کثرت میں زیادتی کی وجہ سے پس اس معنی کی گروہ سے افضلیت پر جزم نہیں کیا جا سکتا۔ اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ کے ہاں ہو اور اس پر ہولے کے وحی کے مطلع نہیں ہوا جاسکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تفریق کی ہے مگر اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں۔ سوئے نامزد وحی کے ان مشاہدہ احوال کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے ساتھ ایسے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفضیل پر دلالت کرتے تھے۔ بخلاف

اس کے جس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں

پہنچی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے ظن کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفصیل پر
 پختہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کا اندازہ صحیح یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور
 فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گذشتہ بیان
 سے بھی ہوتی ہے کہ اہل حق بالخلاف کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم
 نہیں آتا کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان حضرت
 علی سے اہل حق بالخلاف ہیں۔ حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں
 میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض بے سمجھ لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے
 اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ اہل حق میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے
 کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت ظن سے ثابت ہے نہ کہ قطعیت سے، اس سے
 یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی خلافت بھی قطعی ہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جس
 ان لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ صراحت بھی
 موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت قطعی ہے۔ پس بعض لوگوں کا یہ ظن کیسے
 پایا جاسکتا ہے۔ نیز آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت
 قطعیت سے ثابت ہے۔ حتیٰ اگر نثر شری بھی شیعوں اور رافضیوں کے
 اعتقاد کی بنیاد پر ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی سے روایت ہے
 اور وہ ان کے ہمزہ دیکھ کر معصوم ہیں اور معصوم پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں
 ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر افضل الائمہ ہیں۔

وہی کہتے ہیں یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت

لے ڈیہی کہتے ہیں یہ حدیث حضرت علی سے متواتر ہے اور ابن عساکر نے بھی
 حضرت عمر سے ایسے ہی بیان کیا ہے

کے زمانے میں بھی تو اتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے شیعوں کے حجم غیر میں بھی پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو مبسوط طور پر بیان کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اسٹی سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے۔ پھر فرمایا اللہ را فضیوں کا بُرا کرے کہ یہ کس قدر جاہل لوگ ہیں۔

اور بخاری میں جو آپ سے روایت آئی ہے وہ اس کو مدد دیتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر سب سے بہتر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر ایک اور آدمی کا آپ نے نام لیا۔ تو آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے کہا، پھر آپ فرمایا ہیں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور دوسرے نے اور طرق سے اسے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ لوگو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے ہیں۔ پس جس کو میں نے ان دونوں پر فضیلت دیتے پایا وہ مفتری کا ہے اور اُسے مفتری کی سزا ملے گی۔ سنو! اگر میں اس بارے میں پہل کرتا تو سزا دیتا۔ لیکن میں پہل کرنے سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا۔

دارقطنی نے آپ سے بیان کیا ہے کہ جس کسی کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔ اُسے

ابن عساکر نے بھی اس روایت کو ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اور امام مالک نے حضرت جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ
امام باقر سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے پاس کھڑے
ہو کر جبکہ وہ چادر لپیٹے ہوئے تھے، کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس شخص سے
زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر
میں لپیٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام اتارے ہیں اور ایک صحیح روایت
میں ہے کہ آپ نے، جبکہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے انہیں صلی اللہ علیہ
کہا اور آپ کے لئے دعا کی۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ امام باقر سے کہا گیا
کیا غیر اتبایہ پر صلۃ پڑھنا منع نہیں فرمایا میں نے ایسے ہی سنا ہے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت علی صلاً عدم کراہت کے قائل تھے کیونکہ حضور صلیہ السلام
کا قول ہے اللہم صل علی آل ابی اوفیٰ اور ابو بکر آجری نے ابو حمزہ
سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر فرماتے سنا کہ
اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابو بکر ہیں اور اس کے بعد عمر۔

حضرت ابوذر سردی نے متنوع طرق سے اور وار قطنی وغیرہ
نے حمیفہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے گھر گیا اور میں
نے کہا اے وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ابو حمزہ ذرا ٹھہرو کیا میں آپ کو بتاؤں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے وہ حضرت
ابو بکر اور حضرت عمر ہیں۔ ابو حمزہ تیرا بڑا ہوا۔ کسی مومن کے دل میں میری
محبت اور ابو بکر اور عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ ہی سے

بیان کی ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے متعلق خیر امت ہونے کا انہیں بتایا تھا۔ اور یہ قول حضرت علی سے طرق کثیرہ سے بیان ہوا ہے۔ اور جو شخص ان طرق کا تتبع کرے گا اُسے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی ہی کا ہے۔ اور رافضیوں وغیرہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول کے بارے میں یہ کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی کا قول نہیں۔ اس کا انکار تو کوئی آثار سے جاہل شخص ہی کر سکتا ہے اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے آئندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔ اس موقع پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ لعنتا اللہ علی الکاذبین۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ ابو جحیفہ حضرت علی کو افضل الامۃ خیال کرتا تھا آپ نے سنا کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت غموں میں ہے۔ حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گھر لائے اور فرمایا ابو جحیفہ تجھے کس بات کا غم ہے۔ تو اس نے آپ کو سناری بات بتائی آپ نے فرمایا کیا میں تجھے خیر امت کے متعلق بتاؤں۔ اس امت کا بہترین آدمی ابو بکر ہے پھر عمر۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں جب حضرت علی نے یہ بات مجھے اہل تشیعہ کہی تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔ اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔ اور شیعوں اور رافضیوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء ہے۔ اور معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بات آپ نے عیسیٰؑ میں اپنے زادہ خلافت میں کہی ہے۔ پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہل یصوہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں اور

یہ بات نہایت قوی اور زبردست ثابت ہوئے والا حکم ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی وفات کے بعد عمر بعد کہی ہے بعض ائمہ اہل بیت نے اس بات کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ اس قسم کے منحوس فقیر کا وقوع کیسے سمجھ میں آسکتا ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اکثر اہل بیت نبوی کے عقائد کو اظہار محبت و تعظیم کے پرچے میں غائب کر دیا ہے اور وہ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ دنیا کی عزیز ترین چیز بلند شرف آدمی ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اہل بیت کی معصیت بڑھ گئی ہے اور اول و آخر ان پر بھی معصیت بنے گی حضرت امام باقرؑ نے کس خوبصورتی سے اس منحوس فقیر کا ابطال کیا ہے جب آپ سے شیخین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو آپ سے کہا گیا لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات آپ فقیر کے طور پر کہہ رہے ہیں فرمایا۔ زندوں سے ڈرا جاتا ہے نہ کہ مردوں سے، اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اس امام کا احتجاج کس قدر واضح ہے جس کی جلالت و فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔

بلکہ یہ شفیق لوگ تو انکی عصمت کے دعویدار ہیں پس جو آپ نے فرمایا وہ تو صدق کو واجب کرنے والا ہے۔ پھر اس منحوس فقیر کے بطلان کی تہذیب کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ انہیں کوئی سطوت حاصل نہیں پھر آپ نے ہشام کے لئے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے زمانے کا بڑا صاحب شوکت بادشاہ تھا۔ جب آپ

اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سطوت و حکومت اور قوت و قہر سے خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کیسے خوف کھا سکتے ہیں جو دفات پا چکے ہیں اور انہیں کوئی سطوت و شوکت بھی حاصل نہیں۔ جب امام باقرؑ کا یہ حال ہے تو حضرت علیؑ کے بارے آپ کا کیا خیال ہے۔ جبکہ ان کے اور امام باقرؑ کے درمیان اقدام، قوت، شجاعت، سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد و تیاری میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ تھے۔ اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ لواثر کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے شیخین کی مدح و ثنا کی ہے اور انہیں خیر امت قرار دیا ہے اور امام مالک نے ائمہ صحیح میں جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ امام باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ، حضرت عمرؓ کے پاس سے کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق جو کچھ کہا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علیؑ کو یہ بات تفسیر کے طور پر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور امام باقرؑ کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادقؑ کو تفسیر کے طور پر بات کہیں اور امام جعفر صادقؑ کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک کے پاس تفسیر بیان کریں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عقلمند آدمی اس قسم کی صحیح اسناد کو کیسے ترک کر سکتا ہے۔ اور کیسے ایک غلط بات کیلئے اسے تفسیر پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ فقط ان کی جہالت، غباوت، حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ انصاف پسند جیسے عبدالرزاقؒ نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے وہ کہتا ہے میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علیؑ نے اپنے آپ پر انہیں فضیلت دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ اس منحوس تفسیر کے دعویٰ میں جو باتیں انہیں جھوٹا قرار دیتی ہیں ان میں وہ روایت بھی ہے جسے

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی سے کہا اے علی! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آگیا ہے اگر آپ چاہیں تو خدا کی قسم میں سواروں اور پیادوں کو اس کے خلاف لے کر آجاؤں تو حضرت علی نے فرمایا اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا پس ان کے اس خیال اور افتراء پر داری کا بطلان معلوم ہو گیا کہ حضرت علی نے تقیہ اور مجبوراً بیعت کی تھی اور جو کچھ وہ خیال کرتے ہیں اگر اس میں کچھ تھوڑی سی بات بھی صحیح ہوئی اور حضرت علی کی طرف سے مشہور ہوتی تو اُسے چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ دارقطنی نے تو اُسے روایت کر کے اس کے معنی بھی بہت سے طرق سے بیان کئے ہیں۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے اُنے کو بچاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہوتا تو خواہ میرے پاس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں اس کے لئے ضرور کوشش کرتا۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ بڑھنے دیتا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اس کے مقام کو دیکھ لیا اور اُسے کہا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا۔ مگر مجھے آپ نے چھوڑ دیا تو ہم اس سے اپنی دنیا کے لئے اسی طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لئے اس سے راضی ہوئے۔ اور اس کا مزید بیان حدیث من کنت مولاه فعلى مولاه کے پانچویں جواب اور دوسرے باب اور دیگر مقامات پر گزر چکا ہے۔ اسے دیکھنے سے دیکھ لیجئے کہ کوئی یہاں بات ہے۔ اور حضرت علی کی طرف تقیہ منسوب کرنے سے جو مفاسد

بڑائیاں اور عظیم تباہیتیں لازم آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ بزدل ذلیل اور مقہور آدمی تھے۔ اللہ آپ کو ایسی باتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو آپ کا باغیوں کے ساتھ جنگیں کرنا اور ہزاروں کو دعوت مبارک دینا ایسے امور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان احمقوں اور غالیوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی ہیں وہ قطعی طور پر جھوٹ ہیں حالانکہ باغیوں کو اس وقت بڑی قوت و شوکت حاصل تھی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ نبو امیہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش میں شوکت اور کثرت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے۔ اور ابو سفیان بن حرب جنگ احد اور جنگ احزاب اور دیگر جنگوں میں مشرکین کا لیڈر تھا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی سے وہ بات کہی تھی جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ اور آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے اسے بُری طرح رگیدا تھا۔ اور بنو تمیم اور بنو عدی کے لوگ قریش کے کمزور ترین قبیلے تھے اور انہیں قبیلوں سے شیخین تعلق رکھتے تھے۔

پس حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی کا ہکوت اختیار کرنا اور مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے۔ اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اسے نافذ کرتے خواہ آپ کے سر پر تلوار سونپی ہوتی۔ اس بات پر جسے وہی شخص شک کر سکتا ہے جو ان کے بارے میں ایسا دلیسا اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بری ہیں۔

کیونکہ جب وہ اپنے معاملے میں ہمیشہ مضطرب رہے تو یہ کہ علم آپ نے کہا ہے۔ اس میں خوف اور ترقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔

کیونکہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس میں بھی بُری اور قبیح باتیں لازم آتی ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سوا کسی کو امارت کے لئے مقرر نہیں فرمایا، مگر حضرت علی کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے تقیہ کے طور پر کہا کہ حضرت ابوبکر کو امیر بنا لو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا ہے وہ سب تقیہ ہی ہے اور یہ بات اثبات عصمت کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔

ایسے ہی حضرت علی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی کی لاپرواہی نے ان سے دور کر دیا ہے تو حضرت امام شافعی نے جواب دیا وہ زاہد آدمی تھے اور زاہد دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے اگر فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ نے یہ بات تقیہ کہی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تعانوں کو باقی رکھا ہے۔ حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے زمانہ میں منبر پر کھڑے ہو کر جبکہ آپ کو انتہائی قوت حاصل تھی شیخین کی ولایت کی تعریف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اس بات سے غافل نہ ہو۔

ابوذر ہر دی اور دارقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین کو بُرا سمجھتا کہہ رہے تھے۔ اس نے

حضرت علیؓ کو اس بات کی خبر دی۔ اور کہا ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس بات کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ وہی آپ کے دل میں بھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ خبر اتے نہ کرتے تو حضرت علیؓ نے فرمایا میں اس خیال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخین پر رحمت فرمائے۔ پھر آپ نے اٹھ کر اس جگہ کا خطہ پکڑا اور اسے مسجد میں لے گئے اور منبر پر چڑھ کر اپنی مفید باتیں کو بتاتے ہوئے پکڑا اور آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ آپ صحن کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک فیصلہ و بیع خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، دو بیروں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے والدین کا ذکر میرے رنگ میں کرتے ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں اور جو وہ کہتے ہیں میں اس سے بری ہوں اور اس پر انہیں سزا ملے گی۔ شیخین نہایت مسامت اور وفاداری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اوامرِ الہیہ کے امر و نہی نیز فیصلہ کرنے اور سزا دینے میں بھی انہوں نے سچیدگی اختیار کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی رائے کو ان کی رائے کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی سے محبت کرتے تھے۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ بھی اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے۔ پس مسلمانوں نے ان کے معاملہ اور سیرت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ ہی آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنا رحم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جو نے کو بچاڑا اور جان کو پسلا کر تباہ ہے۔ ان سے صاحبِ فضیلت مومن محبت کرتا

ہے اور شقی اور دین سے نکل جانے والا آدمی ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔ ان کی محبت قرب کا باعث ہے۔ اور ان کا بغض اللہ سے دور کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور وہ علی کے مرتبے سے بھی اکاہ تھے۔ پھر آپ نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ پھر آپ نے بتایا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ پھر فرمایا لوگو اس بات کو سن لو، اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں، تو میں اُسے مغتری کی حد لگاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ شیخین کو صبراً بھلا کہنے کی انہوں نے اس لئے جرات کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں آپ کو پناہم خیال سمجھتے ہیں۔ اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس

لئے۔ ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں یمنی ہے اور ایک سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا اور اس نے انہماک اسلام کر کے مسلمانوں کے شہروں کا دورہ کیا تاکہ انہیں اُمت کی اطلاع سے روگردان کر دے اور ان میں شر پھیلا دے۔ اس کام کیلئے وہ دمشق آیا۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کی خلافت کو منصوص قرار دیا۔ اور حضرت علی کی رجعت اور یہ کہ ان میں الوہیت کا جزم ہے۔ اور یہ کہ وہ بادلوں میں آئیں گے، کا نیا شاخسانہ اسی نے گھڑا ہے۔ مغربی کہتے ہیں کہ ابن سبا سے رافضیوں میں کئی قسم کے غالی پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے

رائے کا اظہار کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپؑ عنقریب اس بیان کولاحظہ فرمائیں گے۔ انشاء اللہ، پھر آپؑ نے ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے مدائن لے گیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ مجھے کسی شہر میں ٹھکے نہیں دیتے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن سبا یہودی تھا۔ جس نے اظہار اسلام کیا تھا۔ اور روافض کے ایک گروہ کا بڑا لیڈر تھا اور ان لوگوں کو حضرت علیؑ نے اس وقت نکالا تھا جو آپؑ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علیؑ میرے ابو بہیت یا بیٹی جاتی ہے۔

دابر قطعی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ کو جبر پہنچ کر ایک آدمی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر حرف گیری کر رہا ہے۔ آپؑ نے

جواز سے مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں جاتا تھا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش تیار کی اور ۳۳ھ میں بصرہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے اس کی بُری باتوں کی وجہ سے اُسے دُعا سے نکال دیا تو وہ کوڑھ چلا گیا۔ دُعا سے بھی اُسے نکال دیا گیا تو مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اور اپنے داعیوں کو شہروں میں پھیلا دیا۔ اور ان سے شہروں میں سے جو آدمی اس کی طرف مائل ہوا اُسے لکھا کہ اپنے حاکموں پر عیب لگاؤ۔

لاحظہ فرمائیے، عبرتِ تاریخ از کوثری

اُسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کے سامنے شیخین کے عیوب پیش کئے
 تاکہ وہ تسلیم کرے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ
 نے اُسے فرمایا خدا کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ
 مبعوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں تجھ سے سن لیتا اور اس
 پر شہادت بھی بل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرتا جب
 یہ ثابت ہو گئی ہے تو اہل بیت نبوی کے یہی نمایاں ثبوت ہیں کہ وہ اس
 معاملہ میں سلف کی اتباع کریں۔ اور رافضیوں اور شیعوں نے عناد،
 غیبت اور جہالت سے جو قبیح باتیں ان کی طرف منسوب کی ہے۔ ان سے
 اعراض کریں۔ اور ان تمام باتوں سے احتیاط اختیار کریں جو یہ لوگ انہی
 کے بارے میں کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت ابو بکر
 علی سے افضل ہیں۔ وہ کافر ہے۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ
 امت صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ دین، علمائے شریعت
 اور عوام کی تکفیر ہیں ان کو بخیر کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں
 اور یہ بات قواعد شریعت کو بیخ کن ہے اٹھا دیتی ہے۔ اور کتب سنت
 اور حضور کی شہادت اور صحابہ اور اہل بیت کی باتوں پر عمل کرنے کو باطل قرار
 دیتی ہے جبکہ تمام احادیث اور اخبار و آثار کے راوی اور حضور علیہ السلام کے
 زمانہ سے لیکر ہر دور میں قرآن کے ناقل، صحابہ، تابعین اور علمائے دین ہی رہے
 ہیں۔ اور رافضیوں کی قسم کے لوگوں کی کوئی روایت اور روایت موجود نہیں
 جس سے وہ فروغ شریعت کو معلوم کر سکیں۔ ان کا بڑے سے بڑا کام یہ ہے
 کہ کسی سند میں کوئی رافضی یا اس قسم کا کوئی آدمی آگیا ہے۔ اور ان کی روایت
 کے قبول کرنے میں جو اعتراضات ہیں وہ ائمہ اثر اور ناقدین سنت میں مشہور

ہیں اور جب یہ لوگ صحابہ اور تابعین وغیرہ پر عیب لگاتے ہیں تو دراصل قرآن و سنت پر عیب لگاتے اور ساری شریعت کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اور اس طرح یہ معاملہ زمانہ جاہلیت کے جاہلوں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب الیم اور عظیم ناراضگی ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر انفرادی کرتا ہے جس سے الباطل شریعت اور ہم شریعت تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس ایک عقیدہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ امت محمدیہ کے سوا داعظم کے متعلق جو شہادتیں کا اقرار کرتا اور شریعت کو قبول کرتا بغیر کسی موجب کفر کے، کفر کا اعتقاد رکھے فرض کرو کہ نفس الامر میں حضرت علی، حضرت ابو بکر سے افضل ہیں۔ لیکن کیا حضرت ابو بکر کی افضلیت کے قائل معذور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات دلائل صریحہ کی بناء پر کہی ہے۔ اور وہ مجتہد ہیں اور مجتہد جب غلطی کرے تب بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ان کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے۔ جبکہ یہ متفقہ بات ہے کہ پھر فریاد دین کے عداوی انکار سے ہوتی ہے۔ جیسے نماز اور روزے کا انکار کرنا لیکن جو بات نفرو استدلال کی محتاج ہو اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا خواہ اس کے اختلاف پر اجماع ہو۔ پس اہلسنت والجماعت کے انصاف پر غور کرو۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے رذائل، جہالت، عناد، تعصب اور غبارت سے پاک قرار دیا ہے۔ ہم ان لوگوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے جو حضرت علی کو، حضرت ابو بکر پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف ہے۔ اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس پر اجماع رہا ہے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے لئے ایسا عند قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے۔ اور امت میں سے جو شخص رافضیوں

کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دیگر بُرے کاموں کی وجہ سے کُرتا ہے۔ جو انہوں نے ساتھ ملائے ہیں۔ پس اس انسان کی تکفیر سے بچو۔ جس کا دل ایمان سے لبریز ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی تقلید نہ کرو۔ اور حضرت علی کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہلبیت کے مسرّج بیانات میں جو شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس پر غور کرو۔

ان احمقوں نے اگرچہ حضرت علی کی اس بات کو تفسیر پر محمول کیا ہے پھر بھی اہلسنت کے نزدیک حضرت علی اور اہلبیت کی اتباع کی روکڑیں یہ کوئی نذر نہیں بنتا۔ پس ان کے متعلق کفر کے اعتقاد سے بچو۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علی کے دل کو پھاڑ کر نہیں دیکھا کہ انہوں نے تفسیر کے طور پر یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرآنِ احوال، شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کے خوف کو خاطر میں نہ لانا۔ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ نے تفسیر سے کام نہیں لیا پس اہلسنت کے نزدیک یہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو ان کو اعتقادِ کفر سے روکے۔

سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: شریعہ اسلام اور اپنے دوسرے محقق ابو زر عمرونی عرانی سے سوال کیا گیا کہ جو شیخین خلفائے اربعہ کو ترتیب معلوم کے مطابق افضل سمجھتے ہیں ان میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ گنہگار ہوگا۔ آپ نے جواب دیا: !
محبتِ دینی کام کی وجہ سے ہوتی ہے یا دنیوی کام کی وجہ سے دینی محبتِ انصافیت کو لازم ہے جو افضل ہوگا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہوگی۔ اور جب ہم ایک کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک متناقض بات ہوگی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیوی کام،

یعنی قرابت اور احسان کی وجہ سے افضل کی بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں۔ مگر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی افضل ہیں۔ لیکن وہ حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت علی سے زیادہ محبت رکھے، ایسے اگرچہ مذکورہ محبت بھی دینی محبت ہی ہے لیکن اس کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اور یہ شخص صرف زبان سے ہی حضرت ابو بکر کی افضلیت کا معترف ہے اور اگر یہ دل سے دینی محبت کے باعث حضرت علی کو حضرت ابو بکر پر فضیلت دیتا ہے تو یہ جائز نہیں اور اگر مذکورہ محبت دنیوی اعتبار سے ہو اس لحاظ سے کہ وہ حضرت علی کی اولاد سے ہے یا کسی اور معنی میں تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔



قرآن و حدیث میں حضرت ابو بکر کے اس فضائل کا
تذکرہ جن میں سے آپ سے منظر و ہر سے



پہلی آیت

وَسَيُحِبُّهَا آلُ تَقِيٍّ الَّذِي يُوْتِي
مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَالٌ أَحَدُ عَشَرَ
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ
يَرْضَىٰ

اور وہ اتنی جو اپنے مال کو دیتا ہے
تا کہ اس کا تزکیہ ہو وہ غفیر و بیکار
جائے گا۔ اور کسی کا اس پر احسان
نہیں جس کی جزا دی جائے۔ صرف
اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسا کرے گا
ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ آیت حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی
ہے۔ اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ صاری امت سے اتنی ہیں اللہ
تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
اور اکرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوتا ہے

پس نیت یہ نکلا کہ آپ بقیہ امت سے افضل ہیں۔ اس آیت کو
حضرت علیؓ پر حمل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے افترائے طور پر ان کی
مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

وما لاجل عندک من نعمتنا تجزی

اس کو حضرت علیؓ پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کی پرورش کی۔ اور یہ آپؐ کا ان پر احسان ہے۔ یعنی
ایسا احسان جسکی جزا دی جائے گی۔ اور جب حضرت علیؓ اس آیت کے مفہوم
سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کا تعین ہو گیا۔ کیونکہ آپؐ کے اتقی ہونے پر
اجماع ہو چکا ہے اور وہ دونوں میں سے ایک ہی ہو سکتے ہیں نہ کوئی اور ہے۔

لے بن اس نے زبیر بن العوام سے، ابن جریر، ابن المنذر، آجری اور ابن ابی حاتم نے
عروہ سے اور حاکم نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کے بارے
میں نازل ہوئی ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اور فخر الدین
رازی کہتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اتقی سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور
تفصیل کا میدان خصوصیت کا تقاضا ہے۔ اور جو اسے عام قرار دیگا۔ اسے اتقی کی
تأویل اتقی سے کرنی پڑے گی۔ اور یہ قطعی طور پر مجاز ہے۔ اور مجاز اصل کے خلاف
ہوتا ہے۔ اور بغیر دلیل کے اسے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہاں کوئی دلیل موجود
نہیں۔ بلکہ دلیل اسکی معارض ہے جو سبب نزول اور اجماع غریب ہے۔ الا اتقی میں
لام چند کا ہے۔ اس بارے میں امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام الحبل الشیق
فی نفعہ العبدیق ہے۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے سات آدمیوں کو آزاد کر دیا جنہیں صرف اس بنا پر مذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ تو عید الہی کو مناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
وَسَيَجْعَلُهَا لِقَآئِیْ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ

دوسری آیت

واللیل اذا یغشی والنہار اذا
تجلی و ما خلق الذکر والانیثی
ان معیکم لشیئی
اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور
دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور جو
اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔
تمہاری سامعی مختلف قسم کی ہیں

ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیوں میں خرید لیا۔ اور پھر اُسے اللہ آزاد کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ابو بکر، امیہ اور اہل کی سامعی آپس میں بڑا فرق رکھتی ہیں

تیسری آیت

ثانی اثین اذا ہانی الغاراذ
یقول لصاحبہ لا تحزن
ان اللہ معنا فانا نزل اللہ
وہ ثانی اثین تھا۔ جب وہ دونوں
غار میں تھے اور حضور علیہ السلام
اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم

سکینۃ علیہ وایدہ بجنود
 ۱۔ تروہا

ذکر یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ
 ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینۃ
 اس کے دل پر نازل کی اور آپ کی
 ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم
 نے نہیں دیکھا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت
 ابو بکر ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر
 کی جائے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ :
 فانزل اللہ سکینۃ علیہ میں ضمیر حضرت ابو بکر کے لئے ہے اور جو ضمیر کو
 ہر اس بات کے مناسب ٹوٹایا جائے جو آپ کی شان کے مطابق ہے تو وہ
 ایدہ بجنود آپ کے مشافی نہیں اور حضرت ابن عباس کی جلالت شان اس
 بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو
 آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالفت ہونے کے اسے آپ پر عمل نہ کرتے

چوتھی آیت

والذی جاء بالصدق وصدق
 یہ اولئک ہم المصدقون
 اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور
 جس نے اس کی تصدیق کی۔ یہی لوگ
 متقی ہیں۔

بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے اپنی تفسیر
 میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق
 کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابو بکر ہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ

ایک روایت بالحق کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ شاید یہ حضرت علی کی قبر آیت ہے۔

پانچویں آیت

ولممن خاف مقام ربه جنتان اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں
ابن ابی حاتم نے شوزب سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹی آیت

رشادہ صحیفی الامام اور ان سے منطقات میں مشورہ کر۔
حاکم نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آگے بیان کردہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو بکر اور عمر سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ساتویں آیت

فان الله هو مولاي وجابريل يس الله تعالیٰ اور جبریل اور صالح المومنین صالح مومنین اس کے درست ہیں۔
طبرانی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔



آٹھویں آیت

هو الذی یصلی علیکم وملائکته وہ ذات اور اس کے فرشتے تم پر
لیخرجکم من الظلمات الی النور رحمت بھیجتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں
سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ جب آیت ان اللہ
وملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم وتسلیم
نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جو جلائی بھی
آپ پر نازل کی ہے ہم اس میں شریک رہے ہیں تو اس پر یہ آیت هو الذی
یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور نازل ہوئی۔

نویں آیت

ووصینا الانسان بوالدیہ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین
احساناً حملتہ امہ کرها ووضعتہ اسے کرہا اور وضعہ
کرها وحملہ وفصالہ ثلاثین کرہا وحملہ ووضعتہ
شہراً حتی اذا بلغ اشداً کا وبلغ اور تکلیف سے اُسے حمل میں یا
اربعین سنۃ قال رب افرغنی اور دو دھ چھڑانے تک کا زمانہ میں
ان اشکر نعمتک الی الغیت علی ہمیشہ ہے حتی کہ جب وہ جوانی کو
وعلی والدی وان اهل سالحا پہنچ جاتاہے اور چالیس سال کا
ترضاہ واصلم لی فی ذریعتی الی ہو جاتاہے تو دعا کرتاہے۔ اے
تبت الیک والی من المساکین اللہ مجھے توفیق دے کہ میں تیرے
اولئک الذین یتقبل اللہ عنہم احسان کا شکریہ ادا کروں جو تولے

احسن ماعملوا ویتجاوز عن

مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے

سیاتھم فی اصحاب الجنة

اور میں ایسے نیک عمل کو دل جن سے

وعد الصداق الذی کافوا

تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح

یوعد و دے

فرمایا میں تیرے حضور تو یہ کرتا ہوں اور

میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ وہ لوگ

ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن

رنگ میں قبول فرمائے گا۔ اور ان

کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے

گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے

یہ درجہ جو ان سے کیا جا رہا ہے

بالکل سچ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ سارے

آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے

اس میں خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے۔ جن کی دوسرے صحابہ رضوان علیہم

اجمعین میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

دسویں آیت

اور ہم نے ان کے سینوں سے

کینے کو کھینچ کر نکال باہر کیا ہے

وہ آپس میں بھائی بھائی میں بوائے

دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں

و نزعنا ما فی صدورهم

من غل اخوانا علی سرر

متقابلین

سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاءوا بالاثاث عصبۃ منکم
یہ تمام کی تمام دس آیات نازل کی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت فرمائی
تو حضرت ابوبکرؓ نے جو مسطح بن اثاثہ پر اس کی قرابت اور غربت کی وجہ سے
خرج کیا کرتے تھے۔ قسم کھائی کہ مسطح نے حضرت عائشہ کے بارے میں جو کچھ
کہا ہے اس کی وجہ سے اب میں اس کے بعد مسطح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا تو
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا يَأْتِلُ إِلَّا الْفَضْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
الْآيَةِ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا سوئی تیری قسم، میں تو
یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ مسطح
کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا جو آپ اس پر کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی
قسم کہ میں کبھی اس کا خرچ بند نہ کروں گا۔

تنبیہ حدیث تک سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ
کی طرف زنا منسوب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ہمارے ائمہ نے اس بات
کی تصریح کی ہے کہ ایسا کہنے سے نصوص قرآنیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان
کا کذب اجماع مسلمین سے کافر ہے۔ اور اس سے غالی رافضیوں کی کثیر تعداد
کا کفر بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت عائشہ کی طرف یہ
بات منسوب کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

بارہوی آیت

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَا نَسِيْنُ الْآيَةَ
اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَمَنْ نَسِيَ الْآيَةَ إِذَا خَرَجَ
اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ
تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی تیب

کفار نے اُسے اور ثانی اشین کو نکالا

ابن عساکر نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے

ابوبکر کے سب مسلمانوں سے انہماک ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر اس ناراضگی سے

خارج ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **الانصر وہ فقد نصرہ اللہ الایۃ**

احادیث نبویہ

اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں

جن میں سے چودہ احادیث باب اول کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ

اور احادیث ہیں جن میں آپ کی رفعت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل

اور انفال کا بیان ہے۔ اس لئے اب ہم چند خوب حدیث سے گنتی کا آغاز

کرتے ہیں۔

پندرہویں حدیث

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان

کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

ای الناس احب الیک؟ قال عائشۃ، آپ کو لوگوں میں سے کون زیادہ

نفلت من الرجال قال ابوہا، نفلت تم محبوب ہے فرمایا عائشہ، میں نے

من، فقال عمر بن الخطاب فعد رجالاً کہا مردوں میں سے کون زیادہ مجھ سے

وفی روایۃ لست اسألك عن اهلك ہے فرمایا اس کا باپ، میں نے کہا

انما اسئلک عن اصحابک پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، آپ

نے کئی آدمیوں کے نام گنوائے اور

ایک روایت میں ہے کہ میں آپ

سے آپ کے اہل کی نسبت نہیں

پوچھتا، میں صرف آپ کے اصحاب
کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

سولہویں حدیث

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر سے بیان

کیا ہے کہ

كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عَمَرَ
ثُمَّ عُمَانُ ثُمَّ نَتْرَكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَاضَ بَيْنَهُمْ وَ
فِي رِوَايَةٍ لَأَبِي دَاوُدَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَّ أَفْضَلُ أَمْتِهِ
بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُمَانُ وَزَادَ الطَّبْرَانِيُّ
فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ يَنْكَرْهُ -

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں کسی کو بھی ابو بکر پھر عمر،
پھر عثمان کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اس
کے بعد ہم صحابہ میں تفاضل نہیں کرتے
تھے اور ابو داؤد کی روایت میں ہے
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زندگی میں حضرت ابو بکر پھر حضرت
عمر اور پھر حضرت عثمان کو افضل آدمی
کہا کرتے تھے اور طبرانی نے یہ
الفاظ بھی زائد کئے ہیں کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی
تو آپ نے اسی پر کبر نہیں مانا۔

بخاری میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے
باپ یعنی حضرت علی سے کہا کہ

ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر فقلت
ثم من قال عمر وحشيت
ان يقول عثمان قلت ثم انت
قال ما انا الا واحد من المسلمين
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کون آدمی بہتر ہے فرمایا ابو بکر، میں
نے کہا پھر کون فرمایا عمر، میں طورا
کہ کہیں آپ عثمان کا نام نہ لے دیں
میں نے کہا پھر آپ، آپ نے فرمایا
میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام
آرمی ہوں۔

ابن عباس نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ
کنا ونبیاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم بفضل ابی بکر وعمر وعثمان
وعلیا،
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی موجودگی میں حضرت ابو بکر، عمر،
عثمان و علی کو فضیلت دیا کرتے
تھے۔

ایسے ہی اس نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے
کنا معشر اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ونجت
متوافقون نقول افضل هذه
الامة بعد نبیہا، ابو بکر و عمر
عمر و عثمان ثم نسكت
ترندی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے

حضرت ابو بکر سے کہا

یا خیر الناس بعد رسولی اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین شخص، تو حضرت ابو بکر نے کہا اگر
 فقال ابو بکر اما انک لو قلت تو یہ کہتا جو میں نے آپ کو فرماتے سنا
 ذلك نالقد سمعته يقول ما ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں
 طلعت الشمس علی خیر من عمر ہوا۔

اور حضرت علی سے یہ روایت تو ائمہ کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابو بکر اور
 عمر ہیں اور فرمایا مجھے کوئی شخص ابو بکر اور عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے
 مٹری کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔
 ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ

ابو بکر خیرنا و سیدنا و ابو بکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں
 اجنا الی رسول اللہ صلی اور ہم سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
 اللہ علیہ وسلم وسلم کو محبوب ہیں۔

اور ابن عساکر میں ہے کہ

ان عمرو بعد المنیر ثم حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا، ابو بکر
 قال ان افضل هذه الامة بعد اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل
 نبیہا ابو بکر فمن قال غیر ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفسری
 هذا فهو مفسر علیہ ما ہے اور اسے مفسری کی حد لگے گی۔
 علی المفسری

سترہویں حدیث
عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ
نے ابوالدرداء سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ
ما طلعت الشمس ولا غربت سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع وغروب
علیٰ احد افضل من ابی بکر نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ سوائے
الا ان یکون نبیا اس کے کوئی نبی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ
ما طلعت شمس علی احد بعد انبیاء اور رسولین کے بعد ابوبکر سے افضل
النبیین والمرسلین افضل من آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔
ابی بکر۔

اور جاہل کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی شخص پر
سورج طلوع نہیں ہوا جو اس سے افضل ہو۔ طبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے
اور دیگر وجہ سے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے صحیح اور حسن ہونے
کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اٹھارہویں حدیث
طبرانی نے اسعد بن زرارہ سے بیان کیا
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان روح القدس جب ریل روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ
اخیر فی ان خیر امتك کے بعد آپ کی امت کا بہترین آدمی
بعد ابوبکر ہے

انیسویں حدیث : طرانی اور ابن عدی نے مسلم بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر خیر الناس الا ان یكون نبی ابو بکر سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

بیسویں حدیث : عبداللہ بن احمد نے زوائد المستندین حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر صاحبی و مؤمنی فی الغار صدقہ ابوبکر میرے یار غار اور مؤمن ہیں، کل خیرۃ فی المسجد غیر خیرۃ کل خیرۃ کی کھڑکی کے سوا مسجد کی سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

اکیسویں حدیث : نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر منی و افاضۃ و ابوبکر اخی فی الدنیا و الآخرة ابوبکر مجھ سے افاضت اور میرا شہدہ ہیں دنیا و آخرت کے

بائیسویں حدیث : ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انانی جبیر میں واخذت بیدی فأرا فی باب الجنة الذی تدخل منه اہتی آمانی جبیر میں نے میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھا یا جس میں سے میری اہل بیت داخل

النظر اليه فقال انا انك يا ابا بكر اول من يدخل الجنة من امتي
 ہوگی حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں
 آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ میں
 اُسے دیکھ سکوں فرمایا اُسے ابو بکر
 میری امت میں سے سب سے پہلے
 آپ جنت میں داخل ہوں گے

تیسویں حدیث

بلرانی نے حضرت سقرہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان ابا بكر وعول المرؤاوان رؤياهم
 انما تحتفظ من النبوة انما نصيبه
 من آثار نبوة رسول الله صلى الله عليه
 وسلم انما فاض عليه فسيوينا صدقه
 ونفقيه لهما عن سائر حظوظه واغنى الله
 وعظيم ثنائه عن نفسه واهله
 ابو بکر و عول کے تاویل بیان کرتے ہیں
 اور آپ کی رؤیا یا حال نبوت میں سے آپ
 کا حصہ ہے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے آثار نبوت میں سے آپ کا
 حصہ ہے جس کا آپ پر نیکان (آپ پر
 آپ کے صدقہ مزید اور دیگر منظور
 احوال سے کنارہ کشتی اور باقی جان اور اپنے
 اہل سے نفا ہو جائیگی جو اسے ملے گا۔

چوبیسویں حدیث

روایت کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 حضرت ابی الدرداء و ابا بکر
 دیکھی نے حضرت سقرہ سے بیان کیا ہے کہ
 مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابو بکر سے رؤیا
 کی تعبیر کرواؤں

پچیسویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انہ لیس فی الناس احداً لو گوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ
امن علی فی نفسه و مالہ سے بڑھ کر مجھ پر جان و مال سے نڈا ہو۔ اگر
من ابن ابی قحافہ ولو میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن اسلام
كنت متخذاً خلیلاً لاتخذت دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی
ابا بکر خلیلاً و لكن خلة سب کھڑکیوں کو، سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے
الاسلام افضل سد و اعفی بند کر دو۔

کل خوفیة فی هذا المسجد

غیر خوفیة ابی بکر

پچیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر سے

فرمایا کہ

انت علیق من النار تو آگ سے آزاد ہے۔

سائیسویں حدیث

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ

انت صاحبی علی الخوض و آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی
صاحبی فی الغار ہیں۔

اٹھائیسویں حدیث
 البیہقی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور ابن سعد اور حاکم نے بھی اسے حضرت عائشہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ

انی لقی بیتی ذات یوم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو
 اصحابہ فی الفناء السور
 بیٹی و بیٹے اذ اقبل ابوبکر
 فقال انبی صلی اللہ علیہ وسلم
 من سورۃ ان ینظر الی عاتق
 من النار فلینظر الی ابی بکر
 ایک روز میں اپنے گھر میں تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں بیٹھے تھے۔ میرے اور ان کے درمیان پرندہ حائل تھا کہ ابوبکر آگئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کو آگ سے آزاد آدمی کو دیکھنے سے خوشی محسوس ہوتی ہو اسے چاہیے کہ وہ ابوبکر من النار فلینظر الی ابی بکر کو دیکھے۔

آپ کے اہل نے تو آپ کا نام عبد اللہ رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا نام غالب آگیا ہے۔

انیسویں حدیث
 حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا یا ابابکر انت عتیق اللہ من اسے ابوبکر عتیق اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کیا وہ یومئذ سخی عتیقاً مکر دیا ہوا ہے۔ اس روز سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا ہے۔

تیسویں حدیث
 بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زہیر سے بیان کیا ہے۔

کان اسمہ ابی بکر عبد اللہ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا حضرت نبی کریم
 فقال له النبی صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ مجھے
 وسلم انت عتیق اللہ ص انت عتیق اللہ ص انت عتیق اللہ ص
 النار فسمی عتیقاً ہے تو آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

تنبیہ

ان احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے اور علماء کے
 نزدیک صبح یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا اور لقب عتیق۔

اکتیسویں حدیث
 حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے

بیان کیا ہے کہ

جاء المشركون الى ابی بکر مشرکین نے حضرت ابو بکر کے پاس اگر کہا
 فقالوا اهل لك الى صاحبك آپ کے ساتھی کا خیال ہے کہ وہ رات کو
 يزعم انه اسرى به الليلة بيت المقدس گیا ہے کیا آپ اسے تسلیم کرتے
 الى بيت المقدس قال وقال ہیں حضرت ابو بکر نے کہا کیا یہ بات انہوں
 ذلك قالوا نعم فقال لقد صدق ابی بکر نے جواب دیا۔ ہاں
 صدق ابی بکر نے کہا پھر انہوں نے سچ کہا ہے میں
 من ذلك بخبر السماء و قد تو اس سے بھی دور کی باتوں یعنی جو خبریں
 و روحه فلذلك سمی الصديق صبح و شام آپ کو آسمان سے سنی ہیں۔ ان کو
 بھی مصدق ہوں۔ اس لئے آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔

یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور ام ہانی سے بھی مروی ہے پہلی

دو حدیثیں ابن عساکر نے بیان کی ہیں۔ اور تفسیری طبرانی نے۔

تیسویں حدیث

سعيد بن منصور نے اپنی متن میں ابی وہب سے
مولی ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب
اسراء سے واپسی پر مدی طوی مقام پر تھے تو آپ نے فرمایا
یا حبیبی ان قومی لا یصدقونی اے جبریل میری قوم میری بات کی تصدیق نہیں
فقال یحذرتک ابوبکر کرے گی۔ تو اس نے کہا ابوبکر آپ کی تصدیق
وہو الصدیق کرے گا اور وہ صدیق ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں ابی وہب اور ابی ہریرہ سے
موصول قرار دیا ہے۔

حاکم نے نزال بن سبرہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی سے
کہا اے امیر المؤمنین ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ فرمایا یہ وہ
شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدیق
قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ الرسول ہے۔ آپ نے اُسے ہمارے دین سے
کے لئے پسند فرمایا اور ہم نے اپنی دنیا کے لئے اُسے پسند کیا۔ اس روایت
کی اسناد عمدہ ہے۔ اور حکم بن سعید سے صحیح روایت ہے کہ میں نے حضرت
علی کو حلف اٹھا کر یہ بات کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق سے
آسمان سے نازل کیا ہے۔

تیسویں حدیث

حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ

ما صاحب النبیین والمرسلین تمام انبیاء اور مرسلین اور صاحب یس کے
اجمعین ولا صاحب یس صحبت یافتہ اصحاب میں سے کوئی شخص ابو بکر
افضل من ابی بکر سے افضل نہیں

پنجمین حدیث

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ما لاحد عندنا من ولد الا وقد ہم نے ابو بکر کے سوا ہر آدمی کے احسان کا
کافینا دیا مالا ابابکر فان بدلہ دے دیا ہے اس کے ہم پر اس قدر
لہ عندنا ید ابیکم فیہ اللہ بھا احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز
یوم القیامۃ وما نعنی مال اسے ان کا بدلہ دے گا مجھے ابو بکر کے مال
احد قط ما نعنی مال ابی بکر نے اس قدر فائدہ دیا ہے جتنا کسی اور
دلوکت محتاج خلیل لا کے مال نے کبھی نہیں دیا اگر میں کسی کو خلیل
تخذت ابابکر خلیلاً الا بتاتا تو ابو بکر کو بتاتا لوگو اس بات کو اچھی
صاحبکم ای محمد اھلی اللہ طرح سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم خلیل اللہ وسلم اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے

پنجمین حدیث

شیخین احمد ترمذی اور نسائی نے حضرت
ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
من انفق زوجین فی سبیل اللہ جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ
قودی من ابواب الجنۃ یا کی راہ میں خرچ کرے گا اسے جنت کے
عبد اللہ ہذا خیر لک فمن دروازوں سے پکارا جائے گا اسے عبد اللہ

کان من اهل الصلوة دعی تیرے لئے یہ بہتر ہے جو نمازی ہوگا اُسے
 من باب الصلوة ومن کان باب الصلوة سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد کرنے
 من اهل الجہاد دعی من والا ہوگا۔ اُسے باب الجہاد سے بلایا جائے
 باب الجہاد ومن کان من کا جو روزے دار ہوگا اُسے باب الریان سے
 اهل الصیام دعی من باب بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دیتا ہوگا اُسے باب
 الریان ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر نے
 قال ابو بکر وھل یدعی احد من عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص ہے
 تلک الابواب کلھا قال ارجو بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے
 ان تکن منهم گا۔ فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تو ان لوگوں
 میں سے ہوگا

چھٹیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 لا ینبغی لقوم فیہم ابوبکر ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کسی اور
 ان یومہم فیہم شخص کو نہیں کہ فی چاہیے۔
 اس حدیث کو خلافت کی گزشتہ چوداں حدیثوں سے پورا اُتھان اور ظاہر ہے
 مناسبت ہے

ستیسویں حدیث

شیخین، احمد اور ترمذی نے حضرت ابو بکر سے

بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز میں فرمایا
 یا ابا بکر واطنابا شین اللہ اے ابو بکر ان دو آدمیوں کے بارے میں

الشما

تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تفسیر اللہ تعالیٰ سورہ

اُرتیسوں حدیث

عبدالکریم اور امین قانع نے بہر سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

یا ایہ الناس احفظونی فی اے لوگو! ابو بکر کے بارے میں میرا خیال

ای بکر فائزہ لہر لپیٹتی منہ رکھا کرو ! اس نے جیسے میری مصائب

اختیار کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

زین العابدین علیہ السلام

ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف

سے بدین کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

”اذا كان يوم القیامة نادى: ”اسمیت کا کوئی شخص ابو اسامہ“

چالوسول ہدایت

طبرانی نے ابو امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

وہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان املر اتخذي خليلك كما التفتا لي نے میرا ایک خلیل بنایا ہے جیسے

اتخذ ابراهيم خبيلا وان اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل

فخیلی ابو بکر بنایا تھا اور سید انجیل ابوبکر ہے۔

یہ حدیث خلافت کی چار شرطوں کے خلاف ہے۔ جو ابھی گزر چکی ہیں۔ ہاں

باقی ہے۔

کتا لیسویں حدیث

طبرانی ابن شہابین اور عمارت نے حضرت معاذ

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
ان اللہ یکوہ فوق سماواتہ
ان یخطا ابوبکر فی الارض
وفی روایۃ ان اللہ یکوہ
ان یخطا ابوبکر رجا ہے
تفاتی

طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ
مجد پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی نے احسان نہیں کیا
اس نے اپنے مال و جان سے میری ہمدردی کی
اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔

تینا لیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت معاذ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
رایۃ النبی و صنعت فی کفۃ
وامتی فی کفۃ فعد لہا شد
وضع ابوبکر فی کفۃ و امتی
فی کفۃ فعد لہا شد وضع

میں نے دیکھا کہ مجھے ایک پلڑے میں ڈالا گیا ہے
اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی ہے
تو میں اس کے برابر رہا ہوں۔ پھر ابوبکر ایک
پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے

عمر فی کفۃ وامتی فی کفۃ میں ڈالی گئی تو ابو بکر امت کے برابر رہا۔ پھر
 فعلہا ثم وضع عثمان فی عمر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے
 کفۃ وامتی فی کفۃ فعلہا پلڑے میں ڈالی گئی تو عمر امت کے برابر رہا
 ثم رفع المیزان پھر عثمان ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے
 پلڑے میں ڈالی گئی تو عثمان میری امت کے
 برابر رہا۔ پھر اس کے بعد ترازو کو اٹھا دیا گیا

چوالیسویں حدیث

مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور
 بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 أرحم امتی ابو بکر میری امت کا سب سے رحمدل آدمی ابو بکر ہے۔
 اس کے تتمہ کا بیان آئندہ آئے گا۔

پنجاویں حدیث

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید
 بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 عشرة فی الجنة وابو بکر فی دس آدمی جنت میں ہوں گے اور ابو بکر بھی
 الجنة جنت میں ہوں گے۔
 اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

چھیالیسویں حدیث

احمد اور ضیاء نے سعید بن زید سے اور ترمذی
 نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ

ابوبکر فی الجنة ابو بکرہ جنت میں ہوں گے

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آئے گا۔

سنن ابی یوسف حدیث

ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحم اللہ ابابکر زوجی اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی
ابنتہ وحمیلتی الی دارالہجرت بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کر کے
واعتق بلا لاء من مالہ و ما دارالہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر کے
نفعنی مال فی الاسلام مال نے جو مجھے فائدہ دیا کسی اور کے مال نے
نفعنی مال ابی بکر نہیں دیا۔

یہ قول کہ وہ مجھے سوار کر کے دارالہجرت لے گئے بخاری کے
اس حدیث کے منافی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر سے
وہ سواری قیمتاً لی تھی اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پہلے اس
سواری کو قیمتاً لیا پھر ابوبکر اس کی قیمت کی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ اس
کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

طرا ابی یوسف حدیث

بخاری کے ابوالدرداء سے بیان کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ

كنت جالسا عند النبي صلى میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا
اللہ علیہ وسلم اذا قبل ابوبکر ہوا جگہ ابوبکر نے اگر سلام کیا اور کہا کہ میرے
فسلام وقال انی کائن بلیغی اور عمر کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو

وہیں عمر بن الخطاب

فا سرحت الیہ ثم دمت

فالتہ ان یغفر لی ثانی علی

فأقبلت الیہ فقال یغفر اللہ

لک یا ابابکر یغفر اللہ لک یا

ابابکر یغفر اللہ لک یا ابابکر ثم

ان عمر بن الخطاب منزلہ

ابی بکر فلم یجدہ فأبی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فدخل

وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یتعرج حتی استفق ابوبکر فوجتہ

علی رکتیہ فقال یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما

كنت اظلم منہ انا کذبت اظلم

منہ فقال النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ان اللہ بعثنی الیکم

فقلتم کذب و قال ابوبکر

صدقت وواسانی بنفسہ

و مالہ فهل انتم تارکون لی حاجی

فہل انتم تارکون لی حاجی

فما اذنی ابوبکر بعد ہا

میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر انہما زدا

کیا اور معافی چاہی مگر انہوں نے نہیں مانا تو

اب میں آپ کے پاس آیا ہوں اس پر حضور

علیہ السلام نے فرمایا ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے معاف

فرمائے ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

ابوبکر تجھے خدا تعالیٰ معاف فرمائے حضرت

عمر کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت

ابوبکر کے گھر آئے مگر وہ موجود نہ تھے پھر

حضرت نبی کریم کے پاس آئے تو آپ کے چہرہ کو

متحیر پایا یہاں تک کہ ابوبکر ڈر گئے اور گھٹنوں

کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں

نے ہی زیادتی کی ہے میں نے ہی زیادتی کی

ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ندامت تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم

نے میری کھڑکی اور ابوبکر نے میرے

تقدیق کی اور اپنی جان و مال سے میرے

بہرہ کی کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر

پھوڑ دو گے کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر

پھوڑ دو گے اس کے بعد حضرت ابوبکر کو

کسی نے تکلیف نہیں دی۔

پچاسویں حدیث

بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے گھسیٹتا پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ ابو بکر نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کا ایک حصہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تکبر سے ایسا نہیں کرتا

من جز ثوبه خيلا لم ينظر الله اليه يوم القيامة فقال ابو بكر ان احد ثوبي ثوبى يستريحى الا ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذلك خيلا

اکیاونویں حدیث

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من اصبغ منكم اليوم ماء ثمنا ارجع مع تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے کون بخارہ کے ساتھ اٹھا۔ ابو بکر نے عرض کیا میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے کھلایا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے عیادت کس نے کی ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے عیادت کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ

من اصبغ منكم اليوم ماء ثمنا قال ابو بكر انا قال فمن تبع منكم اليوم جئت قال ابو بكر انا قال فمن اطعم منكم اليوم مسكينا قال ابو بكر انا قال فمن عاد منكم اليوم ليضا قال ابو بكر انا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اجتماع في امرى عالا دخل الجنة

وفی روایت وجبت للک علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب باتیں
الجنة جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے اور ایک روایت
میں ہے کہ تجھ پر جنت واجب ہو گئی ہے۔

یا توین حدیث

بزار نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان

کیا ہے کہ

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر
صلوات الصبح ثم اقبل علی صحابہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا: تم
اصحابہ لوجہہ فقال من میں سے روزہ کس لئے رکھتا ہے حضرت عمرؓ
اصبح منکم صائما؟ فقال عمر یا رسول اللہ لم احدث
نفسی بالصوم الباریحۃ لئے میں نے روزہ نہیں رکھا۔ اور ابوبکرؓ نے
فاصبحت مفطرا فقال ابوبکر عرض کیا میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے
ولکن حدثت نفسي بالصوم کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے آپ
البارحۃ فاصبحت صائما نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت
فقال حل منکم احد الیوم عماد کی ہے حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
مریضا فقال عمر یا رسول علیہ وسلم ہم نارس نہیں ہوئے مریض کی
اللہ لم نبرح فکیف نعود عیادت کیسے کر سکتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ
المریض فقال ابوبکر یلغی نے عرض کیا مجھے پتہ چلا کہ میرے بھائی حضرت
ان اخي عبد الرحمن بن عوف بھائی ہیں تو میں ان کو دیکھنے
عوف شاک فجعلت طریقى گئے لئے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح

علیہ السلام نظر کر لیا صحیح فقال
 کی ہے آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس نے
 حل منکم من اطعم الیوم مسکیناً کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمر نے
 فقال عمر صلینا یا رسول کہا یا رسول اللہ ہم نے نماز پڑھی پھر فرغت
 اللہ لم تبرح فقال ابو بکر نہیں ملی اور حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں مسجد
 دخلت المسجد فاذا سائل میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا۔ عبدالرحمن کے ہاتھ
 فوجدت کسرتہ من خبز الشعیر میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ جسے میں نے
 فی ید عبد الرحمن فاخذتها اس سے لے کر اس سائل کو دے دیا۔ آپ
 قد فعلتھا الیہ فقال انت نے فرمایا تجھے جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات
 فابشر بالجنة ثم قال قد فعلتھا کہی جس سے حضرت عمر بھی خوش ہو گئے وہ
 ارضی بھا عمر زعم انه لم یرد کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ
 خیراً قط الا سبقه الیہ کیا ہے ابو بکر مجھ سے سبق لے گئے ہیں۔ یہ
 ابو بکر کذا لفظ هذا الحدیث الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں۔ جسے میرے
 فی النسخۃ الی رایتھا وفیہ نے دیکھا ہے اس میں کچھ باتیں غور و فکر کی محتاج
 ما یتحتاج الی التامل ہیں۔

ابو بلی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں۔
 کنت فی المسجد اصلی قد دخل میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر
 ومعہ ابو بکر و عمر فوجدتہ کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا
 ادعوا فقال سل تعطہ ثم کہتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، اس سے مانگو وہ
 قال من اراد ان یقرأ القرآن تمہیں دے گا پھر فرمایا جو شخص قرآن پاک کو

غضا طریاً فلیقرأ بقراءتہ میں پڑھنا چاہتا ہے۔ تو وہ
 ام عبد فرجعت الی منزلی ابن ام عبد کی قرأت میں پڑھے۔ اس کے بعد
 فاتانی ابو بکر فیشرفی، ثم۔ میں اپنے گھر واپس آگیا تو حضرت ابو بکر نے اگر
 اتانی عمر فرجدا ابابکر خارجاً مجھے مبارک دے۔ پھر حضرت عمر میرے پاس
 قد سبقہ فقال انک لسباق آئے تو انہوں نے حضرت ابو بکر کو میرے گھر
 بالخیر سے نکلنے دیکھا تو کہا تو نیکی کے کاموں سے
 بہت سبقت لے جاتے والا ہے

ترتیب حدیث

احمد نے سند سن سے ربیعہ اسلمی سے بیان

کیا ہے وہ کہتے ہیں

بحری بنی و بن ابی بکر میرے اور حضرت ابو بکر کے درمیان کچھ سخت
 کلام فقال لی کلمۃ کوہتھا کلامی ہوگئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات
 وندم فقال لی یا ربیعۃ رد کہی ہو مجھے بری لگی اور وہ بھی اپنی بات پر نادم
 علی مثلھا حتی یكون قواماً ہوئے اور مجھے کہنے لگے اے ربیعہ مجھے بھی
 فقلت لا افعل فقال ابو بکر اس جیسی بات کہہ لو تاکہ قصاص ہو جائے میں
 لتقولن اولاً لتستعدين فتقولن رسول اللہ نے کہا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ حضرت ابو بکر
 علیہ وسلم قلت ما انا بفعل نے کہا تو ایسا کرنے والا نہیں۔ حضرت
 فالنطلق ابو بکر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالنطلق ابو بکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے
 اتوہ و جاء الناس من اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے واپس گیا اور اسلم

اسلم فقالوا رحم الله ابا بكر
 اى شئى يستعدى عليه
 وهو الذى قال لك ما قاله
 فقلت اتدرون من هذا
 هذا ابو بكر هذا ثمانى اشئين
 وهذا ذو شئبة المسلمين
 اياكم لا يلتفت فيما كرم
 تنصرونى عليه فيغضب
 فيأتى رسول الله صلى الله
 عليه وسلم فيغضب لغضبه
 فيغضب الله لغضبهما فيهلك
 ربيعة قالوا فانا ما ناكلت
 ارجعوا والطلق ابو بكر وتبعته
 وحدى حتى أتى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فحدثه
 بالحدیث كما كان فرجع الى
 رأسه فقال يا ربيعة مالك
 والصدیق فقلت يا رسول الله
 كافك كذا كنك ا فقال لی كلبه
 كرهتما فقال لی قل لی
 كما قلت لك حتى يكون

قبیلے کے لوگ بھی آگئے اور کہنے لگے اللہ
 تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے وہ کس معاملے میں
 آپ کے خلاف مدد طلب کرنے جا رہے
 ہیں حالانکہ انہوں نے ہی تجھ سے جو کہا ہے
 کہا ہے۔ میں نے کہا تمہیں پتہ ہے یہ کون
 ہے۔ یہ ابوبکر ہے ثمانی اشئین ہے اور مسلمانوں
 کا بزرگ ہے۔ اس کی طرف کوئی متوجہ نہ
 ہو اگر اس نے دیکھ لیا کہ تم اس کے خلاف
 میری مدد کر رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائے
 گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 جائے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس
 کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے
 اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ
 ناراض ہو جائے گا اور ربيعة تباہ ہو جائے گا
 انہوں نے کہا پھر تو مجھیں کیا حکم دیتا ہے۔ میں
 نے انہیں کہا واپس چلے جاؤ۔ میں اور حضرت
 ابوبکر اکیلے ہی دیاں گئے۔ حضور تشریف لائے
 تو حضرت ابوبکر نے جیسے واقعہ ہوا تھا ویسے
 ہی بتا دیا۔ حضور نے سراٹھا کر میری طرف
 دیکھا اور فرمایا تمہارا اور مدین کا کیا معاملہ
 ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اس طرح

قصصاً فابیت فقال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اجل لا ترد علیہ و لکن
 قل غفر اللہ لک یا ابا بکر
 فقلت غفر اللہ لک یا ابا بکر
 کہتا مجھے بھی ایسی بات کہہ دو۔ جیسی میں نے
 کہی ہے تاکہ قصاص ہو جائے میں نے بات
 کہنے سے انکار کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے
 فرمایا ہاں اسے جواب نہ دیجئے بلکہ کہیے اے
 ابوبکر اللہ تجھے معاف کرے تو میں نے کہا
 اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے

چونویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت حسن
 بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ
 انت صاحبی علی الخوض
 وصاحبی فی الغار ومونسی
 میں تو میرا مونس اور ساتھ تھی ہوگا۔ اور غار
 فی الغار

بچہ پنویں حدیث

بیہقی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ان فی الجنة طیراً کما مثال
 البخاتی قال ابوبکر انہما
 لنا عمتہ یا رسول اللہ قالے
 فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے

وَأَتَتْ مَسْنًى يَأْكُلُهَا اور آپ بھی اُسے کھانے والوں میں ہو گئے۔
یہ روایت حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

چھپنویں حدیث

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول
کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عُذِرَ جِئَی الی السَّمَاءِ مَرَّتَ جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے
بِسَمَاءِ الْاَوْجَدَاتِ فِیْہَا بھی میرا گذر ہوا۔ وطن میرا نام محمد رسول اللہ
اسمِی مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا اور ابو بکر صدیق میرے پیچھے تھے
وَالْاَبُو بَکْرُ الصِّدِّیْقُ خَلْفِیْ

یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت
ابی سعید اور حضرت ابوالدرداء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور اس کی سبب
اسانید ضعیف ہیں۔ لیکن مجموعی حیثیت سے یہ حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

ستاونویں حدیث

ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے سعید بن جبیر سے بیان
کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ
قَدَّاتِ عَنْ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ میں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت
وَسَلَامٌ یَّٰ اَیُّہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنِّتَ یا ایہا النفس المطمئنتہ پڑھی تو حضرت ابو بکر
فَقَالَ اَبُو بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بہت اچھی بات
اِنَّ هَٰذَا الْحَسَنَ فَقَالَ رَسُوْلُ ہے فرمایا موت کے قریب فرشتہ آپ سے
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ الفاظ کہے گا۔
اِمَّا اَنْ الْمَلٰٓئِکَ سِیَقُوْہَا اِلَیْکَ

اصحاح نویں حدیث

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

لما نزلت لوانا کتبنا علیہم ان
أقتلوا وأخرجوا من ديارکم
قال بویک یا رسول اللہ لوانتی
ان اقل نفسی فقلت قال صدقت
جبہ آیت لوانا کتبنا کما نزل دل ہوا تو حضرت ابو بکر
نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیتے
کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو میں اپنے
آپ کو قتل کر دیتا آپ نے فرمایا تو پرخ کہتا ہوں

انسٹھویں حدیث

طبرانی نے الکبیر میں اور ابن شاہین نے السنۃ
میں حضرت ابن عباس سے مروی بیان کیا ہے اور ابوالقاسم لغوی کہتے ہیں ہم سے
داؤد بن عمر نے بیان کیا اور عبد الجبار بن الورڈ نے ابن ابی ملیکہ سے بیان کیا
اور دیکھ نے عبد الجبار بن الورڈ کی متابعت کی۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے
کہ عبد الجبار ثقہ آدمی ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام میں مگر یہ روایت
اس طریق سے مرسل ہے وہ کہتے ہیں کہ

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
علیہ وسلم واصحابہ شدیدا تالاب میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا ہر شخص
فقال لیسمہ کل رجل الی صاحبہ اپنے دوست کے ساتھ پیرا کی کرے ہر شخص
فسمہ کل رجل منهم الی صاحبہ نے اپنے دوست کے ساتھ پیرا کی کی یہاں تک
حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر
علیہ وسلم وابوبکر فسمہ باقی رہ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیر کر حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور آپ کو

الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقالے گئے لگا لیا اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا
لو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے صاحب
ابا بکر خلیلا و لکنہ صاحبی ہیں ۔

سأطوّل حدیث

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر
نے صدقہ بن میمونہ کے طریق سے ، سلیمان بن لسیا سے بیان کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصال الخیر ثلثة وستون اچھے خصال تین سو ساٹھ ہیں ۔ حب اللہ تعالیٰ
خصلة اذا اراد اللہ بعبد خیراً کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان
جعل فیہ خصلة منها بہا خصال میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا
یدخل الجنة فقال ابوبکر رضی ہے اس سے وہ جنت میں داخل ہوگا
اللہ عنہ یا رسول اللہ ا فحی حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
شیئ منها قال نعم جیعہا علیہ وسلم کیا ان خصال میں سے کوئی خصلت
من کلہ ۛ مجھ میں ہے ۔ فرمایا ہاں وہ سب خصلتیں آپ
میں موجود ہیں ۔

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصائل الخیر ثلثة وستون تین سو ساٹھ اچھے خصال ہیں ۔ ابوبکر نے عرض
فقال ابوبکر یا رسول اللہ لی کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خصلت
منہا شیئ قال سلما فیك مجھ میں بھی پائی جاتی ہے ۔ فرمایا سب کی سب
فیما لك یا ابا بکر ۛ پائی باقی ہیں پس اے ابوبکر تجھے مبارک ہو

اکسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے مجمع الانصار کے طریق سے اس کے باپ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ لوگوں کے مل کر بیٹھنے کی وجہ سے کنگن کی طرح ہوتا تھا مگر حضرت ابو بکر کی نشست خالی ہوتی تھی کوئی آدمی دریاں بیٹھنے کی خواہش نہیں کرتا تھا جب حضرت ابو بکر تشریف لاتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور حضور علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ان سے باتیں کرتے اور لوگ ان باتوں کو سنتے۔

باسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر و شکوہ واجب میری تمام امت پر ابو بکر سے محبت رکھنا علی کل امتی : اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے ۔

اس نے سہیل بن سعد سے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے ۔

تیرسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الناس کلہم یحاسبون الا ابو بکر کے سوا سب لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔

چونسٹھویں حدیث

احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما نفعتی مال قط ما نفعتی مال مجھے ابوبکر کے مال نے جو فائدہ دیا ہے کسی
ابو بکر فیکو ابوبکر و قال هل انا اور کے مال نے نہیں دیا۔ یہ بات سن کر حضرت
وما لی الا انک یا رسول اللہ ابوبکر نے انکار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں
اور میرا مال آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے ایک ایسی ہی مرفوع حدیث بیان
کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت
جابر بن عبد اللہ اور ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے
اسے ابن السیب سے منسل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ
کان صلی اللہ علیہ وسلم یفقی یعنی حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کے مال میں سے
فی مال ابی بکر کما یفقی فی مالہ اپنے مال کی طرح فیصلہ کرتے تھے۔

ابن عباس نے حضرت عائشہ اور حضرت عروہ سے کئی طرق سے بیان
کیا ہے کہ حسین روز حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا، آپ کے پاس چالیس
ہزار دینار تھے اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ آئے ہیں۔
آپ نے ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا۔

پینیسٹھویں حدیث

بنی اور ابن عباس نے حضرت ابن عمر سے

بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

مکت عند النبی صلی اللہ علیہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
وسام و عند ابوبکر الصدیق موجود تھا اور حضرت ابوبکر الصدیق بھی وہیں تھے
وعلیہ عباۃ قد خللہا فی اور آپ ایک چوغہ زیب تن کئے ہوئے تھے
صدرہ بجلال فنزل علیہ جو سینے سے پھٹا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے

جبیل فقال یا محمد مالی حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہا اے محمد صلی
 اُری ابوبکر علیہ عیادتہ قد اللہ علیہ وسلم، میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ
 حملہا فی صدرہ بخلال فقال دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے۔ آپ
 یا جبیل انفق مالہ علی قبل نے فرمایا اے جبریل اس نے فتح مکہ سے پہلے
 انفقہ قال فان اللہ یقرأ علیہ محمد پر اپنا مال خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام
 السلام ویقول قل لہ اراضی نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے۔ اور
 انت عنی فی فقرک هذا ام فرماتا ہے کہ ابوبکر سے کیئے کہ کیا تو مجھ سے
 ساخط فقال ابوبکر اصخط علی اپنے اس فقر میں راضی ہے یا ناراض ہے۔
 ربی انا عن ربی راض انا عن ابوبکر کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو
 ربی راض انا عن ربی راض ہو سکتا ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔
 وسندہ غریب ضعیف جداً میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب
 سے راضی ہوں۔ لیکن اس حدیث کی سند
 بہت غریب ہے۔

ابولیم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی ایسی
 ہی روایت بیان کی ہے۔ مگر ان دونوں حدیثوں کی سند بھی اسی طرح ضعیف
 ہے اور ابن عباس نے بھی حضرت ابن عباس سے اسی طرح کی روایت بیان کی
 ہے اور خطیب نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

صخط جبریل علیہ السلام د جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان پر ایک
 علیہ طنفستہ متخلل بما فقلت پھٹی ہوئی پادر تھی میں نے کہا اے جبریل یہ
 یا جبریل ما هذا قال ان اللہ کیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

تَعَالَى اَمْرًا لَّا تَكُنْ اِنَّ تَعَالَى فِي كَوْنِهِ دِيَا هُوَ كَمَا وَهْ زَمِيْنِ مِيْنْ حَضْرَتِ الْبُوْكُرْ كِ
اَلْسَمَاءُ لَتَخْلَلُ اِلٰى بَكْرِ فِ يَصْطَا هُوَا اِلْبَاسِ يَهْنُ كِي رَجِيْهْ سَ اَسْمَانِ مِيْنْ يَصْطَا
اَلْاَرْضِ ۞ هُوَا اِلْبَاسِ يَهْنُ

ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث بہت منکر ہے۔ اگر یہ اور اس سے پہلے
والی روایت بہت سے لوگوں میں متداول نہ ہوتی تو ان دونوں سے اعراض
اختیار کرنا زیادہ بہتر تھا۔

چھپا سٹھویں حدیث

حضرت عمر سے صحیح روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ
دینے کا حکم دیا۔ میرے پاس مال موجود تھا۔
میں نے کہا آج میں ابو بکر سے سبقت لے
جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے کر آگیا
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر
والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا
جتنی مال لایا ہوں اتنا مال گھر بھی چھوڑ کر آیا
ہوں۔ ابو بکر اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے
آپ نے فرمایا ابو بکر والوں کیلئے کیا چھوڑ
آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور
اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا
میں اس سے کہی نہیں بڑھ سکوں گا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنَّ مَخْضُوْمًا فَوَافٰی ذٰلِكَ
مَالًا عِنْدِيْ فَقُلْتُ اَلْيَوْمَ مَبِيْعٌ
اَبَا بَكْرٌ اَنْ سَبَقْتَهُ يَوْمًا فَبُخِشْتُ
بِنِصْفِ مَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ
لَا هٰلَكَ ۚ قُلْتُ مَثْلَهُ فَاُفٍّ
اَبُو بَكْرٌ يَكُلُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ دِيَا
اَبَا بَكْرٌ مَا اَبْقَيْتَ لَا هٰلَكَ ۚ قَالَ
اَلْبَقِيَّتْ لِهٖمَّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ
فَقُلْتُ لَا اُسْبِقُهُ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا



سنن صحیح حدیث

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر سے صحابہ کے ایک مجمع میں دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی، فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جو انہوی کی حفاظت و صیانت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جو انہوی کو برباد کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکر نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ انہوں نے اور نہ حضرت عثمان نے جاہلیت میں کبھی شراب پی

ابو نعیم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے سپرد کر لیا ہوا تھا۔

سنن صحیح حدیث

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما حکمت فی الاسلام احداً الا

ابن علی وراجعتي الکلام الا ابن ابی قحافة فانی لم اکنه فی شئ الا قبله واستقام عیبه فی رواية لابن اسحق ما دعوت احداً الى الاسلام الا کانت له کبوة و تردد و نظر الا ابابکر ما عقم و ما تردد و عینه۔

جب بھی میں نے کسی کو دعوت اسلام دی تو سوائے ابو بکر کے ہر ایک نے انکار کیا اور مجھ سے باتوں میں الجھ پڑا۔ اور ابو بکر سے جب میں نے بات کی اس نے اسے قبول کیا اور اس پر استقامت دکھائی۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جس کسی کو میں نے دعوت اسلام دی۔ اُسے اس کے قبول کرنے میں رکاوٹ اور تردد ہوا۔ مگر ابوبکر کو نہ رکاوٹ پیدا ہوئی نہ تردد ہوا۔

امام بیہقی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور کے دعویٰ سے قبل ہی دلائل نبوت کو دیکھتے اور آپ کے حالات کو سُنتے تھے۔ اس لئے جب آپ نے دعوت اسلام دی تو پہلے فکر و نظر کی بنا پر آپ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جسے ابونعیم نے فرات بن السائب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے میمون بن مہران سے پوچھا، آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔ راوی کہتا ہے ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور ان کے لائق سے عصا گر گیا۔ پھر کہنے لگے مجھے خیال بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ جب ان دونوں کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کا کیا کہنا، وہ تو سرداران اسلام تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علی، کہنے لگے خدا کی قسم حضرت ابوبکر تو یکراں مہذب کے زمانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب آپ کا گذر اس کے پاس سے ہوا تھا۔ اور حضرت خدیجہ اور اسکے درمیان اختلاف ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا اور یہ سب باتیں حضرت علی کی پیدائش سے قبل کی ہیں۔

زید بن ارقم سے بھیج روایت میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر تھے۔

ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا، کیا میں لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار نہیں کہیں

میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں طرانی نے الکبیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے۔ انہوں نے کہا ابو بکر، کیا تم نے حضرت حسان کا قول نہیں سنا۔

اذن کدت فجواً من انخی ثقتہ فا ذکر اخاک ابا بکر یما قعلا
 خیر البریۃ اتقاسا و أعد لہما الی التبی و اوفنا ہا بما حملا
 والتانی والتالی المہودہ شہدۃ و اول الناس منہم صدق المرہلا

یعنی جب مجھے کسی قابل اعتماد بھائی کو نعم یاد آئے تو اپنے بھائی ابو بکر کو بھی یاد کیا کہ اس نے کیا کچھ کیا۔ وہ مخلوق سے بہتر، الٰہی اور سب سے عادل انسان تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ذمہ داری اس نے اٹھائی، اُسے سب سے بڑھ کر پورا کیا۔ وہ ثانی اشئین اور آپ کا پیروکار تھا اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین اور دوسرے بے شمار لوگوں

نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اس حدیث اور ان احادیث میں جو اس کے منافی بیان ہوئی ہیں، اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے

نے سب سے پہلے یٰٰنبیٰق دینوالے حضرت امام ابو حفص رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے

والے حضرت زید ہیں۔ ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے، اور کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہلبیت میں سے حضرت خدیجہ آپ کا غلام زید اور اس کی بیوی ام ایمن، حضرت علی اور زرقہ ایمان لائے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر ہم میں اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے۔

اہل بیت و صحابہ

ابو یعلیٰ، احمد اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدوا ولا بی بکر مع احدکما جبریل ومع الآخر میکائیل۔
مجھے اور حضرت ابو بکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا۔ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔

سترویں حدیث

تمام نے اپنے فواید میں اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا فی جبیل فقال ان اللہ یمارک انت تستشیر ابابکر۔
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے پاس جبیل آئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو مکرم دیتا ہے کہ آپ ابو بکر سے مشورہ کریں۔



حضرت ابو بکر کے انے فضائل کا تذکرہ جنے میں سے اصحاب سے ثلاثہ
اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ اسے فصل کو میں نے سیاق
کے اعتبار سے پہلے فصل سے الگے نوع کر قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکر
کو فضیلت اور شرف کے لحاظ سے پہلی فصل کے جنس سے ہے اسے
لئے اسے کا نمبر شمار پہلی فصل پر عرصہ رکھا گیا ہے۔

اکثر و احادیث
حاکم نے الکنی میں، ابن عدی نے الکامل میں

اور خطیب نے اپنی تاریخ میں، حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر اور عمر، انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر

والاخرین و خیر اهل السماء اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں

و خیر اهل الارض الا النبیین رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

و المرسلین

بہترین حدیث

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ
 امتداد بالذین من بعدی میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو، کیونکہ
 ابی بکر و عمر فانہما جبل اللہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پیدائشی ہوئی رسی ہیں
 الممدود من تمسک بھما جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ ایک مضبوط
 فقد تمسک بالعمود الوثقی کھڑے کو کچھ لے گا جو ناقابل شکست ہو گا۔
 لا انفصام لہما :

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر احادیث خلافت میں گذر چکا ہے۔

بہترین حدیث

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اذا اناخت و ابوبکر و عمر جب میں ابوبکر، عمر اور عثمان فوت ہو جائیں
 عثمان فان اسطعت ان تو اگر تجھے مرنے کی استطاعت ہو تو مرجانا۔
 تموت فمت :

چوتھی بہترین حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی اور
 ابن ماجہ نے حضرت ابوبکر پر یہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ
 نعم الرجل ابوبکر و نعم الرجل ابوبکر اور عمر کیا ہی اچھے آدمی ہیں۔
 ہمزہ :

پچھترویں حدیث

ترمذی نے ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما من نبی الا دولہ ووزیران من ہر نبی کے اہل سماء اور اہل زمین سے دو وزیر

اہل السماء ووزیران من ہوتے ہیں، اہل سماء سے میرے دو وزیر جبریل

اہل الارض فأما وزیرای من اور میکائیل ہیں، اور اہل زمین سے ابوبکر اور

اہل السماء وخبیریل وصیکائیل عمر ہیں۔

وأما وزیرای من اہل الارض

فالبکیر و عمر

چھترویں حدیث

احمد و شیخین اور نسائی نے حضرت ابوبکرؓ سے

بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہرتے سنا کہ

بینا راعی فی غنمہ عدا علیہ الذئب ایک چرواہا بکریاں پہرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا اس

فأخذ منہ شاة فطلبہ الراعی پر حملہ کر کے ایک بکری لے گیا، چرواہے نے

فالتفت الیہ الذئب فقال اس سے بکری کا مطالبہ کیا تو بھیڑیے نے اس

من لہا یوم السبع یوم راعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع کو جب میرے

لہا غیر یوم و بینا رجل یسوق سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ اسے کوئی

بقرة قد حمل علیہا فالتفت بچائے گا، اور ایک آدمی نے بیل پر بوجھ لاوا

الیہ فکلمتہ فقال فی لہ ہوا تھا تو بیل نے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر

أخفق لیذا وکننی خلقت کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کیلئے پیدا نہیں ہوا بلکہ

لیحرق قال الناس سبحان اللہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوا ہوں، لوگوں نے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہما سبحان اللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فانی اومن بذلک وابوبکر فرمایا میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں
 وعمر وما اثم ابوبکر وعمر ای حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وہاں موجود ہی نہ
 لم یکن فانی المجلس، شہد بہما تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں
 صلی اللہ علیہ وسلم بالایمان کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ گواہی دی۔
 لعلمہ بکمال ایمانہما وفی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی بیل پر سوار
 روایتہ بینا رجل لکب علی بقرة تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں سواری
 فالتفتت الیہ فعاتت انی لم اخلق کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔
 بعد انما خلقت للحرث فانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابوبکر
 اومن بعد انا وابوبکر وعمر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں اور ایک آدمی
 و بینا رجل فی غنایہ اذ عدا اپنی بکریوں میں موجود تھا کہ بھڑا اس پر حملہ کر کے
 الذئب فذہب منها بشاة ایک بکری لے گیا اس نے بھڑے سے بکری کا
 فطلبہ حتی استنقذھا منه مطالبہ کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا، تو بھڑے
 فقال له الذئب استنقذھا منی نے اُسے کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑا لیا ہے
 منی فمن ہما یوم السبع یوم الاربعی مگر یوم السبع کو اسے کون بچائے گا۔ جب
 ہما غیری فانی اومن بعد انا میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ رسول
 وابوبکر وعمر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ابوبکر،
 اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

ستترویں حدیث

احمد و ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے
 اپنی صحیح میں ابوسعیدؓ سے اور طبرانی نے جامع بن سمرقہ سے اور ابن عساکر نے

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اهل الدراجات العالیٰ بلند درجات والوں کو نیچے درجے والے اس
لیزاہم من ہوا سفلیٰ منہم طرح دکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق میں
کہا ترونہ کو کوب المارحانی روشن تارے کو دیکھتے ہو ابو بکر اور عمران میں
افق السماء وان ابابکر وعمر سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔
منہم والاعمال

اہل ترقی حدیث

ابن عباسؓ نے ابو سعیدؓ سے بیان کیا ہے کہ
ان اهل علیین لیشرق احدہم اهل علیین میں سے جب کوئی شخص جنت
علیٰ الجنة فیضی وجہہ کی طرف جھانکے گا تو اس کی چہرہ جنتیوں کو اسے
لا اهل الجنة کما یھی القریۃ طرح روشن کر دیگا۔ جیسے چاند اہل دنیا کو
البدس لا اهل الدنیا وان ابابکر روشن کر دیتا ہے۔ اور ابو بکر اور عمران
وعمر منہم والاعمال لوگوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

اناسویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت علیؓ سے اور ابن
ماجر نے حضرت علیؓ اور ابو جحیفہؓ اور ابو یعلیٰؓ نے اپنی مسند میں اور منیاء

لے انعماء یعنی وہ دونوں بڑھ کر ہیں۔ انصفت الی والنعمت یعنی تو نے میرے ساتھ
حسن سلوک کیا اور احسان کرنے میں زیادتی کی اور اس کے یہ معنی بھی کٹے کٹے ہیں کہ وہ ولانعم
میں داخل ہو گیا۔ جیسے کہتے ہیں اشمل یعنی شامل میں چلا گیا کہما فی النہایۃ

نے المختارة میں حضرت انس سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر اور
ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سید اکھول اهل الجنة من انبياء اور مسليين کو چھوڑ کر، ابو بکر اور عمر اولین
الاولين والآخريين الا النبيين اور آخرین اہل جنت کے ادھیر عمر کے لوگوں کے
والمرسلين یعنی ابابکر و عمر سردار ہیں۔

اس باب میں یہ حدیث ابن عباس اور ابن عمر سے بھی آئی ہے۔

اسویں حدیث

حاکم اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے
عبد اللہ بن خلفہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
راہی ابابکر و عمر فقال هذان ابو بکر اور عمر کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں سمع و بصر
السمع والبصر کے مقام پر ہیں،

طبرانی نے اسے حضرت عمر اور ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے

اکاویں حدیث

ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے اور خلیب
نے حضرت جابر اور ابو یعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ابوبکر و عمر منی بمنزلة السمع والبصر یعنی ابو بکر و عمر مجھ سے اس مقام پر ہیں جو مقام سمع
والسمع من الرأس و بصر کو، سر سے حاصل ہوتا ہے

بیاویں حدیث

طبرانی اور ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ان الله ايدى بادبعة وزراء الله تعالى نے چار وزراء سے میری تائید فرمائی

انہیں من اهل السماء جبریل ہے۔ دو ذریعہ اہل سما میں سے ہیں۔ یعنی
 ومیکائیل واثنتین من اهل جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے
 الارض ابی بکر و عمر ہیں یعنی ابوبکر و عمر۔

تشریح حدیث

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ان لکل نبی خاصۃ فی اصحابہ ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے
 وان خاصۃ من اصحابی ابوبکر ہیں میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر
 و عمر ہیں۔

چوتھی حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ان لکل نبی وزیرین وزیرای ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے وزیر
 و صاحبای ابوبکر و عمر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں۔

پنجمی حدیث

ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے
 اکٹھے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 خلیفۃ بعدی ابوبکر و عمر میرے بعد میری امت کے بہترین آدمی ابوبکر و
 عمر ہیں۔

چھٹی حدیث

خطیب نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 سید اکھول اهل الجنة ابوبکر اور عمر اہل جنت کے اوجیڑ عمر کے لوگوں
 ابوبکر و عمر وان ابابکر کے سردار ہیں اور ابوبکر جنت میں ایسے ہوگا
 فی الجنة مثل الشریانی السماء جیسے آسمان پر شریا ۔

ستاسویں حدیث

بخاری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ما قدمت ابابکر و عمر لکن میں نے ابوبکر اور عمر کو مقدم نہیں کیا ۔ بلکہ اللہ
 اللہ قد صمما تعالیٰ نے انہیں مقدم کیا ہے ۔

اٹھاسویں حدیث

ابن قانع نے حجاج سے بیان کیا ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 من رأیتہ یدکس ابابکر و عمر جسے تم ابوبکر اور عمر کی برائی بیان کرتے دیکھو وہ
 بسوء فانما یؤید علیہ الاسلام اسلام کے سوا کسی اور چیز کا خواہاں ہے ۔

نواسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 انعم لعدی فی الجنة والذی میرے بعد کھڑا ہونے والا جنتی ہے اور جو اس
 یقوم بعدہ فی الجنة والثالث کے بعد کھڑا ہوگا وہ جنت میں ہوگا تیسرا
 والرابع فی الجنة اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا ۔

نوویں حدیث

ابن عباسؓ نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الرابعة لا يجتمع جھم في
 قلب منافق ولا يجهم الا
 مومن ابوبکر و عمر ، عثمان و
 علي .
 چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں
 ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا ، کوئی ان سے
 محبت کر سکتا ہے یعنی ابوبکر ، عمر ، عثمان اور علی
 سے ۔

اکا نویں حدیث

ترمذی نے حضرت عقی سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحمہ اللہ ابابکر زوجی ابنتہ
 وحلی الی دار الهجرة و اعتق
 بلالا من ماله و ما نفعتی مال
 فی الاسلام ما نفعتی مال ابی بکر
 رحمہ اللہ عبد یقول الحق و
 ان کان مؤلفاً ترکہ الحق
 و ماله من صدیق ، رحمہ اللہ
 عثمان تستفی منه الملائکة
 وجہز حبیش العسرة و زافی
 مسجد ناحق و سفنا ، رحمہ اللہ
 علیہا اللهم اد الحق معہ حیث
 اتنا فائدہ نہیں پہنچا یا جبنا ابوبکر کے مال نے پیچھا
 ہے ، اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے ، وہ حق کی
 مراد کے باوجود ، حق ہی کہتے ہیں ، حق گوئی
 کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں ، اللہ تعالیٰ
 عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے بھی حیا کرتے
 ہیں ، اس نے حبش العسرة کو ساتر و سامان سے
 آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس

دار :۔ سے ہمیں وسعت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علیہ رحم فرمائے۔ اسے اللہ جہاں علی جائے رقتے اس کے ساتھ ہو۔

بالنویل حدیث

احمد الزواور، ابن ماجہ اور ضیاء نے زید بن

سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قال عشرة فی الجنة النبی ورسولہ آدمی جنتی ہیں یعنی نبی، ابو بکر، عمر، عثمان،

فی الجنة وابوبکر فی الجنة وعلی، طلحہ، زبیر، سعد بن مالک، عبد الرحمن بن

عمر فی الجنة وعثمان فی عرف اور سعید بن زید

الجنة وعلی فی الجنة وطلحہ

فی الجنة والزبیر بن العوام

فی الجنة وسعد بن مالک

فی الجنة اسی وھو ابن ابی

وقاص وعبد الرحمن بن

عوف فی الجنة وسعید بن

زید فی الجنة

احمد اور ضیاء نے اس منہوم کی حدیث سعید بن زید سے اور ترمذی

نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا ہے

ترمذی حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی ترمذی

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر، نعم الرجل
 عمر، نعم الرجل ابوعبیدہ بن
 الجراح، نعم الرجل اسید
 بن حصیر، نعم الرجل ثابت
 بن قیس بن شماس نعم
 الرجل معاذ بن عمرو بن الجراح
 نعم الرجل سہیل بن بیضاء

چور انویس حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، احکام اور
 بیہقی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ارحم اہل ابوبکر و اشدہم فی
 دین اللہ عمر و اشدہم حیا و
 عثمان و اقرؤہم لکتاب اللہ ابی
 بن کعب و اقرؤہم زید بن ثابت
 و اعلمہم بالحلل و الحرام معاذ
 بن جبل و لکل امۃ عیین و امین
 ہذا الامۃ ابوعبیدہ بن
 الجراح

سے ان کا اصل نام عمر بن عبید اللہ بن الجراح ہے۔

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کر نیوالا ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والا عمر ہے اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہے۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب ہے اور حلال و حرام کا زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے ہوگا۔ امت کا سب سے بڑا قاری ابی ابن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت ہے اور عویمر یعنی ابو الدرداء کے حصے میں عبادت آئی ہے اور ابن عباس کی ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت کا سب سے زیادہ رحمدل آدمی ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور زیادہ صحیح ایچ والا ابو ذر ہے اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور سب سے زیادہ ایچہ فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ اور العقیلی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ دین میں قوی عمر ہے اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان بن عفان ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ابو ہریرہ علم کا برتن ہے اور سلمان اتھاہ عالم ہے اور معاذ بن جبل حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور زبیر بن آسمان میں ابو ذر سے زیادہ کوئی صحیح ایچ والا نہیں اور ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہے اور دین میں سخت تر عمر ہے۔ اور عثمان سب سے زیادہ حیا دار ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والا علی ہے اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت

ہے اور سب سے بڑا قاری ایسی ہے اور معاذ بن جبل، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔

پچانوہیل حدیث

ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضور علیہ السلام اپنے ہا جبر اور انصار اصحاب
 وسلم کان یخبر علی اصحابہ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے درانحالیکہ وہ
 من المهاجرین والانصار بیٹھے ہوتے تھے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں موجود
 وہم جلوسو فیہم ابو بکر وہوٹے تھے اور کوئی شخص آپ کی طرف نہ سوا
 عمر فلا یرفع الیہ احدہم ابو بکر اور عمر کے نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا وہ دونوں
 بصرہ الا ابو بکر وعمر فانہما آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ دیکھ کر
 کان ینظران الیہ وینظر الیہما مسکرایا کرتے تھے۔
 ویتسمان الیہ ویتسم الیہما۔

پچانوہیل حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے اور طبرانی نے
 وہ الاوسط، میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرم
 وسلم خود ذات یوم فدخل داخل ہوسے اور آپ، ابو بکر اور عمر کے ہاتھوں
 المسجد والابوبکر وعمر احدهما کو بکڑے ہوئے تھے جبکہ ایک ان میں سے
 عن یمینہ والآخر عن آپ کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا
 شمالہ وهوخذ بایدیہما پھر فرمایا قیامت کے روز ہمارا اسی طرح

وقال هكذا نبعث يوم القيامة بعث هوگار

ستائویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ

انا اول من تنشق عنه الارض سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر کی
ثم ابوبکر ثم عمر

بزار نے اُروی الدوسی سے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس موجود تھا کہ ابوبکر اور عمر آگئے تو آپ نے فرمایا

الحول لله الذی اُید فی کما اس خدا کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ
میری مدد فرمائی۔

یہ حدیث اسی طرح یزید بن عازب سے بھی بیان ہوئی ہے جسے طبرانی

نے "الاوسط" میں بیان کیا ہے۔

سویں حدیث

عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت

انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

انی لأرجو لأمتی فی جہنم لأبی بکر میں اپنی امت سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے

وعمر ما أرجو لہم فی قولہ وہ لا الہ الا اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ ایسی ہی

لا الہ الا اللہ محبت ابوبکر اور عمر سے رکھیں گے۔

۱۰۱ حدیث

ابو یعلیٰ نے عمار بن یاسر سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اُتانی جبیل آنفا فقلت یا ابھی میرے پاس جبریل آئے تو میں نے کہا
 جبیل حدیثی بفضل عمر مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بتائیے، کہنے لگے
 بن الخطاب فقال لوحدتک اگر میں عمر کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے
 بفضل عمر منذ ما لبثت لنگوں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پھرے
 نوح فی قومہ ما لفتت فضائل سے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں۔ اور عمر
 عمر وان عمر حسنة من ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔
 حسنات ابی بکر

۱۰۲۔ حدیث

احمد نے عبد الرحمن بن غنم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر سے فرمایا
 لو اجمعتمانی مشورۃ کا ما لفتکم اگر تم دونوں کسی مشورہ میں مشفق ہو جاؤ تو میں
 تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔
 طبرانی نے اسے براء بن عازب کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۱۰۳۔ حدیث

طبرانی نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ
 السلام جتہ اور اح سے تشریف لائے تو مشیر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا
 ایہا الناس ان ابابکر لم یثوبی اے لوگو! ابو بکر نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی
 قط فاعرفوا لہ ذلک ایہا الناس اس کی بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو! میں ابو بکر
 انی راض من ابی بکر وعمر و عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمن
 عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و بن عوف، مہاجرین اور اولین سے راضی ہوں
 سعد و عبد الرحمن بن عوف ان کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔

والمهاجرين والاولين فاعرفوا

ذلك لهم

۱۴۲ احادیث

ابن سعد نے بسطام بن اسم سے بیان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر سے فرمایا لا یتامر صلیکما بعدی میرے بعد تم پر کوئی امیر نہ بن سکے گا۔

۱۴۵ احادیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حبیب ابی بکر و عمر ایمان و ابو بکر اور عمر کی محبت ایمان کی علامت ہے بعضہما کفر اور ان سے بعض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

۱۴۶ احادیث

ابن عساکر نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبیب ابی بکر و عمر من السنۃ ابو بکر اور عمر کی محبت، سنت پر چلنے کی علامت ہے۔

۱۴۷ احادیث

احمد، بخاری، ترمذی اور ابویہا تم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

صعد بنی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر و عمر و عثمان اُحداً اور عثمان اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا۔
فوجت بهم ففریہ النبی صلی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں
اللہ علیہ وسلم بدجلہ وقال مارک فرمایا اُحد اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تھے پر ایک

اُثْبِتْ اَحَدًا فَاَنَا عَلَيْهِ نَبِيٌّ، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔
وَصَدِيقٌ وَشَهِيدَانِ

آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پہاڑ کا یہ لرزہ اس قسم کا
نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا کیونکہ
وہ لرزہ تو غضب الہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ
نے خوشی سے مقام نبوت و صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ
اس کے لرزے کی وجہ سے، پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

ترمذی، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ
اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَضْرَتِ نَبِيِّ كَرِيْمٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ابوبکر، عمر
علیؓ، ثبید، بکث و معہ ابوبکر میرے ساتھ مکہ کے شیر پہاڑ پر کھڑے
وَعَمْرُو اَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَحْتَمِلَ فِيهِ حَرَكَةً بَدَا هُوَ فِي يَهَا نَ تَك
تساقطت حجانہ بالحضیف کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ آپ نے
ای قَوَارِ اِلْاَرْضِ مَنَقَطِ الْجَبَلِ اس پر پاؤں مار کر فرمایا، شیر ٹھہر جا، تجھ پر
فَرَكْنَهُ اِی ضَرْبَهُ بِرَجْلِهِ و ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔
قَالَ اسْکَنْ تَبِیْوَا فَاَنَا عَلَيْهِ نَبِیٌّ وَصَدِيقٌ وَشَهِيدَانِ۔

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَرِيْمٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عثمان، علی
و سلم کان علی حراً، هو و علمو، زبیر کے ساتھ حرا پر کھڑے تھے کہ عثمان
ابوبکر و عثمان و علی و طلحہ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا، حرا ٹھہر
و الزَّيْنِیُّو تَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ جَاءَ تَجْهَرُ بِرَأْسِکَ نَبِیٌّ، ایک صدیق اور دو شہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔

اسکون حرافنا علیک الانبی

وصدیق وشہیدان

اور ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص کی ایک روایت میں حضرت علی کا ذکر موجود نہیں اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا جو اور اس میں سعد کا ذکر نہیں کیا۔ اور ابو ہریرہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ کے سوا پہاڑ پر درس آدمی تھے۔ ان روایات کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ واقعات کئی دفعہ ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں جھگڑے کسے گنہگار نہیں۔ کیونکہ صحت حدیث کے لئے عریض مقدم ہے۔ اس لئے ان میں توافق کا تعین ہو گیا ہے اور مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث سے نقد کی تائید ہوتی ہے۔

۱۰۸ حدیث

محمد بن یحییٰ الذہبی نے انہریات میں حضرت ابو ذر سے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن گیا تو حضور گھر سے باہر تشریف لے جا چکے تھے میں نے آپ کے متعلق خادم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں۔ میں آیا تو دیکھا کہ کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ اکیلے ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مجھے یوں دکھائی دیتا تھا کہ آپ وحی کے نزول کئے کیفیت میں ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آنا ہوں۔ تو آپ نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ میرے پوچھے بغیر آپ نے مجھے بہت کچھ بتایا۔ ابھی آپ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ حضرت

ابوبکر جلدی جلدی آئے اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا
 فرمایا کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا مجھے اللہ اور اس کا رسول لایا ہے آپ نے انہیں
 ہاتھ سے بیٹھے گا اشارہ کیا تو آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
 ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو آپ نے ان سے بھی یہی دریا
 فرمایا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ
 آئے اور وہ عمر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
 یا نو کے قریب سنگریزے ہاتھ میں لئے تو انہوں نے آپ کے ہاتھ میں سے
 تسبیح شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں شہد کی مکھڑ کی جھنڈا ہٹ
 کی طرح ان کی آواز اچھی تھی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دے
 دیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ نے
 ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے اور سنگریزے
 بن گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر
 کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی۔ جیسے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ
 نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں
 حضرت عثمان کو دیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی
 جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر
 انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بزار اور طبرانی نے "الاوسطاء" میں حضرت ابوذرؓ سے ایسی ہی
 روایت کی ہے۔ مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز
 سنی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح

کی پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر انہی نے اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں موجود تھے۔ پھر آپ نے انہیں چاروں طرف پھدیکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ہاتھ بھی تسبیح نہ کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے قبل انہیں حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں دیا۔ بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے۔ اس میں بڑی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کر حضرت ابو بکر کو آپ کا زیادہ قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے الگ نہیں تھا۔ اور آپ نے بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ان سنگریزوں کے زوال حیات پر دونوں ہاتھوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

۱۰۹ احادیث

اللہ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اولیٰ افتقر علیکم حب اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر حضرت ابو بکر حضرت ابی بکر و عمرو و عثمان و علی کما عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی محبت افتقر الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کی طرح فرض والحج فمن انکف فتلهم فلا قرار دی ہے اور جو شخص ان کی فضیلت کا تقبل منہ الصلوٰۃ والزکوٰۃ منکر ہوا۔ اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ولا الصوم والحج حج قبول نہیں ہوتا

۱۰. احادیث

حافظ سلفی نے ”مشیرت“ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حب ابنی بکر واجب علی امتی ابوبکر کی محبت، میری امت پر واجب ہے۔

۱۱. احادیث

شیخین اور احمد وغیرہ نے ابوموسیٰ اشعری سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مسجد کی طرف جاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا وہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ بئر اریس میں داخل ہو گئے۔ میں اس کے دروازے پر جب کھجور کی پٹیلیوں کا بنا ہوا تھا بیٹھ گیا، آپ نے صفائے حاجت سے ناسرخ ہو کر وضو کیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ آپ بئر اریس پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا سر اس کے وسط میں تھا۔ میں بطور دربان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر نے دروازے پر دستک دہی میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا، ابوبکر میں نے کہا، ٹھہریے۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوبکر غاضبی کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اے اُن کے کی اجازت اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے اگر حضرت ابوبکر کو اندر داخل ہونے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر اندر آکر حضور علیہ السلام کی دائیں جانب آپ کے ساتھ کنوئیں کی مٹیر پر بیٹھ گئے۔ اور کنوئیں میں پاؤں لگا کر حبیبہ حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور اپنی پٹیلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس آکر بیٹھ گیا، اور اپنے جانی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور

میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں سے یعنی اس کے بھائی سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے لے آئے گا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دروازے کو دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب، میں نے کہا ٹھہریے پھر میں نے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے عمر آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں آپ نے فرمایا اجازت کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دیجئے۔ میں نے انہیں داخلے کی اجازت کیسے بتایا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بائیں جانب کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے بھی لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا، عثمان بن عفان، میں نے کہا ٹھہریے اور میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت انہیں پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو میں نے آکر انہیں سلام کی بات کہہ دی۔ آپ نے اندر آکر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر پر چڑھ چکی ہے آپ آخری صف میں حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک کہتے ہیں کہ ابن المسیب نے اس کی تائید یہ کی ہے کہ ان کی قبریں اس طرح ہونگی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے مطابق ہوگی۔ بلکہ یہ سابقہ حدیث بسر کے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نوامادیش میں بیان ہوئے ہیں جو حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلالت کرتے ہیں۔ شیخین کا حضور کے پہلو میں بیٹھنا اور حضرت عثمان کے لئے جگہ کا تنگ ہو جانا یہاں تک کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی

خلافت فتنوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی۔ اور مومنین کے احوال نہایت اعتدال میں رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت اگر چہ حقیقی و صداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل آدمیوں کے احوال کے گڈ بڈ ہونے سے دل مکدر ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے نمودار ہوں گے۔ اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان پر مصیبت وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ مصائب بنی امیہ کے بُرے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں گے جن کا تفصیلی ذکر خلافت عثمان اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔ ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی ذکر آیا ہے۔

ابو داؤد نے ایک ایسی ہی روایت ابی سلمہ بن مافع عن جند العاص الخزازی سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدریہ کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ پھر حضرت ابو بکر اجازت طلب کرتے ہوئے آئے۔ اس کے بعد وحی قصہ بیان کیا ہے۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ نافع بن الحرث بھی اجازت طلب کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ کئی بار ہوا ہے شیخ الاسلام ابن حجر نے اس قصہ کے عدم تعدد کی جو تصویب کی ہے اس سے یہ بات زیادہ واضح ہے اور یہ قصہ ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے اور کئی دوسرے سے یہ قول وہی بات ہے

۱۱۲ حدیث

حافظ عمر بن محمد بن خضر الملائ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کنت انا وابوبکر وعمر و عثمان میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، تخلیق آدم سے
 و علی انوار اعلیٰ بیدین العرش ایک ہزار ساتل، عرش کے دائیں جانب
 قبل ان یخلق آدم بالف عام انوار بکھیر رہے تھے جب آدم کی تخلیق ہوئی
 فلما خلق اسکنا ظہورہ فلم نزل منقل فی الاصلاب الطاهرة تو ہم نے اس کی پشت کو سکون دیا اور ہم ہمیشہ
 حتی نقطنی اللہ تعالیٰ الی صلب ہی پاک اصلااب میں منتقل ہوتے رہے یہاں
 عبد اللہ و نقل ایا بکر الی صلب میں اور ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو
 الی قیافۃ و نقل عمرو الی صلب بالترتیب الجنی قیافہ و خطاب عثمان اور ابرطاب
 الخطاب و نقل عثمان الی کی اصلااب میں منتقل کر دیا پیرا نہیں میرا اصحاب
 صلب عفان و نقل علیاً الی منتخب کیا اور ابوبکر کو صدیق و عمر کو فاروق
 صلب ابرطاب ثم اختارہم عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی بنایا پس
 لی اصحابا فجعل ابا بکر صدیقا جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہتا ہے وہ مجھے
 و عمر فاروقا و عثمان ذوالنورین بُرا کہتا ہے اور جو مجھے بُرا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ
 و علیا وصیاً فمن سب اصحابی کو بُرا کہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو بُرا کہتا ہے
 فقد سبنی ومن سبني فقد سب اللہ تعالیٰ اُسے تمھوں کے بل اوں دعا کر
 سب اللہ تعالیٰ ومن سب اللہ اکبه اللہ فی النار علی

منخریہ :-

۱۱۳ حدیث

محبت طبری نے ریاض میں بیان کیا ہے اور جسے میں

نے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اخبرني جبريل ان الله تعالى مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
 لما خلق آدم وادخل الروح نے آدم کو پیدا کیا اور روح کو اس کے جسم
 في جسده وامرني ان اخذ میں داخل کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ایک سیب
 تفاحة من الجنة واعصرها لے کر اس کے حلق میں پھوڑوں۔ میں نے اُسے
 في حلقه فصارت في فيه اس کے منہ میں پھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تطفی
 فخلق الله من النطفة الاولى سے آپکو دوسرے سے ابو بکر کو، تیسرے سے
 انت ومن اتايتك ابا بکر وعمر عمر کو، چوتھے سے عثمان کو، پانچویں سے علی
 ومن اتايتك عمر ومن الائمة کو پیدا کیا، آدم نے عرض کیا اے رب! یہ
 عثمان ومن الخامسة عليا کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے
 فقال آدم يا رب من هؤلاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ شیوخ تیری اولاد
 الذين اكرمهم فقال الله تعالى میں سے ہیں مجھے تمام مخلوق سے عزیز تر ہیں
 هؤلاء خمسة اشياخ من یعنی آپ انبیاء و رسل میں زیادہ قابلِ تحريم ہیں اور
 ذريتك وهم اكرم عندي وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم
 من جميع خلقي اى انت اكرم ہیں جب آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو
 الانبياء والرسل وهم اكرم کہا اے مولیٰ ان پانچ شیوخ کی حرمت کا
 اتباع الرسل فلما عصي آدم واسطے رہے کہ عزم کرتا ہوں جنہیں تو نے
 ربه قال يا رب جعزت اولئك فضیلت دی ہے کیا تو میری توبہ قبول نہیں
 الاشياخ الخمسة الذين کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کر لی
 فضلتهم الا ثبت علي ذاب

عليه ۛ

۱۲۱ حدیث

ہماری نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے

ہیں

خبر جماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ
 و ۱۱۱ عام خین فلما ائقنا خین کو لکے جب ہماری ٹھیسڑ ہوئی، تو
 ۱۱۱ المسلمین بركة فرائت مسلمانوں کی پیش قدمی کی باری تھی۔ میں نے
 رجلا من المشوین قد ملا رجلا دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار ہے
 من المسلمین فصر بته من میں نے پیچھے سے کندھے کی رگ اس کے
 در ارجع علوہ ل عاتقہ بالسیف کندھے پر تلوار مار دی۔ اور
 فوطت الدرع و اقبل علی زرہ کو کاٹ دیا۔ اس نے میری طرف اکر
 فضعتی صمۃ و جنت و نہا مجھے زور سے جھینپا جس سے مجھے موت کی
 ریح الموت شم اور کہ الموت خوشبو آئی۔ پھر وہ مر گیا اور اس نے مجھے
 فأرسلنی فالحقت عمر فقلت چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر سے ملا اور پوچھا
 ما بال الناس قال أملاذکر لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا اللہ
 عز وجل ثم رجعوا فجالس النبی کے حکم سے لوگ لوٹ آئے ہیں حضرت نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم فقال من صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا جس
 قتل قتیلاً لہ علیہ بیئۃ ذلہ نے کسی کو قتل کیا ہو وہ اس پر گواہ پیش
 سلبہ و قتل من یشہدی کھرے تو مقتول کا سامان اُسے ملے گا۔ میں
 ثم جلسرت فقال النبی صلی اللہ نے کہا میرا گواہ کون ہو گا۔ پھر میں بیٹھ گیا
 علیہ وسلم مثله فقلت من تو حضور علیہ السلام نے وہی بات دہرائی۔
 یشہدی ثم جلسرت ثم میں نے پھر کہا کہ میرا گواہ کون ہو گا۔ پھر میں

قال: شاء فقط، فقال: بیٹھ گیا۔ آپ نے تیسری بار پھر وہی بات
 مالک یا ایہا قتادۃ ذالحدیث کہہ دی تو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت
 فقال رجل: صدق و مسلجہ فرمایا ابو قتادہ کیا بات ہے میں نے آپ کو
 عنی ذی نارضہ عنی ذی نارضہ حقیقت حال سے اطلاع دی تو ایک آدمی نے
 ابوبکر لاہا اللہ اذ الایمہ نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ اور اس کا سامان
 الحی اسد من اسد اللہ میرے پاس ہے اسے مجھے راضی کروا
 یقاتل عن اللہ ورسولہ دیکھئے، حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم
 فیعطیک سلبک جیسی تو خدا کے اس شیر کا کوئی قصہ نہیں کر
 سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے
 جنگ کر رہا ہو وہ تجھے سامان دے دے

لہذا اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اس نے
 سچ کہا ہے اس کا سامان اسے دے دیجئے
 تو اس نے مجھے سامان دے دیا۔

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحنفی الاندلسی کہتے ہیں کہ میں
 نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اگر ابوبکر کی اس کے
 سوا اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی کیونکہ انہوں نے
 علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، صحت تدقیق اور
 صدق تحقیق سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے۔ اور حضور کی موجودگی
 میں حضور کی طرف سے شریعت کے حکم کے متعلق فتویٰ دیا۔ اور یہ آپ کی
 عظیم خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل بھی ہیں جو محدود
 شمار میں نہیں آسکتے۔



آپسے کہہ فضیلت کے متعلق صحابہؓ، سلفے صالح اور عربوں کے
بیانات

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں اپنے ہوش میں
اپنے والدین کو دیندار پایا۔ حضور علیہ السلام روزانہ صبح و شام ہمارے گھر
تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمانوں پر دربار تکلیف آیا تو حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف
ہجرت کے لئے نکلے۔ جب آپؐ برکات الغام مقام پر پہنچے تو آپؐ کو رئیس علاقہ ابن الدغنه
لا اور کہا ابوبکر کہاں جاتے کا ارادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا میرا قوم نے مجھے نکال
دیا ہے۔ اب میں زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔
ابن الدغنه نے کہا آپ جیسے آدمی کو نہ خود لکھنا چاہیے اور نہ لکھنا چاہیے آپ
غریب پروردی کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،
ہمالوں کی ہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں
آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس آجائیے۔ اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے
آپؐ ابن الدغنه کے ساتھ واپس آ گئے۔ شام کو ابن الدغنه اشراق قریش کے پاس گیا
اور کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو نکالا نہیں جانا چاہیئے۔ اور نہ ہمارے غریب پروردہ صلہ رحم

جہاں نواز اور مصائب پر اعمات کرنے والے شخص کو یہاں سے نکلنا چاہیے اور قریش نے ابن الدغنه کے پناہ دینے کی مخالفت نہ کی۔ جو شخص اس حدیث پر تامل کرے گا اسے حضرت ابوبکر کی خصوصیات واضح طور پر نظر آئیں گی۔ کیونکہ مکہ سے ملے کر مدینہ تک کے سفر ہجرت میں آپ کے اس قدر فضائل، مناقب و کرامات اور خصوصیات ہیں۔ جن میں سے ایک کی نظیر بھی صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ ابن الدغنه کے بیان کردہ ان اوصاف پر غور کرنا چاہیے جو اس نے اشرف قریش کے سامنے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ انہیں آپ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ سے محبت، بغض و عداوت تھی مگر پھر بھی وہ آپ پر کوئی حرف نہیں رکھ سکے۔ پس ان کا اعتراف و انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ حضرت ابوبکر ان کے درمیان ان اوصاف میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ان کی عداوت اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ ہر ممکن طریق سے انکار میں جلدی کرتے۔

نمارہی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور بیہقی میں ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کا ایمان ان سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکرؓ سب سے سابق اور نمایاں تھے۔ اور مسند دہلوی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکرؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں ابوبکرؓ کو دیکھ سکوں۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا کہ ابو بکر کی خوشبو، کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی تھی اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ ابو بکر کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں پیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا کوئی ایک شخص بھی جو اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اپنے رب سے ملا ہو۔ اللہ کو اس کپڑے میں پیٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر محبوب نہیں اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے جس نیکی میں بھی ابو بکر کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ اس فات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے جس نیکی میں بھی مسابقت کی، ابو بکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے حضرت ابوبکر کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا سنائیے۔ میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا:

وَمَا أَشَيْنَ فِي الظِّلِّفِ وَتَدَ طَافَ الْعِدَّةُ بِهِ أَوْ صَحْبًا أَوْ بَعْدًا

وَكَانَ حُبَّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلِمَا مِنْ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلًا

وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ السلام کا، فی اشئین تھا جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں حضور علیہ السلام ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا، حسان تو نے سچ کہا ہے ابو بکر الیہا ہی ہے۔ جیسے تو نے کہا ہے، یہ درست ہے کہ اس واقعہ کو سابقہ احادیث کے سلسلہ میں بیان

کیا جاتا لیکن رسالت نے اُسے یہاں مؤخر بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو رافضی اور رحمت کی وجہ سے اداہ، کہتے تھے اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے۔ نیز کہا ہم نے گذشتہ انبیاء کے صحابہ پر بھی غور و فکر کیا ہے مگر ان میں سے کسی نبی کا ساتھی ابوبکر جیسا نہیں ہے۔ اور نہ ہی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں اللہ کے بارے میں ایک لمحہ کیلئے بھی کبھی شک نہیں ہوا۔ اور ابی حصین سے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولاد آدم میں سے ابوبکر سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔ اللہ کی اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو چار ایسی خصوصیتوں سے مخصوص فرمایا ہے جو اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے آپ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور سفر ہجرت کے رفیق ہیں اور مسلمانوں کی موجودگی میں آپ نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ابن ابی داؤد نے ابو جعفر سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل کی مناجات کو سن لیا کرتے تھے مگر اُسے دیکھتے نہیں تھے اور حاکم نے ابن مسدیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا مقام حضور علیہ السلام کے وزیر کا تھا آپ تمام امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر آپ کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العرشین اور ثانی فی القبر ہیں حضور علیہ السلام کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر

نے معروف بن خربوذ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر ان گیارہ قریشیوں میں سے ہیں جن کا شرف جاہلیت، اسلام کے شرف کے ساقط مل گیا ہے۔ دیات اور چٹی کے معاملات کے فیصلے آپ کے پاس آتے تھے کیونکہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا۔ جس کے پاس یہ معاملات آتے بلکہ ہر فیصلے میں ان کے سردار کو ولایت عامہ حاصل ہوتی تھی۔ بنو لثیم کے پاس سٹھایہ اور رفاۃ کا کام تھا۔ اس کا منہم یہ ہے ہر شخص ان کے سامان خورد و نوش سے کھانا پیتا تھا اور عبداللہ کے گھرنے میں جمابت، لواء اور نندوہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب قریش جنگ کا جھنڈا نصب کرتے تو اسے بنو عبداللہ پر باندھتے اور جب کسی معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کیلئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجتماع دار الندوۃ میں ہوتا اور بنو عبداللہ ہی اس کا نفاذ کرتے اور فوری نے تہذیب میں کیا ہی خوبصورت انداز میں حضرت صدیق کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے باوجود اختصار کے آپ کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر پیش کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں سبقت لی اور صدق کو اختیار کئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جیسے قصہ شب اسری میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ کے ساتھ رہنا پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث معاملہ مشتبہ ہو گیا تو آپ کا کلام کرتا نیز آپ کا اس وقت کہ یہ زاری کرنا، جب

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا ہے۔ پھر آپ کا حضور علیہ السلام کی وفات پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا۔ پھر مسلمانوں کے مصلحت کے لئے بیعت کیلئے کھڑا ہو جانا اور اس کا اہتمام کرنا اور جیش اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا، پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ سے مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کا شرح صدہ کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت صدیق کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

تہذیب میں سہمہ کہ آپ مکمل قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں جن چار آدمیوں کے قرآن جمع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ان کی مراد انصار ہیں اور ابن ابی داؤد نے جو شعبی سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر وفات پا گئے۔ لیکن وہ مکمل قرآن جمع نہ کر سکے۔ یہ قول مدفوع یا مؤدل ہے۔ اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے موجود ترتیب کے مطابق قرآن جمع نہیں کیا۔ کیونکہ یہ کام حضرت عثمان نے کیا ہے اور آپ کے عظیم فضائل میں قرآن کا جمع کرنا بھی ہے۔ ابویعلیٰ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر ابوبکر کو ملے گا۔ اس لئے کہ ابوبکر وہ شخص ہے جنہوں نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع کیا اور بخاری نے زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اہل یامس کے میدان جنگ کی خبر پہنچی۔ اس وقت حضرت عمر

آپ کے پاس بیٹھ ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر کہتے ہیں میرے پاس حضرت عمرؓ نے آکر کہا کہ جنگ یمامہ میں سخت خونریزی ہوئی ہے۔ اگر اس طرح جنگوں میں قاری حضرات مارے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ **الّا یہ کہ آپ اُسے جمع کر دیں**۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ کریم کو جمع کریں۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمرؓ سے کہا میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ بہت اچھی بات ہے اور حضرت عمرؓ ہمیشہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ پہلے تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں میرا شرح صدر کر دیا تو میرے نے عمر کی رائے اپنائی۔ **زید کہتے ہیں** حضرت عمرؓ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بات نہیں کرتے تھے۔ ابو بکر نے زید سے کہا آپ تو جوان اور عقلمند آدمی ہیں ہم آپ پر کوئی اتہمت بھی نہیں لگاتے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ قرآن کا تتبع کر کے اُسے جمع کر دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑ کو اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر قرآن کے جمع کرنے سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔ میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو ابو بکر نے کہا خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر میں ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر اور عمر کی طرح مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا پس میں قرآن کے تتبع میں لگ گیا اور اُسے صحیفہ طوں جانوروں کی ہڈیوں کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں مجھے خزمہ بن ثابت کے سوا اور کسی سے نہ ملیں۔ یعنی یہ آیات لفظ جاءکم رسول الیٰ آخوٰط وہ ادراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا۔ حضرت ابو بکر کے پاس رہے۔ اور آپ

کی خصوصیات میں سے یہ تھا ہے کہ آپ پہلے خلیفہ ہیں جس کے لئے رعیت نے
 وظیفہ مقرر کیا۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ
 بنے تو آپ نے فرمایا اے میری قوم آپ کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل کی
 ضرورت کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں اور
 ابو بکر کے اہل اس مال کو تھوڑے عرصے میں کھا جائیں گے۔ اور وہ مسلمانوں
 کے کام کو تار ہے گا۔ ابن سعد نے عطاء بن السائب سے بیان کیا ہے کہ جب
 ابو بکر کی بیعت ہو چکی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھ کر بازار جا رہے تھے
 حضرت عمر نے پوچھا، آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے بازار جا رہا ہوں حضرت
 عمر نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے۔ آپ تو مسلمانوں کے امور کے مولیٰ ہیں فرمایا
 میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر نے کہا چلیے ابو عبیدہ آپ
 کے لئے گزارہ مقرر کریں گے۔ آپ ابو عبیدہ کے پاس گئے انہوں نے کہا میں سے
 آپ کے لئے ہمارے جین کے ایک آدمی کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں
 اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں، جب کوئی چیز بوسیدہ
 ہو جائے تو آپ اسے واپس کر دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری لے لیا کریں
 آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سردیوں میں دو ڈھانچے کے لئے ایک چادر
 مقرر کر دی گئی۔ ابن سعد نے میمون سے بیان کیا ہے جب ابو بکر خلیفہ بنے
 تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ نے فرمایا میں عیالدار
 آدمی ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تو آپ کے
 مزید پانچ سو درہم بڑھا دیئے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے

کہ حضرت ابو بکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھنا جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے۔ اور اس پنا لے کا بھی خیال رکھنا جس میں ہم سالن پکا کرتے تھے۔ اور اس چادر کا بھی خیال رکھنا جسے ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت غافلہ ہو اٹھا کرتے تھے جب ہم مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں ان چیزوں کو حضرت عمر کی طرف لوٹا دینا جب حضرت ابو بکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے یہ چیزیں حضرت عمر کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، اے ابو بکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنے بعد آنے والوں کیسے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ابو بکر بنی حفص سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اے بیٹی ہمارے پیر مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دیکھا اور ہم اپنے لئے نہیں لیا۔ اور ان کا معمولی کھانا کھایا اور موٹا جھوٹا پہنا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فتنے میں سے سوائے اس حبشی غلام اور اس بانی کھینچنے والے اونٹ اور اس چادر کے سوا کچھ نہیں۔ میرے مرنے کے بعد انہیں حضرت عمر کے پاس بیچ دینا ہے

اے حضرت ابو بکر کے خصائص اور اولیات یہ ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر عرب طبری نے الریاض میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء اور التزائیب الاداریہ میں کیا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کا نام خلیفہ رکھا گیا اور انہیں خلیفۃ اللہ کہا گیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفۃ رسول اللہ کہا۔ ابن حزم کہتے ہیں آپ کے علاوہ صحابہ میں سے کسی کا نام یہ نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اس شخص کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ یا مازول یا غزوہ یا حج میں اپنا جانشین مقرر کیا۔

باب چہارم

دوبارہ خلافتِ حضرت عمر اور اسے بیٹے کوئی نصیب ہے



آپ عمر خلافت کی حقیقت کے متعلق

ہیں اس جگہ حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات ہر صاحبِ عقل و فہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت لازم آتی ہے اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت اجماع اور نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر نصوص کتاب و سنت اور اجماع لازم آتا ہے کیونکہ جو چیز اصل کیلئے ثابت ہے وہ فرع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے پس روایں اور شیعہ حضرات میں سے کسی کو حضرت عمر کی خلافت میں نزاع کی حجتو نہیں کرنی چاہیگی اس لئے کہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ پس جب اس کی خلافت کی حقیقت ثابت ہو گئی تو اس

میں غنا، جہالت اور عنادت سے نزاع کرنا، ضروریات کا انکار کرنا ہے اور اس قسم کے جاہلوں اور احمقوں اور ان کی ایما لیل و اکاذیب سے اعراض کرنا، اور ان کی طرف التفات نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ اور کسی معاملے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق کی سب سے بڑی فضیلت، حضرت عمر کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے عام طور پر فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ممالک مفتوح ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا بیان آئندہ آئے گا اور کچھ احادیث جن میں حضرت عمر کی خلافت کی تصریح ہے پہلے بھی گذر چکے ہیں جیسے: **اتخذوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر** اور یہ حدیث کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت نبی کریم کے پہلو میں رکھیں۔ اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت ابو بکر کے پہلو میں رکھیں اور حضرت عثمان کو حکم دیا کہ اپنا پتھر حضرت عمر کے پہلو میں رکھیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور یہ حدیث بھی کہ حضور علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک چرنی کے ساتھ کنوئیں سے ڈرل کیچنے رہے ہیں کہ ابو بکر نے اگر ایک یا دو ڈرل کیچنے پھر عمر نے اگر پانی نکالا تو وہ بڑا ڈرل بن گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی عبقری کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ حدیث بھی کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اور یہ حدیث کہ تمہارے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت ہے۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ یہ تمام احادیث حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اگر آپ کی خلافت پر اجماع نہ فرض کیا جائے تو یہ کیونکر ہوگا۔ جب کہ ابو بکر کی خلافت پر دلالت کرنے

دلی نصوص بتا رہی ہیں۔ اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔

فصل دوم

حضرت ابو بکر کا مرض الموت میں حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا اور اسے
سے پیشتر آپ کے مرض کے سبب سے کابیانے ۔

سیف اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابو بکر کی موت کا سبب بن گیا۔ جس کے
باعث آپ کا جسم کمزور سے کمزور تر ہوا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی
اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حرث ابن کلابہ
خنزیرہ کھا رہے تھے جو حضرت ابو بکر کو بطور ہدیہ کے بھجوا گیا تھا۔ حرث نے
حضرت ابو بکر سے کہا اے خلیفۃ الرسول، کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ خدا کی
قسم اس میں وہ نہر ملایا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارا کام تمام کر دے گا۔ اور
میں اور آپ ایک ہی دن مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا
اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ بیمار رہے۔ اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی
دن اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور حدیث

اثبت احدنا لما علیہ نبی اے احد اپنی جگہ پر قائم رہ۔ تیرے اوپر ایک
وصدیق و شہیدان : نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں ۔

نہ خنزیرہ ، اور بعض روایات میں حریرہ کا لفظ آیا ہے حریرہ آٹے میں دو روہیا چربی ملا کر کھیا
جاتا ہے ۔

اسکے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو بکر کا اخص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جسے میں وصف شہادت پر اشتراک کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوت ہی بیان کیا ہے۔ جو آپ کا اخص وصف ہے وگرنہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہر خورانی سے ہوئی تھی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مرض الموت میں صراحت کی ہے کہ یہ خیبر میں کھانا کھانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنتیں کٹ گئیں۔

واقعی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جمادی الآخرہ کے سات دن گزر چکے تھے کہ حضرت ابو بکر نے سو مار کو غسل کیا۔ جس سے آپ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یہ دن نہایت سرد تھا۔ آپ کو پندرہ روز تک بخار آتا رہا۔ آپ نماز کیلئے مسجد بھی نہیں جاسکتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۲ جمادی الآخرہ سال ۶ کو منگل کے روز تری ۶۳ سال کی عمر میں پائی۔

واقعی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی طبیعت جب برصیل ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ جس امر کے بارے میں مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ آپ اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابو بکر نے کہا، اگر یہ بات اسی طرح ہے تو آپ بھی بتائیے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا خدا کی قسم آپ عمر کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلا کر ان سے حضرت عمر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا آپ ان کے متعلق ہم سے بہتر جانتے

ہیں۔ پھر کہنے لگے اے اللہ میرا علم ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی مشورہ کیا اسید نے کہا، میں انہیں آپ کے بعد بہتر آدمی سمجھتا ہوں۔ وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور جو شخص بھی اس امر (خلافت) کا متولی ہوگا۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہوگا۔ اسی اثناء میں بعض صحابہ آپ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ سے کہا جب اللہ تعالیٰ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر والی بنانے کے بارے میں چاہے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس کی سختی کا اچھی طرح سے علم ہے۔ تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ میں اُسے کہوں گا اے اللہ میں نے اس شخص کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو سب سے بہتر تھا۔ میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور فرمایا کہ کھو !

لَسْمُكَ اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

ابو بکر بن ابی ٹھانڈے دنیا کو چھوڑتے وقت یہ آخری عہد کیا اللہ آخرت میں داخل ہوتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور کاذب بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اس کی سچ و اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں کسی کو تاہی سے کام نہیں لیا۔ نیز اپنا اور تمہارا بھلا چاہا ہے میرا علم ذہن اس کے بارے میں یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا۔ اگر

وہ ایسا نہ کرے تو ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پائے گا۔ میرا ارادہ بھلائی کا ہے
میں کوئی غیب دان نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس
مقام کی طرف لوٹتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے اس تحریر پر ہر لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت
عثمان کو حکم دیا کہ وہ اس ہر شدہ تحریر کو باہر لے جائیں، تو لوگوں نے آپ کی بیعت
کی۔ اور آپ سے راضی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر
آپ کو وصیت کی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ تو حضرت ابو بکر نے عاتقہ اسٹھا
کھڑو کاکی۔ اے اللہ میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے واسطے ایسا
کیا ہے۔ مجھے ان کے بارے میں فتنہ کا خوف دامن گیر ہے۔ میں نے ان
کے متعلق جو کچھ کیا ہے تو اُسے مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے
میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور قوی آدمی کو جو ان کی ہدایت
کا بڑا خواہشمند ہے، خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ میری موت کا وقت قریب آگیا
ہے۔ پس آپ ان کے نگران ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ انکی
پیشانیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اسے اپنے خلفائے
راشدین میں بنا۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ تین

آدمی سب سے زیادہ صاحب فراست ہیں۔ حضرت ابو بکر جب آپ نے حضرت
عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور رسولی علیہ السلام کی بیوی جب اس نے کہا کہ اس شخص کو ضرور
پر رکھئے جو قوی اور امین ہو اور عزیز مصر جب اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے
میں فراست سے کام لے کر انہی بیوی کے کہا کہ اس کی عزت کرنا کہتے کہ سلیمان

بن عبد الملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ جب اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر کی طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے درجہ کے سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا اے لوگو! میں نے ایک بھند کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول ہم راضی ہیں حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا ہم عمر کے سوا کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلی بات یہ کہی اے اللہ میں سخت گمراہ ہوں۔ مجھے نوم کمر دے۔ میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔ میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔

زہری کہتے ہیں حضرت عمر حضرت ابو بکر کی وفات کے روز خلیفہ بنے اور آپ نے خلافت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے در خلافت میں اس قدر فتوحات ہوئیں۔ جن کی نظیر بعد کے خلفاء کے زمانے میں نہیں ملتی۔ شام عراق، فارس، اردن، مصر، اسکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گذشتہ سات احادیث میں جو خلافت مدلیق پر دلالت کرتی ہیں۔ اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ان احادیث کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ڈول کھینچتے دیکھا۔ میں نے اس سے اتنا پانی نکالا جتنا خدا نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابو بکر نے لے لیا تو انہوں نے بھی ایک دو ڈول نکالے مگر آپ کے نکالنے میں کچھ کمزوری پائی جاتی تھی۔

اللہ آپ کو معاف فرمائے پھر عربانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا
 میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں
 تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔ علما نے یہ بھی
 کہا ہے کہ اس خواب میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کی طرف اشارہ پایا
 جاتا ہے اور یہ بھی کہ حضرت عمر کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام
 کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

لے فیضی فریہ یاہ کی تشدید کے ساتھ اس کے معنی ہیں۔ اچھی طرح کام کرنا یا اچھی طرح قطع
 کرنا۔ اور اسے یاہ کی تخفیف اور راء کے سکون سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اہم خفیل
 نے اسکو ثقیل بنانے سے انکار کیا ہے۔

فصل سوم

اس بات کے بارے میں کہ آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے
اپنا نام امیر المومنین کیوں رکھا۔

عسکری نے الدلائل میں، طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن
شہاب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر سلیمان
بن ابی خنیسہ سے پوچھا کہ وہ ابوبکر کے زمانہ میں کس وجہ سے من خلیفۃ رسول اللہ
نکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ سے یہ شخص ہیں جنہوں نے من خلیفہ نکھا۔ پس وہ
کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے من امیر المومنین نکھا۔ انہوں نے جواب دیا
کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفا نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر من خلیفہ
رسول اللہ کے الفاظ نکھا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ من خلیفۃ رسول اللہ
نکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ دو بہادر
آدمی میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔ میں ان سے عراق اور اہل عراق کے متعلق
پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھجوا دیا۔ وہ من
آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو دیکھا
تو ان سے کہا آپ ہیں امیر المومنین کے ہاں حاضری کی اجازت لے دیں، تاکہ
حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا خدا کی قسم تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن
العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین، حضرت

عمر نے کہا اس نام میں آپ کو کیا راز معلوم ہوا ہے۔ جو تو نے کہا ہے اس کی حقیقت بیان کر، تو انہوں نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم ممکن ہیں اس وقت سے یہ نام رکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ لمبی اور مد کی نے خود حضرت عمر کو یہ الفاظ کہے، حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہتے ہیں سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو امیر المؤمنین کہا۔ ابن عساکر نے معاویہ بن قرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھا جاتا تھا جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں خلیفہ خلیفۃ رسول اللہ کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو بہت لمبا نام ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں! ہم نے آپ کو اپنے آپ پر اپنا امیر بنایا ہے اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ فرمایا ہاں میں تمہارا امیر ہوں۔ اور تم لا من ہو تو آپ نے امیر المؤمنین کے الفاظ کچھ۔ اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ وہ اپنے اس صریح میں تھے جس میں سے لیستونک عن الشہداء الخوام قتال فیہ کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ کو امیر المؤمنین کہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک خاص تسمیہ ہے۔ اس وقت زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المؤمنین رکھا۔ حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافت کی رو سے اپنا یہ نام رکھا۔

ابن سیدوطی نے المصباح اللامع میں کھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت اسامہ کو تباہوں کے ایک لشکر پر امیر مقرر کیا تو صحابہ ان کو امیر المؤمنین کہہ کر نکالتے تھے اور حضرت عمر بھی انہیں امیر المؤمنین کہہ کر سلام کہتے تھے پھر خلفاء نے اس لقب کو اپنا لیا۔

باب پنجم

حضرت عمر کے فضائل اور خصوصیات کا بیان ہے۔ اسے باب ہے
میں کئی فصلیں ہیں۔

فصل اول

آپ کا قبول اسلام

ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبوت کے چھ سال میں اسلام قبول کیا
اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ آپ اشراق قریش میں سے تھے۔ اور ان کی
سفارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ جنگ کے مواقع پر قریش آپ ہی
کو پیامبر بنا کر بھیجتے۔ اور جب کوئی قریش پر اٹھارہ مہاجرین فرستاتا تو آپ ہی کو
مقابلہ کیلئے بھیجا جاتا۔ آپ چالیس یا آٹھالیس یا نینتالیس مردوں اور گیارہ
عورتوں یا بیسی عورتوں کے بعد اسلام لائے مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی
ہوئی۔ اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام غالب آگیا۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت

انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہم اعدوا لاسلامہا حب اسے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام
 ہذین الرجلین الیہما بعد دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے
 بن الخطاب اور ابی جہل اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔
 (ابن ہشام)

اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور طبرانی نے حضرت ابو بکر
 اور حضرت ثوبان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہم اعدوا لالین یحمرین اسے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ خاص طور
 پر دین کو عزت دے۔

اور احمد نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی
 جیتو میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے مسجد میں جا چکے ہیں میں آپ کے
 پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن کریم کی ترتیب
 سے حیرت میں پڑ گیا۔ اور قریش کی طرح اسے شعر کہنے لگا جب آپ نے یہ آیت
 انہ لقلول رسول کریم دیا ہو کہ یہ معزز رسول کا کلام ہے کسی شاعر کا قول
 بقول شاعر قدیلا ما لآمنون نہیں تم اس پر کم ہی ایمان لائے ہو۔

تو میرے دل میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا۔ اور ابن الجوزی
 شیبہ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کی پہلی
 وجہ یہ ہوئی کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن المؤمنہ کو مارا پھر میں گھر سے
 نکل کر کعبے کے پردوں میں پھپھ گیا۔ اتنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 آکر کمرے میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کر دی جب آپ واپس تشریف
 لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز سنی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی

تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے فرمایا: اکون ہے۔ میں نے کہا: عمر! آپ نے فرمایا: اے عمر تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں ڈرا کہ آپ مجھ پر بددعا کریں گے۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عمر اس بات کو پوشیدہ رکھ۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اسلام کا ایسے ہی اعلان کر دوں گا۔ جیسے آپ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

ابو یعلیٰ، ابیہقی اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے نکلے تو نبی زہرہ کا ایک آدمی آپ سے بڑا۔ اس نے کہا: عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ کہنے لگے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے محفوظ رہیں گے۔ عمر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے اس نے کہا کیا میں آپ کو ایک تعجب خیز بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تیری بہن اور تیرا بہنوئی تیرا دین چھوڑ کر صابی ہو چکے ہیں۔ عمران کے پاس آئے اور ان کے پاس حضرت خباب موجود تھے۔ حضرت خباب کو جب عمر کا پتہ چلا تو وہ گھر میں چھپ گئے آپ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہے تھے۔ وہ اس وقت سورہ طہ پڑھ رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی اور بہن نے کہا ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم صابی ہو چکے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق آپ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ کا خیال کیا ہے۔ اس پر حضرت عمران پر بھیڑے اور انہیں بُری طرح رگیدا۔ آپ کی بہن نے آپ کو اپنے خاوند سے ہٹانا چاہا تو آپ نے قہقہہ مارا کہ

بہن کے چہرے کو لہو بہان کر دیا۔ آپ کی بہن نے بھی پیچ کر کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو آپ پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا آپ پلید ہیں اور اسے پاک آدمی کے سوا کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ جاؤ جا کر نہاؤ۔ پھر وضو کرو۔ حضرت عمرؓ نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنے لگے۔ طے ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ یہاں تک کہ آپ نے انی انا اللہ لا اله الا انا فاعبد فی واقعہ الصلوٰۃ لک دوسری تک پڑھا۔ پھر کہنے لگے مجھے بتاؤ محمد رسانی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں جب حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے۔ اور کہا، عمارؓ تمہیں خوشخبری ہو۔ مجھے ابند ہے کہ تو حضور علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔ کہ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضور علیہ السلام اس گھر میں تھے جو مفا کے دامن میں ہے۔ عمارؓ جب اس گھر پر آئے تو دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور دیگر لوگوں کو پایا حضرت حمزہؓ نے کہا یہ عمر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر ایسا نہیں تو اس کا قتل کرونا ہمارے لئے معمولی بات ہے۔ حضور علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمرؓ کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پیرتنے کو اچھی طرح پکڑ کر کہا اے عمر تو کس خیال میں ہے۔ کیا تو پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزار، طبرانی، ابوالعزم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے سخت آدمی تھا۔ ایک گرم درپہر کو میں مکہ کے ایک راستے پر گھوم رہا تھا کہ ایک آدمی مجھے بلا اور اس نے کہا اے ابن خطاب تو اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ مگر اسلام آپ کے گھر میں داخل ہو چکا ہے میں نے کہا کیسے، اس نے کہا تیرا بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں دلوں سے فضیلت کا امت میں والیس اگر بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا کون ہے۔ میں نے کہا عمرؓ تو وہ دروازہ اندر چھپ گئے۔ وہ ایک معیفہ پڑھ رہے تھے۔ جسے وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھاگ گئے۔ میری بہن نے آٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے اپنی بہن کی دشمن کیا تو صابی ہو گئی ہے؟ اور میرے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو میں نے بہن کے سر پہ دے ماری جس سے خون بہہ پڑا۔ اور اس نے روتے ہوئے کہا اے ابن خطاب جو تیرا چاہے کر گذر۔ میں صابی ہو چکی ہوں کہنے لگے میں اندر داخل ہو کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس معیفہ کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیا ہے۔ مجھے پتہ اور سمجھے تو میری بہن نے کہا تو اس کا اہل نہیں ہے تو تو جنابت سے پاک نہیں اور اس کتاب کو پاکیزہ آدمیوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا میں ان سے امر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے وہ معیفہ پھڑا دیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب میں پڑھتے پڑھتے اللہ کے کسی نام پر سے گذرتا تو مجھے اس سے خوف آتا۔ پھر میں معیفہ کو رکھ دیا اور اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ پھر میری بہن نے وہ معیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا تھا۔ سبحانہ ما فی السموات وما فی الارض، تو میں ڈر گیا۔ میں نے آمنا باللہ ورسولہ تک پڑھا تو میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ،

پس لوگ میری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا تبھی خوشخبری ہو کہ حضور علیہ السلام نے سوموار کو دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو دعوت دے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام صفا کے دامن میں اپنے گھر میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو لوگوں نے کہا کون ہے میں نے کہا ابن الخطاب! وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میری شدید عداوت کو جانتے تھے۔ اس لئے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ بہار تک کہ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے مجھے قمیص کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اے ابن الخطاب اسلام قبول کر۔ اے اللہ اسے ہدایت دے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی مسلمان چھپ چھپ کر دن گزار رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مار پڑ رہی ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی۔ تو میں اپنے ماموں ابو جہل کے پاس گیا وہ سردار آدمی تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ابن الخطاب جو صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کر اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ پھر میں قریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اُسے بلا کر دی بات کہی جو اپنے ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو زور و کوب کیا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو تیرے اسلام قبول کرنے کا علم

ہو جائے۔ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو غلام آدمی کے پاس جانا جو کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ آواز کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ چکے تھے۔ تو میں نے اُسے کہا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا تو نے یہ اقدام کر لیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ لوگ دوڑ کر میری طرف آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں انہیں مارتا تھا۔ میرے ارد گرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو میرے ماموں نے کہا۔ یہاں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارہ کیا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے روک گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو مار پڑے اور میں بچا رہوں۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہمیشہ ہی مارتا اور مار کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔



۳۲۷ فصل دوم

آپ سے کاتام فاروق سے رکھنے کے بیان سے

ابونعیم نے الدلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ حضرت حمزہ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے۔ میں مسجد کی طرف گیا تو ابوہریرہ آپ کو بُرا بھلا کہنے کیلئے جلدی سے آپ کی طرف گیا۔ آپ نے حضرت حمزہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی طرف آئے۔ جہاں قریش حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ اور ابوہریرہ بھی وہیں بیٹھا تھا۔ آپ نے ابوہریرہ کے سامنے ہو کر کمان پر ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا۔ ابوہریرہ نے آپ کے چہرے سے معلوم کر لیا کہ ان کی نیت خیر نہیں۔ اس نے کہا اے ابوعمار مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماری جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہہ پڑا۔ تو قریش نے جنگ اور خرابی کے ڈر سے اس معاملہ کو سلجھا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں پچھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ نے دوان جا کر اسلام قبول کر لیا۔ میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا کیا تو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس نے بھی یہ کام کر لیا ہے۔ جو مجھ سے زیادہ تجھ پر حق رکھتا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے

اس نے کہا میری بہن اور تیرا بہنوئی میں گیا تو میں نے آہستہ سے آواز سنی
 میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے ؟ ہمارے درمیان باتیں ہوتی رہیں
 یہاں تک کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پھر کر مارا اور اسے اہولہان کر دیا۔
 میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ سب کچھ تجھے ذلیل کرنے کیسٹے
 ہو رہا ہے۔ میں نے جب خون دیکھا تو مجھے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے بیٹھ کر
 کہا مجھے یہ کتاب دکھائیے۔ بہن کہنے لگی اس کو پاکیزہ آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو
 سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ معیضہ دیا جس میں لکھا تھا
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔
 مَا اَنْزَلْنَاهُ عَلٰیكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی سَے لیکر لے لے الاسماء الحسنٰی تک میرے
 نے پڑھا۔ تو میرے دل میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی تو میں نے کہا۔ اسے
 کلام سے قریش جلا گئے ہیں۔ پھر میں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ بہن نے کہا وہ دارالرقم میں ہیں۔ میں نے وہاں
 جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے آواز سنی۔ حضرت حمزہ نے انہیں کہا تمہیں
 کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگے عمر آیا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو
 اگر قبول اسلام کیٹے آیا ہے تو ٹھیک دگر نہ ہم اس کلام تمام کر دیں گے۔ حضور
 علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی تو آپ باہر نکلے۔ حضرت عمر نے کلمہ شہادت
 پڑھا تو گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تجبیر لگایا۔ جسے مسجد والوں نے بھی
 سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں میں
 نے کہا پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے تو ہم باہر نکلے۔ ایک صف میں میں تھا اور
 دوسری میں حضرت حمزہ۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور
 حمزہ کو دیکھا تو انہیں شدید مدردہ ہوا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ابن سعد نے ذکوان سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عاکشہ سے کہا۔ حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو جبریل نے نازل ہو کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والوں کو عمر کے اسلام لانے سے خوشی ہوئی ہے۔ اور بنزار اور حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہم نصف رہ گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی معزز رہے ہیں۔ اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے۔ اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ تک نہیں پہنچے جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے۔ اور جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو مانا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور جب عمر شہید ہوئے تو اسلام کمزور ہوتا گیا۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اعلان کروانے والے عمر بن خطاب ہیں۔ اور ابن سعد نے حضرت مہیب سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آگیا اور اس کی طرف اعلان

دعوت دی جانے لگی۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اور جو ہم سے درشتی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔

فصل ثالث

آپؐ کچھ ہجرت کے بیان سے

ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ نمر بن خطاب کے سوا سب لوگوں نے خیفہ ہجرت کی۔ آپؐ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی کمان کا ندرے پر رکھی۔ اور طہ میں تیرے کعبہ تشریف لائے۔ اشراف قریش صحن میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپؐ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور کہا تم پر چڑھا ہوا جو چاہتا ہے کہ اس کی مال اسے ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں۔ اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس دادی کے پیچھے مل لے مگر کوئی آدمی آپؐ کے پیچھے نہ گیا۔ اور اس نے براؤ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے ہاجرہ جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم ہیں۔ پھر عمر بن خطابؓ بیس سواروں کے ساتھ آئے ہم نے پوچھا رسولِ کیم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام ہے۔ آپؐ نے کہا وہ میرے پیچھے پیچھے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام ابو بکرؓ کی معیت میں تشریف لے آئے۔

فصل چہارم

آپ کے فضائل کے متعلقے

آپ کے فضائل کے متعلق چونتیس حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ بلکہ اکثر احادیث حضرت ابو بکر کے ذکر کے ساتھ مل کر بیان ہوئی ہیں۔ جو آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

۳۵ ویں حدیث

یہ حدیث ابھی بیان ہو چکی ہے۔
اللهم اغفر الاسلام بعد موتی اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو
الخطاب ع: عزت دے۔

۳۶ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب حضرت
عمر نے اسلام قبول کیا تو خیریل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔

۳۷ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب
حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم لعنہ ہو گئے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يا ايها النبي حسبك الله يعني اے نبی ، اللہ اور تیرے پیروکار مومنین
ومن اتبعك من المومنین تجھے کافی ہیں۔

۳۸ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بيننا انا واثم رايقتي في الجنة فاذا اوصوا تتوضا الى جانب
قصوتك لن هذا القصر قالوا لا يوفد كوت غيرك
نوليت مدبر فبكي وقال عليك
اغار يا رسول الله
میں نے عیند کی حالت میں اپنے آپ کو جنت میں
دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے
جانب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل
کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر کیلئے۔ تو
مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی اور میں مڑ کر واپس
آگیا۔ حضرت عمر رد کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں
آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

۳۹ ویں حدیث

احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اريتني دخلت الجنة فاذا
انا بالرميحاء امواجا
طاحمة وسمعت خشفا
امواحي فقلت ما هذا
جبريل قال هذا ليل
رايت قصورا ابيض
میں نے دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں اسانک
میں نے رمیحاء میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا اور
اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔ میں نے جبریل سے
کہا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ لیل ہے
جبر میں نے ایک سفید محل دیکھا جس کے صحن
میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ محل

جاریتہ فقلت لمن هذا القصر کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب
قالوا العبد بن الخطاب فارتد کھٹے لئے۔ میں اُسے دیکھنے کی خاطر اندر داخل
ان ادخله انظر اليه فذكرت ہونا چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی۔
غیرت کا :

۴۰ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول
کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
بينا انا قائم شويت بعضي البس میں نے خواب میں وہ دھوپ یا اور اس کی تری سیر
حتی انظر ای الری بجری فی نافوں میں نظر آ رہی تھی پھر میں نے اُسے
اظقاری ثم نادته عمرو قالوا حضرت عمر کو پکار دیا صحابہ نے پوچھا یا رسول
فنادته یا رسول الله قال اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے فرمایا
العلم :

علم

۴۱ ویں حدیث

احمد و شیخین، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید
خدری سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ
بينا انا قائم رأیت الناس عرضاً میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے
علی و علیہم قصص فمنها ما بلغ پیش کیا جا رہا ہے وہ قصصیں پہنچے ہوئے ہیں
الشدی ومنها ما يبلغ ذروت جو سینے تک پہنچتی ہیں۔ اور بعض اس سے بھی
ذلك و عرض علی عمرو و علیہ اور پر رہتی ہیں۔ عمر کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا
فہیص بجروہ قالوا فنادته وہ اپنی قصص کو گھسیٹ رہے ہیں۔ صحابہ نے
یا رسول الله قال الدین : عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر

کی سہ فرمایا دین ۔

اور حکیم نرمدی کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور آپ اسکی
کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں
تک اور بعض کی پٹلیوں کے نفع تک ۔

آپ نے جو دین کا لفظ فرمایا ہے اس پر زہر اور پیش پڑھنا
دونوں طرح جا کر ہے ۔ اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان
کیا گیا ہے ۔ اور قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیص دنیا میں
قابل پر وہ مقامات کو چھپاتی ہے اور دین انہیں آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر
مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے اور
معیاری کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ
اس کی لمبائی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قمیص کے آثار اس کے
بعد بھی رہیں گے ۔ اور ابن العربی کہتے ہیں ۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین ہمت
کی کمزوری کو چھپاتا ہے ۔ جیسے قمیص بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ
نے دیکھا کہ حضرت عمر کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں پہلے تک پہنچتی ہیں
اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے محفوظ
رکھتا ہے ۔ اور جو قمیص اس سے نیچے اور شرمگاہ تک چلی جاتی ہے ۔ اس کا ہونا
واجب ہوتا ہے ۔ جو شخص معیشت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا ۔
اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ میں گم ہے اور جو اپنی قمیص
کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں بڑھ گیا ہے ۔ اور عارف بن
ابی جهمر نے بیان کیا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے مراد اس امرت کے مہنین
ہیں اور دین سے مراد امر یہ عمل پیرا ہونا اور نافرمانی سے اجتناب کرنا ہے

اور حضرت عمر کو اس معاملہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ جو شخص قیص میں کو اچھی یا بُری صورت میں دیکھے اس سے قیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا۔ اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان مثالوں میں سے ہے۔ جو نیند میں قابلِ تعریف اور بیداری میں شرعاً قابلِ مذمت ہے۔ یعنی قیص کا گھسٹنا کیونکہ قیص کے بارے میں وعید آئی ہے۔

۴۶ ویں حدیث

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا کہ وَالَّذِي لَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيْتُ قَسْمِ اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری الشیطان سالکاً نَجَا قَطْرًا جَانِ ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے سلاک نَجَا غَيْرَ هَذَا : گا جس پر تو چل رہا ہے۔ بلکہ دوسرے راستے کو اختیار کرے گا۔

۴۷ ویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے اور احمد مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ تَمَّ سَبْطُ امْتِنٍ فِي مَعْرِثٍ هَوَتْ تَحْتَهُ نَاسٌ مَعْرِثُونَ فَاَنْ يَكُنْ فِي اِگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر امتی احد فانه عمرو : ہے۔

اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے بارے میں یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت آدمی آپ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ نے کہا میرا خیال اس شخص کے بارے میں غلطی کرتا ہے۔ یہ شخص جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اسے بلا کر یہ بات کہی تو اس نے کہا میں نے آپ کی طرح کسی مسلمان کو اسے خوش آمدید کہتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو تو نے مجھے کہا ہے اس پر میں تجھے قسم دلوں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ نے فرمایا تو تیری جتنی جاہلیت میں تیرے پاس لاتی تھی میں اس سے متعجب نہیں ہوں۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا۔ تو اس نے کہا کیا تو نے جنات اور ان کے اہلیسوں کو نہیں دیکھا۔

۲۴ ویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے اور ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ذر سے اور ابوالعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال اور حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی لَمْ يَخْلُقْ دِلَّ وَزَبَانَ بِرَحْمَتٍ جَدِيْدٍ لِّسَانٍ عَمْرٍ وَّقَلْبٍ ۚ
 کیا ہے۔
 حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں گفتگو ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن حضرت عمر کے بیان کے مطابق نازل ہوا

۲۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور
اسے عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان
کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
لو کان بعدی نبی لکان عمرو اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب
بن الخطاب ہوتا

طبرانی نے اسے حضرت سعید بن خدری وغیرہ سے بیان کیا ہے۔
اور ابن عساکر نے ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۲۶ ویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ
انی لا اظنوا لی شیاطین الجن میں جن و انس کے شیطانوں کو عمر سے جانتے
والانس قد فروا من عمرو دیکھ رہا ہوں۔
اور ابن ماری نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ
روایت شیاطین الانس و میں نے دیکھا کہ جن و انس کے شیطان عمر
الجن فروا من عمرو سے بھاگ گئے ہیں۔

۲۷ ویں حدیث

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب سے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اول من یملفه الحق عمرو عمر پہلے شخص ہیں جن سے حق مسافہ کرے گا اور
اول من یسلم علیہ و اول انہیں سلام کہے گا اور انہیں ملو تو سے پھر کر جنّت
من یاخذ بیدہ فیدخلہ الجنۃ میں داخل کرے گا۔

یہاں معاف سے مراد مزید انعام اور اقبال ہے۔ اور یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابوبکر جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں یوں یوں تعلیق دیا جائے گی کہ حضرت ابوبکر کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت عمر ہوں گے۔

۲۸ ویں حدیث

حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ذر سے بیان کیا

ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ
 اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ اَبِي الْقَعْقَعِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
 عَمْرٍو يَقُولُ بِهِ

۲۹ ویں حدیث

احمد اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ اَبِي الْقَعْقَعِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
 عَمْرٍو يَقُولُ بِهِ

اور ابن مینے لے اپنی مسند میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ
 جو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت
 عمر کی زبان سے بولتی ہے۔

بزار نے حضرت ابن عمر اور ابو نعیم نے حلبیہ میں

۵۰ ویں حدیث

لے سکینت سے مراد انفس کی طاعت و غیر وہ ہے۔ جیسے کہ ابہام کا ملکہ اور معرفت

حضرت ابوہریرہ سے اور ابن عباس نے معتب بن جنامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
عمر سواجہ اهل الجنة عمر اهل جنت کے چراغ ہیں

۵۱ ویں حدیث
بزار نے قدام بن مغلون اور ان کے چچا
غسان بن مغلون سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

هذا خلق الفتنه و اشار
بيده الى عمرو لايزال بينكم
و بين الفتنه باب شديد
الخلق ما عاش هذا بين
الظهور كما
یہ فتنہ کو بند کرنے والا ہے اور اپنے ہاتھ
سے عمر کی طرف اشارہ کیا جب تک عمر آپ
لوگوں کے درمیان زندہ رہے گا آپ کے
اور فتنوں کے درمیان مضبوطی سے دروازہ
بند رہے گا

۵۲ حدیث
طبرانی نے الاوسط میں اور حکیم نے نوادر الامول

اور الضیاء میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا

ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا
اُمّ محمدی و السلام و اُخبوہ
ان غصبہ عذ و رضاه حکم
عزت اور رضا حکم ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس جبریل نے آکر کہا۔ عمر کو
سلام کہہ دیجئے اور بتائیے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی نافرمانی عزت ہے

۵۳ ویں حدیث
ابن عباس نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الشيطان لي فوق من عمر
شیطان عمر سے ڈرتا ہے

احمد، ترمذی اور ابن جہان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے بیان

کیا ہے کہ

ان الشیطان لیفرق ملک یا اے عمر شیطان کو تجھ سے ڈرنا ہے۔

عمر

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۵۲ ویں حدیث

ما فی السماء ملک الا وهو یوقو آسمان کے تمام فرشتے، عمر کی تفسیر کرتے ہیں

عمر و ما فی الارض شیطان الا اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں

روح یفرق من عمر

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۵۵ ویں حدیث

ان اللہ باہی باہل عوفۃ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور عمر پر خصوصاً

عامۃ و باہی بعمود خامة فخر کیا ہے

اور طبرانی نے اکبیر میں بھی ابن عباس سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے

کا ہے

طبرانی اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۵۶ ویں حدیث

فرمایا ہے کہ

الحق بعدی وقع عمر حین کان میرے بعد عمر جہاں بھی ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا

طبرانی نے حضرت سعدیہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

۵۷ ویں حدیث

ان الشیطان لم یلق عومندہ عمر کے اسلام لانے کے بعد شیطان اُسے جہان
اسلم الاخر لوجہدہ :۔ بھی سلام سے منہ کے بل گرا ہے
اور وارفتنی نے الافراد میں اس حدیث کو سند لیبہ عن حفصہ کے طریق
سے بیان کیا ہے

۵۸ ویں حدیث طبرانی نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

قال لی جدد لی بک الاسلاہ جبریل نے مجھے کہا کہ اسلام کو عمر کی موت پر دونا
علی موت عبور :۔ چاہئے

۵۹ ویں حدیث طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ

من البغض عمر فقد البغضی جو عمر سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے
ومن احب عمر فقد احبنی و اور جو عمر سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا
ان اللہ باہمی باننا س ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر
عشیۃ عرفۃ عاتے و باہمی عروا اور عمر پر غصہ سا فر کیا اور اللہ تعالیٰ نے
بعمروا مہ و ائہ لم یبعث کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث
اللہ نبیا الا کان فی امتہ محدث نہ ہوں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو
وان یکن فی امتی منهم احد نہو عمر سے معاہدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ محدث
عمر قالوا یا رسول اللہ کیف کس طرح کاہنوں سے فرمایا اس کی زبان سے
حدث قال تکلم الملائکۃ علی فرشتے بولتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد
لسانہ اسنادہ حسن :۔ حسن ہے

۶۰ ویں حدیث

احمد اسلمی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور
حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا بلال ہم سبقتی الی الجنة اے بلال تو مجھ سے پہلے جنت میں کیسے چلا گیا
ما دخلت الجنة قط الا سمعت خشخشتك انا می نایت علی
عشخشتك انا می نایت علی حرکت کی آواز سنی۔ میں نے سونے کے ایک
قصر مربع مشرف من ذهب چوکور اور بلند محل کے پاس آکر پوچھا یہ محل کس
نقلت لمن هذا القصر کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں عربی ہوں انہوں
قالوا الرجل من العرب قلت انا عربی نے کہا قریش کے ایک آدمی کیلئے ہے میں نے
لمن هذا القصر قالوا الرجل من قریش قلت انا من قریش میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا
لمن هذا القصر قالوا الرجل من محمدی امت میں سے ایک آدمی کیلئے ہے میں
من امه محمد نقلت انا محمد نے کہا میں محمد ہوں۔ یہ محل کس کے لئے ہے
لمن هذا القصر قالوا الحمد انہوں نے کہا عمر بن الخطاب کیلئے :-
بن الخطاب :-

۶۱ ویں حدیث

ابوداؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا

لا تنسایا اخی من دعا ملک :-

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دُعائیں نہ بھولنا :-
احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا

۶۲ ویں حدیث

یا اخی اشركنا فی صالح ومانک اے میرے بھائی ہمیں اپنی نیک و دعاؤں میں

ولا تنسنا :- شامل رکھنا اور ہمیں نہ بھولنا :-

۶۳ ویں حدیث ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الصدیق بعدی من عروجت میرے بعد سچ عمر کے ساتھ ہوگا۔
کان :-

۶۴ ویں حدیث طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

عمرو بنی وانا مع عمرو والحق میں عمر کے ساتھ اور عمر میرے ساتھ ہے اور

بعدی مع عروجیت کان :- میرے بعد حق دیاں ہوگا جہاں عمر ہوگا :-

۶۵ ویں حدیث احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں

حضرت انس سے اور احمد اور شعبین نے حضرت

جابر سے اور احمد نے حضرت بریدہ اور حضرت معاذ سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دخلت الجنة فاذا بالبقع من میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں

ذهب فقلت لمن هذا القعر ایک سونے کے محل میں ہوں۔ میں نے پوچھا یہ

قال الشاب من قریش فظننت محل کس کے لئے ہے لوگوں نے کہا قریش کے ایک

انی انا هو فقلت ومن هو قالوا نوجوان کیسے ہے میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان

عمرو بن الخطاب فلو ما میں ہی ہوں گا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے

علمت من غیرک لدخلته انہوں نے کہا عمرو بن الخطاب۔ اگر مجھے تیری

غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

۶۶ ویں حدیث

تیرہ مزی اور عاکم نے حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس علی خیبر عرے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں
من عمر : ہوا :

۶۷ ویں حدیث

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الله جعل الحق علی لسان عمرو قبلہ وهو الفاروق
فرق الله بے بین الحق و
اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے
اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق
کھردیا ہے :

۶۸ ویں حدیث

طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وینک اذا مات عمر فان
استطعت ان تموت فمت : تیرا بڑا ہو جب عمر فوت ہو جائے تو تو اگر
مرنے کی استطاعت رکھے تو مر جانا :

۲۳۵ فصل پنجم

صحابہ اور سلفہ کے زبانوں سے آپ سے کسے تعریفیے

ابن ہشام نے حضرت صدیق سے بیان کیا ہے کہ مجھے زین پیر
حضرت عمر سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا
ہے کہ آپ سے مرض الموت میں کہا گیا کہ آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کے لیے
میں اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اُسے کہوں گا کہ میں
نے ان کے بہترین آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر کر رہا
تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو۔ اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت
حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے۔ یعنی ان کی گفتگو سے الطینان اور سکون ملتا
ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی
نہیں دیکھا۔

طبرانی اور حاکم حضرت ابن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر
سے علم کو نزارو کے ایک پڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم
دوسرے پڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم ان کے علم سے بڑھ جائیگا

لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے فوجے حضرت عمر کے پاس ہیں۔

اور زبیر بن بکאר نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ نہ ابوبکر نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ابوبکر کو چاہا۔ مگر حضرت عمر کو دنیا نے چاہا لیکن آپ نے دنیا کو نہ چاہا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی خاطر اس پر پشت کے بل بیٹھے رہے۔ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے۔ اور وہ کپڑے میں پٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں پٹے ہوئے شخص کے صحیفے میں جو تارا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے یہ قول حضرت علی سے کئی طرق سے بیان ہوا ہے اور طبرانی اور حاکم نے اسے مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلد ہی کیا کر دو۔ عمر ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ کے دین کا ہم سے زیادہ فہم رکھنے والے ہیں۔

طبرانی نے عمر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ الاحبار سے کہا آپ میری تعریف کیسی پاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کی تعریف لوہے کے سینک کی طرح پاتا ہوں حضرت عمر نے پوچھا لوہے کے سینک سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا ایسا سخت امیر جس پر اللہ کے دین کے بارے میں کوئی طاقت اثر انداز نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے جواب دیا آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کو ظالم گردہ قتل کر دے گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے کہا پھر مصیبت آئے گی۔

احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ لوگوں پر عمر بن خطاب کی فضیلت چار باتوں کی وجہ سے ہے۔

بدر کے روز قیدیل کے ذکر کی وجہ سے آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لولا کتاب من اللہ سبق الایۃ، حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو پرہیز کا حکم دیا۔ تو حضرت زینب نے آپ سے کہا اے ابن خطاب تو ہم پر غیرت کھاتا ہے جبکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی واذا سالتموهن متاعا الایۃ اور حضور علیہ السلام کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ نے کہا اے اللہ اسلام کی عمر کے ذریعے مدد فرما اور حضرت ابو بکر کے بارے میں رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

اور ابن عساکر نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر کی امارت میں شیعہ پابند سلاسل ہیں اور آپ کی موت کے بعد وہ آزاد ہو گئے ہیں۔



فصل ششم

قرآن و سنت اور کورانے کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات

ابن مردودہ نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور ابن عباس نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں ایسی باتیں بھی ہیں جو عمر کی رائے کے مطابق ہیں۔ اور اس نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں لوگ گفتگو کریں اور حضرت عمر بھی اپنی رائے کا اظہار کریں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو آپ کی موافقات بے شمار ہیں۔

۱-۲-۳۔ شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس اچھے اور بُرے لوگ آتے ہیں اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ پردہ کر لیا کریں۔ تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کی وجہ سے اکٹھی ہوئیں۔ تو میں نے کہا ممکن ہے اگر حضور علیہ السلام تم کو ملاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے تو اسی کے مطابق آیت نازل

ہوئی ۔

۴۔ بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام اہل بیتؑ کے بارہ میں ۔

۵۔ شراب کو حرام قرار دینے کے بارہ میں، اصحاب سنی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمیں شافی بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تحریم حکم نازل فرمایا ۔

۶۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے رب نے چار باتوں میں میری موافقت کی ہے جب آیت **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ** نازل ہوئی تو میں نے کہا **فَتَبَارَكَ أَحْمَدُ أَحْسَنَ الْبَاقِينَ** تو یہ آیت انہی الفاظ میں نازل ہوئی کہ ۔۔۔ عبد اللہ بن ابی کے قصہ میں، مسیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا تو آپ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں بھی اٹھ کر آپ کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا خدا کے دشمن ابن ابی پر آپ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ حالانکہ اس نے فلاں دن اس طرح کہا تھا خدا کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی **وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا** آیت

۷۔ استغفار کے قصہ میں، طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے خبر دی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے بکثرت استغفار کرتے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی ۔ سواء علیہم استغفرت لہم ام لہم تستغفر لہم الا یتہ ،
 ۹۔ بدر کی طرف خروج کیلئے مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں یہ واقعہ
 اس طرح ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے بدر کی طرف خروج کے
 بارہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت نازل
 ہوئی ۔ کہما اخذ جیک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین
 لکاذبون الا یتہ

۱۰۔ قصداً کے متعلق مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں ، یہ واقعوں
 ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے صحابہ سے قصداً کے متعلق مشورہ طلب کیا
 تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضرت عائشہؓ کو کس نے آپ کی زوجیت میں دیا
 ہے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ اللہ نے ، تو حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ خیال کرتے ہیں
 کہ آپ کے رب نے اس معاملہ میں آپ کو اشتباہ میں رکھا ہو اسے وہ اس
 سے پاک ہے یہ تو ایک غلطی بہتان ہے ۔ تو آیت بھی اس کے مطابق نازل
 ہوئی ۔

۱۱۔ روزوں میں اپنی بیوی سے جماعت کے قصہ میں ، احمد نے اپنی منہ
 میں بیان کیا ہے کہ جب امتیاء کے بعد آپؐ نے اپنی بیوی سے جماعت کی
 آغاز اسلام میں ایسا کرنا حرام تھا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ احل لکم لیلۃ العیام
 الرکعت الی لساءکم ۔

۱۲۔ اللہ کے قول من کان عدواً الی اخوہ کے بارہ میں ابن جریر
 وغیرہ نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ موافقت
 کے قریب وہ طریق ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے
 بیان کیا ہے ۔ کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ سے ملا اور کہا کہ وہ جبریل جو آپؐ کے

دوست کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا من کان عدواً
للہ، وعدائکم، ورسولہ وجہیل ومیکال فان اللہ عدو للمکافین، تو
یہ آیت حضرت عمرؓ کی زبان سے نازل ہوئی۔

۱۳۔ آیت فلا درہک لایؤمنون کے بارہ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مرویر
نے ابی الانوفی سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ جس
کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا۔ اس نے کہا ہم عمر بن خطاب کی طرف جاتے
ہیں۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس نے کہا
ہم عمر کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کیا یہ بات ایسے ہی ہے۔ اس نے
کہا ہاں، حضرت عمرؓ نے دونوں سے کہا میرے آنے تک دونوں اسی
جگہ ٹھہرے رہنا تو آپ توارنگا کر باہر نکلے اور اس شخص کو قتل کر دیا،
جس نے کہا تھا کہ ہم عمر کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا جاگ گیا اور جا کر رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا عمرؓ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے آپ نے
فرمایا میں ایسا خیال نہیں کرتا کہ عمر ایک مومن کے قتل کی جرأت کرے۔ تو
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فلا درہک لایؤمنون حتی یحکموک
نیا شجور ینفہم ثم لایجدوا فی انفسہم حوجاً عما قضیت ویسلموا تسلیماً،
تو اس آدمی کا خون رائیگاں چلا گیا اور حضرت عمرؓ اس آدمی کے قتل سے بری ہو
گئے۔

۱۴۔ در داخل ہونے کیلئے اجازت طلب کرنے کے بعد میں یہ واقعات سن
رہا ہے۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا آپ نے

کہا اسے اللہ اس طرح داخل ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

۱۵۔ ثلثة من الاولین وثلثة من الاخرین کے قول میں موافقت ہوئی۔ ابن عباسؓ نے اپنی تاریخ میں حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے اور اس کا قصہ سابقہ نزل میں بیان ہوا ہے۔

۱۶۔ اذان کے بعض حصوں میں آپؐ کی موافقت ہوئی۔ ابن عمرؓ نے الکامل میں عبد اللہ بن نافع کے طریق سے بیان کیا ہے جو عن ابیہ عن ابن عمرؓ سے شعیف ہے کہ حضرت بلال اذان میں کہا کرتے تھے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ بحی علی الصلوة، حضرت عمرؓ نے انہیں کہا اس کے بعد کہا کرو، اشھد ان محمد رسول اللہ، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، بلال ایسے ہی کہا کرو، جیسے عمرؓ کہتے ہیں۔ جس صحیح حدیث سے اولاً مشرذعت اذان ثابت ہوتی ہے وہ اسے رد کرتی ہے۔

۱۷۔ عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ کعب الاحبارؓ نے کہا کہ آسمان کے بادشاہ کے مقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا سو اے اس کے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبارؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ بات تو تواریت میں ہے تو آپؐ سجدہ میں گر پڑے۔

۱۸۔ سیوطی نے تطف الشمر فی موافقات عمر کے نام سے ایک نظم لکھی ہے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ الشیبانی نے اپنی کتاب فضائل الامامین میں حضرت عمرؓ کی اکیس موافقات لکھی ہیں۔ ان میں اشیخ والشیخۃ افازینا کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

فصل ہفتم

آپؐ کے کرامات کے بیان سے

ابو بھتی، ابو نعیم، الاکائی، ابن الاعرابی اور خلیب نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے اسناد حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہؓ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپؐ نے تین بار کہا اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس کے بعد لشکر کا پیغامبر آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین ہم شکست خوردگی کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ بات اس نے تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپؐ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے پاس تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔ اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے، حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپؐ کو کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ آپؐ نے فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور جس نے بھیڑے کو چروا لیا بنایا۔ اس نے

ظلم کیا۔ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو حضرت علی نے انہیں کہا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا مطلب معلوم کریں گے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گذر رہے ہیں۔ اگر وہ اس کی طرف لوٹ جائیں تو انہیں ایک ہی طرف سے مقابلہ کرنا پڑیگا۔ اور اگر وہاں سے گذر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سنی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد فوج کھے خوشخبری لے کر ایک آدمی آیا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس روز حضرت عمرؓ کی اذان سننی اور ہم پہاڑ کی طرف لوٹ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصرت عطا فرمائی۔

ابو نعیم نے ابن ہارث سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر دریا تین باریہ الفاظ کہے کہ ساری پہاڑ کی طرف جاؤ۔ پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اسے جنوں ہو گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اکر کہا آپ نے لوگوں کو اپنے خلاف باتیں کرنے کا موقع دے دیا ہے آپ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اسے ساری پہاڑ کی طرف جاؤ۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے جواب دیا قسم بخدا میں اس پر ضبط نہیں رکھ سکا میں نے انہیں ایک پہاڑ کے پاس جنگ کرتے دیکھا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ رہے ہیں تو میں نے بے ساختہ کہا، ساری پہاڑ کی طرف جاؤ تاکہ وہ پہاڑ کے دامن میں چلے جائیں۔ یہاں تک کہ ساریہ کا بیٹا مہر خط

لے کر آیا کہ جمعہ کے دن دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو گیا۔ تو ہم نے ان سے جنگ کی جتنی کہ جمعہ کا وقت آگیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا۔ جس نے دو بار کہا کہ اسے نصاریٰ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اور ہم ہمیشہ ان پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور انہیں مار دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپؐ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس آدمی کو چھوڑ دو اسے کوئی عارضہ ہو گیا ہے۔

۲۔ ابو القاسم بن لہان نے ابوہریرہ بن عقیقہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے کہا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا انگارا۔ آپؐ نے کہا تو کس کا بیٹا ہے اس نے کہا روشن شعلے کا۔ پوچھا تو کس خاندان سے ہے اس نے کہا جن کے خاندان سے آپؐ نے فرمایا تیرا گھر کہاں ہے اس نے کہا تپش میں۔ آپؐ نے پوچھا کیسی اس نے جواب دیا شعلوں والی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے گھر جا وہ جل چکے ہیں۔ وہ آدمی گھر گیا تو دیکھا اس کے گھر والے جل چکے ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں اور دوسروں نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔

۳۔ ابوہریرہؓ نے العنکبوت میں اقیس بن حجاج کی سند سے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس سے بیان کیا کہ جب مہر قح ہو تو اہل شہر حضرت عمرؓ بن العاص کے پاس اس وقت آئے جب آپؓ عجم کے بیہنوں میں کسی دن

۴۔ اس روایت کو ابن جریر نے الاخبار المشوہ میں اور ابن الکلبی نے الجامع میں بیان کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا اسے امیر ہمارے ماں دریائے نیل کی ایک رسم ہے آپ نے فرمایا وہ کیا۔ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوخیز لڑکی کا اس کے ماں باپ کی موجودگی میں قصد کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں۔ اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات پہناتے ہیں۔ پھر اسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام پہلے کی رسم مٹا دیتا ہے۔

پس وہ اس رسم کی ادائیگی کیلئے تیار ہوئے اور نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا یہاں تک کہ انہوں نے اسے جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات دیکھی تو حضرت عمر کی طرف یہ بات بھیجی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا اور حضرت عمرو بن العاص کو لکھا میں نے اپنے خط کے اندر ایک رقعہ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے نیل میں پھینک دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ نے رقعہ کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود بخود بہتا تھا تو اب نہ بہتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلا تا تھا تو میں خدا کے واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے رکھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک روز پہلے نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رات میں سولہ لاکھ تک چلا دیا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی امر سے یہ رسم ختم کر دی ہے۔

۴۔ ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر کے

پاس کوئی آدمی حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اسے مت بیان کرو۔ پھر اسے حدیث سنا کر فرماتے اسے مت بیان کرنا۔ تو وہ آدمی آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ برحق ہے۔ مگر آپ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اسے مت بیان کرو۔ یہ غلط ہے۔

ابن عباس نے حسین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب بات کرتے وقت ہی سمجھ جایا کرتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔
 ۵۔ بیہقی نے الدلائل میں ہدیۃ المحققین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو مستغنیہ سے مارے ہیں۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے، نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے اللہ ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے۔ اور جلد ہی ان پر یقینی نوجوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما۔ جو نہ ان کے اچھے آدمی کی بات کو قبول کرے اور نہ خطا کار سے درگزر کرے۔ این الہیۃ کہتے ہیں اس وقت تک حجاج پیدا نہیں ہوا تھا۔

اختتامِ پیرا کی سیرت کے متعلق چند باتیں

ابن سعد نے آصف بن قیس سے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے اور نہ یہ اس کے لئے جائز ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے ہم نے

کہا اللہ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا کچھ جائز ہے ، آپ نے فرمایا اللہ کے مال میں سے عمر کے لئے گرمیوں اور سردیوں میں ایک ایک قمیض ، حج اور عمرہ کے اخراجات ، میرے اور میرے اہل و عیال کیلئے قریش کے درمیانے درجے کے آدمی کی غورک لینی جائز ہے ۔ اور میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں

ابن سعد اور سعید بن منصور وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے مال میں اسی قدر مقدار سمجھا ہے جتنا یتیم کا ولی اس کے مال میں حق رکھتا ہے ۔ اگر میں آسائش میں ہوں تو مال لینے سے بچتا ہوں ۔ اور اگر نادار ہوں تو مصروف کیہ مطابق کھاتا ہوں ۔ اور اگر آسائش میں ہوں تو ادائیگی بھی کرتا ہوں ۔ دوا کے لئے مجھے شہد کی ضرورت پڑتی ہے ، بیت المال میں شہد کا ایک مرتبان ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو میں نے لوں گا ۔ وگرنہ وہ مجھ پر حرام ہوگی تو مسلمانوں نے آپ کو اجازت دے دی ۔

ایک مدت تک آپ نے بیت المال سے کھانے کے لئے کچھ نہ لیا تو آپ کو تنگ دستی نے آیا ۔ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا میں نے اپنے آپ کو اس مال میں مشغول کر لیا ہے ۔ میرے لئے اب اس مال سے لینا مناسب نہیں تو حضرت علی نے کہا صبح اور شام کا کھانا لے لیا کریں تو آپ نے بیت الشریعہ کو دیا آپ کے حج کے سارے اخراجات سولہ دینار تھے ۔ اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے تھے کہ ہم نے مال میں اسراف سے کام لیا ہے ۔

جب آپ سے حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہؓ وغیرہ نے نصیحت کی کہ اگر آپ طبیب کھانا کھاتے تو وہ آپ کو حق پر زیادہ قوی کرتا ، فرمایا کیا تم سب کی

یہی رائے ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہاری خیر خواہی کو جانتا ہوں لیکن میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کے رستہ کو ترک کر دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کر سکوں گا۔

فرمایا لوگوں کو قحط نے آلیا۔ اس سال آپ نے کھی اور گوشت نہ کھایا دوسری دفعہ جب کسی شخص نے آپ سے کھانے کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، تیرا بڑا بھو میں اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں کھا جاؤں۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ کا بیٹا عام گوشت کھا رہا تھا اسے فرمایا، انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اسے کھالے۔ آپ غلیظ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جیبہ پہنتے تھے جس کو بعض جگہ چمڑے کے پوند لگے ہوتے تھے۔ اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر گرہ رکھ کر گھومتے پھرتے تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت انس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کی قمیص میں دو نو سے کندھوں کے درمیان چار پوند دیکھے۔ ابو عثمان انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ازار بند کو چمڑے کے پوند لگے دیکھے ہیں اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ حاصل کیا۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے۔ گریہ زاری کے باعث آپ کے چہرے پر دو خط بنے ہوئے تھے جب آپ اس آیت سے گزرتے جو آپ درد کرتے تو گر پڑتے۔ یہاں تک کہ کئی دن تک اس کی وجہ سے آپ کی عیادت کی جاتی۔ آپ زمین سے ایک تنکا پھرتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میری مال مجھے نہ ملتی۔ آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل

ہوتے اور فرماتے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تیرے بارے میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر شکیزہ اٹھا لیتے۔ پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا میرے نفس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔

حضرت انس کہتے ہیں رامادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں قزقراسٹھا آپ نے گھی کھانا اپنے نفس پر حرام کیا ہوا تھا۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ٹٹول کر کہا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں رہتا کہ لوگوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس سال آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ہنجرے کی طرح ہو گئے۔ اور آپ فرمایا کرتے جو شخص مجھے میرے عیوب سے مطلع کرے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا یا آپ کو اللہ سے ڈرایا جاتا یا کوئی آدمی آپ کے پاس قرآن پاک کی آیت پڑھتا تو آپ اس کی ضرورت سے اگاہی حاصل کرتے۔ آپ کے پاس گوشت میں گھی ڈال کر لایا گیا۔ آپ نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک سالن ہے آپ کی ران ننگی ہو گئی۔ تو اہل بخران نے ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہا یہ وہ شخص ہے جسکی علامت ہماری کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا۔ اور کعب الاحبار نے آپ سے کہا ہم کتاب اللہ میں آپ کو جہنم کے ایک دروازے پر دیکھتے ہیں۔ جو لوگوں کو اس میں گرنے سے روکتا ہے۔ اور جب آپ مر جائیں گے تو قیامت تک لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے۔ آپ نے اپنے گورنروں کو جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنے اموال

کو نصف نصف کریں آپ نے نصف ان سے لے لیا اور باقی نصف ان کے پاس رہنے دیا۔ یہ سب واقعہ ابن سعد نے لکھا ہے اور عبدالرزاق نے جابر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس عورتوں کی بدخلقی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ہمیں بھی ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ میں ضرورت پوری کرنے کا خواہشمند ہوتا ہوں۔ تو وہ مجھے کہتی ہے کہ تو تو فلاں جگہ فلاں کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھتے کیلئے گیا تھا۔ آپ سے عبداللہ بن مسعود نے کہا، آپ کیلئے یہی بات کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سارہ کے خلیق کی شکایت کی تو آپ کو جواب دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ جب تک آپ اس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھیں جو دین میں حرام ہو آپ اس کو اسی حالت میں رہنے دیں۔ آپ کا بیٹا آپ کے پاس خوبصورت کپڑے پہن کر آیا تو آپ نے اُسے درّے سے مارا۔ یہاں تک کہ وہ رو پڑا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ ضرور کے باعث یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا ہے تو میں نے پسند کیا کہ اس کو چوٹا بنا دوں۔ اور خلیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ایک مسئلہ میں الجھ پڑے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے نے خیال کیا کہ اب کبھی یہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر وہ نہایت احسن اور خوبصورت طریق سے الگ ہوئے۔

باب ششم

اسے باب سے بیسے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے تذکرہ ہوگا۔ نیز اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ اور اس کے اسے ایسا و مقدمات کا ذکر ہوگا۔ آپؐ نے حج سے واپس آکر شہادت سے پاؤں سے۔

حاکم نے مسیب سے بیان کیا ہے کہ جب آپؐ منیٰ سے نکلے اور ابلج میں پڑاؤ کیا تو آپؐ نے لیٹ کر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ میں عمرؓ سیدہ اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری رعایا منتشر ہو چکی ہے۔ مجھے اس حالت میں موت دے دے۔ کہ نہ میں ضائع کرنے والا ہوں اور نہ افرار کرنے والا۔ ابھی ذوالحجہ کا ہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپؐ شہید ہو گئے۔

آپؐ سے حضرت کعب نے کہا مجھے تو رات سے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ شہید ہو کر مارے جائیں گے آپؐ نے فرمایا جزیرہ عرب میں رہتے ہوئے میرے نصیب میں شہادت کہاں ہو سکتی ہے؟ بخاری نے آپؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے کہا اے اللہ مجھے اپنے رہتے میں شہادت عطا فرما اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مَرُغ نے مجھے ایک یار دھونگے مارے ہیں۔ اور میں سمجھتا

ہوں کہ میری موت آگئی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہیں کرے گا اگر مجھے جلد موت آگئی تو ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ طے کر لینا جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک راضی تھے ایک آدمی نے آپ سے کہا آپ عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ تو نے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ بات نہیں کہی میں اس شخص کو خلیفہ مقرر کر دوں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں طلاق دے دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا اُسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔

آپؐ نے جو ان لڑکوں کو مدینے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے جو کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ کو لکھا کہ ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو لوگوں کے فائدے کے بہت سے اچھے کام جانتا ہے۔ جیسے آہن گری، نقاشی تجارت اور چھ بنانا وغیرہ۔ آپ نے اسے مدینہ میں اخلا کی اجازت دے دی۔ اس کا نام ابو لؤلؤ تھا اور وہ محو ہی تھا وہ حضرت عمر کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر روز چار درہم وصول کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹیکس کوئی زیادہ نہیں تو وہ غصے کی حالت میں واپس چلا گیا۔ اور لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ وہ میرے سوا سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت عمر نے اُسے پیغام بھیجا اور فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چھ بناؤں جو سوا سے پسائی کرے تو

اس نے تشریف دیا کہ حضرت عمرؓ سے کہا، میں تیرے لئے ایسی بچی بناؤں گا جس کے بارے میں لوگ باتیں کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے اصحاب سے کہا اس غلام نے ابھی مجھے دھمکی دی ہے۔ اور واقعی وہ دھمکی تھی اس نے اپنے دل میں آپ کے قتل کی ٹھان لی۔ ایک خنجر بنایا اور اسے تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا۔ جب حضرت عمرؓ لوگوں کو نماز کے لئے جگہ کے واسطے نکلے آپ احرام سے پہلے لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے تو ابو لؤلؤ نے حضرت عمرؓ کے قریب آکر اس خنجر سے آپ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کئے۔ جس سے حضرت عمرؓ گر پڑے آپ کے ساتھ تیرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں سے چھ آدمی مر گئے۔ ایک عراقی آدمی نے اس پر کھڑا چھینکا۔ جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لے جایا گیا۔ سورج اس وقت چڑھنے ہی کو تھا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کو بنیڈ پلایا گیا جو زخم کے راستے باہر نکل گیا۔ لیکن پتہ نہ چلا پھر لوگوں نے آپ کو مدد دے پلایا۔ وہ بھی زخم کے راستے خارج ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کوئی ٹکڑہ نہ کریں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر قتل ہونا کوئی ٹکڑہ کی بات ہے تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اس پر لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ آپ اپنے مقام میں بے نظیر تھے آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح نکلوں کہ میرے ذمے کسی کا کچھ نہ نکلے اور میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کا باعث ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا اگر میرے پاس زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا ہوتا تو میں اس

خوف پر قربان کر دیتا جو نمایاں ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ اور حضرت ہبیب کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ان چھ آدمیوں کو تین دن کی ہفت دی آپ بدھ کے روز زخمی ہوئے جبکہ ۲۳ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور انوار کے روز آپ کو دفن کیا گیا۔ اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگا اور جنات نے آپ پر نوحہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا خدا کا شکریہ ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا میرے قریبیوں کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ

نے حضرت عمر کی وفات پر سورج گرہن کی روایت کو طبرانی نے عبدالرحمن بنہ سے روایت کیا ہے۔ نور البیہقی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ اس کے رجال ثقہ میں اور محب طبری نے حسن بن ابی جعفر سے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین تاریک ہو گئی تھی اور بچے ماؤں کو لوپھتے تھے کہ کیا قیامت آگئی ہے تو وہ کہتی تھیں نہیں بیٹے۔ بلکہ عمر بن خطاب قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ابن یسار کے بیان کا مفہوم ہے۔ ورنہ بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ سورج اور چاند کو کسی موت کی خبر سے گرہن نہیں لگتا۔ اے جنات کے نوے کا تذکرہ ابن سعد نے سلیمان بن یسار سے بیان کیا ہے۔ اور حاکم نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے تبارک پہاڑ سے آواز سُنی جو اشرار میں نوحہ کر رہی تھی۔

پر چھپا سی ہزار روپیہ قرض نکلا۔ فرمایا اگر آل عمر کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اہل ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس سے جاؤ اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جاکر پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہو اسے حضرت عبداللہ نے اگر بتایا کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ وصیت کریں اور خلیفہ مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر آپ نے ان چھ آدمیوں کے نام لئے پھر فرمایا عبداللہ بن عمر ان کے ساتھ میٹنگ میں حاضر ہوا کرے گا۔ مگر خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر سعد خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا اہل ہے ورنہ ابو خلیفہ بنے وہ اس سے مدد لے۔ میں نے اُسے عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ پھر فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور ہجرت و انصار اور اہل اصحاب سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت یہیں اور بھی اسی قسم کی باتیں تھیں۔ جب آپ وفات پا گئے۔ تو آپ کے جنازہ کو لے کر بدیل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا، عمر اجازت طلب کرتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں اندر لے آؤ، اندر لے جا کر آپ کو اپنے دوستوں کے پاس رکھ دیا گیا۔ جب آپ کے دفن سے فارغ ہو کر لوگ واپس ہوئے تو اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن

نے کہا تین آدمیوں کو خلافت کے معاملہ میں نامزد کرو تو حضرت زبیر نے حضرت علی کا، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر یہ تینوں الگ ہو گئے۔ تو حضرت عبدالرحمن نے کہا میں خلافت نہیں چاہتا تم دونوں میں سے کون اس امر سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اسے اس کے سپرد کریں۔ خدا کی قسم وہ اور اسلام جو ان میں حقیقاً افضل اور امت کی بہتری کا خواہاں ہے اسے دیکھیں گے۔ اس پر حضرت علی اور حضرت عثمان خاموش ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن نے کہا یہ معاملہ میرے سپرد کر دو۔ علی خدا کی قسم ہیں تم میں سے افضل کے بارے میں کوئی ایسی چیز نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں، آپ حضرت علی کو علیہ کی میں لے گئے اور کہا آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میں تقدم حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ عدل کریں گے اور اگر آپ پر امیر بنا دوں تو مجمع و ملاعت کریں گے آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ نے دوسرے آدمی کو علیہ کی میں بیجا کچھ کہا جب دونوں سے پختہ عہد لے لیا تو آپ نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی آپ کی بیعت کی۔ حضرت عثمان کی بیعت حضرت عمر کی وفات کے تین رات بعد ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ان ایام میں اکٹھے ہو کر حضرت عبدالرحمن سے مشورہ کرتے تھے۔ اور کوئی صاحب الرائے خلوت میں کسی کو حضرت عثمان کے برابر نہ سمجھتا تھا۔ جب حضرت عبدالرحمن سے بیعت کیلئے بیٹھے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان کے سوا کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی میں سے لوگوں میں نظر دوڑا کر دیکھا ہے

وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں سمجھتے۔ آپ اپنے خلاف الزام نہ لیں پھر آپ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم سنت اللہ، سنت الرسول اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلیفوں کی سنت پر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن نے آپ کی بیعت کی اور انصار و مہاجرین نے بھی۔ ابن سعد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے وفات سے ایک گھنٹہ قبل طبرہ انصاری کی طرف پیغام بھیجا کہ اصحاب شوریٰ کے گروپ کے ساتھ پچاس آدمی لے کر آجائیں۔ سیر خیال میں وہ ایک گھر میں اکٹھے ہوں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں اور تیسرا روز نہ گزرنے دیں کہ وہ اپنے میں سے ایک امیر بنالیں اور سنا احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے علی کو چھوڑ کر عثمان کی بیعت کیسے کر لی ہے۔ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کیا گناہ ہے میں نے علی سے آغاز کیا اور کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت الرسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھوں، پھر میں نے یہی بات عثمان پر پیش کی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمن نے خلوت میں عثمان سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کے متعلق مشورہ دیں گے انہوں نے کہا علی کے متعلق اور علی سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے نہ میر کو بلا کر کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ انہوں نے کہا علی یا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے سعد کو بلا کر کہا آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ میں اور آپ تو خلافت

چاہتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا مشورہ دوں گا۔ پھر عبدالرحمن نے بڑے بڑے لوگوں سے مشورہ لیا تو اکثر کی خواہش کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ ابن سعید اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی رہ گئے ہیں ان سے ہمارا امیر تہر ہے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ ان سب روایات سے حضرت عثمان کی بیعت کی صحت اور صحابہ کا

اس پر اجماع ثابت ہو گیا اور یہ بھی کہ اس بارے میں کوئی شبہ اور جھگڑا نہیں ہوا۔ اور حضرت علی بھی جملہ بلجین میں شامل تھے۔ اور آپ نے حضرت عثمان کی جو تعریف کا ہے وہ بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے حضور کے ساتھ جنگیں کیے اور حدود کو آپ کی موجودگی میں قائم کیا۔ ایسی بہت سی احادیث بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ وہ حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہو گے۔ اس جگہ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور عثمانی خلافت، حضرت عمر کی خلافت کی قرینہ ہے جو خلافت مدینہ کی قرینہ ہے اور اجماع اور کتاب و سنت کے دلائل ابو بکر کی خلافت کی حقیقت پر قائم ہیں۔ جس سے ان کا قیام خلافت عمر اور خلافت عثمان پر بھی لازم آتا ہے۔

۱۔ باتلانی نے عبدالرحمن کے اس طریق کی صحت کے متعلق جو انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کیلئے اختیار کیا۔ یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں نے جن کے پیشو صحابہ تھے کئی دن کے مشورہ کے بعد ان کو امین بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ عبدالرحمن نے اہل حل و عقد عظیم امویوں میں سے تھے۔ اور وہ اپنی سبقت اور علم اور زہد فی الخلافۃ کی وجہ سے خلافت کے معتادوں میں سب سے زیادہ موزوں تھے۔ اور لوگ انہیں

پس یہ بیعت درست اور خلافت برحق تھی۔ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

پسند کرتے تھے اور جب عثمان نے اس کی آواز بلند کی تو امت اس کی فوجی طور ہو گئی اور خلافت کو اس کے لئے پسند کیا اور انہیں امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا اس کے بعد کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ جھوٹ ہیں۔ اور حضرت علی کا آپ کے بیعت کرنا اس طرح نہیں جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ سے ایسا کیا تھا یہ ایک باطنی چیز ہے جس سے ظاہر سے معلوم ہونیوالی چیز کو ترک نہیں کیا جاسکتا

باب ہفتم

آپ کے فضائل اور خوبیاں کے بیان میں
اس میں کئی تفصیل ہے

فصل اوّل

آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کے بارے میں ہے

آپ قدیم الاسلام اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضرت
صدیق نے دعوت اسلام دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف
اور دوسری مدینہ کی طرف۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی
حضرت رقیہ سے شادی کی۔ ان کی وفات جنگ بدر کے دنوں میں ہوئی۔ آپ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان کی تیمارداری کیلئے پیچھے رہ گئے
تھے۔ آپ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا۔ اسی
لہذا اسے انہیں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔
جس روز حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا اسی روز ایک آدمی

مسلمانوں کی کامیابی کی خوشخبری لے کر آیا پھر حضور علیہ السلام نے ان کی بہن سے ام کلثوم کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات ہجرت کے نوویس سال میں ہوئی۔

علماء کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ نبی کی درمیٹیاں بیاہی گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین الاولین اور اول المہاجرین میں سے ہیں۔ اور ان سے دس آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے حقیقی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ اور ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جن سے وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے اور آپ قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق نے بھی اُسے جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اسے مصحف میں موجودہ معروف ترتیب میں جمع کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کو غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں مدینہ پر امیر مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ اور بے حد خوبصورت تھے۔

ابن عساکر نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان کے گھر بھیجا۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت رقیہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں ایک دفعہ حضرت رقیہ کے چہرے کی طرف اور دوسری دفعہ حضرت عثمان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جب میں واپس آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو

ان دونوں کے پاس اندر گیا تھا میں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تو نے ان دونوں سے
خوبصورت چوڑا دیکھا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں۔

اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کے
بچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا
تو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو قبول کرتا ہے۔ جب تک تو
اس دین کو نہیں چھوڑے گا اس وقت تک میں تجھے رلا نہیں کروں گا۔ حضرت
عثمان نے جواب دیا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ اور نہ اس سے الگ
ہوں گا۔ جب حکم نے دین میں آپ کی پٹنگی کو دیکھا تو چھوڑ دیا۔ اور ابو بعلی نے
حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر فیو الوں
میں حضرت عثمان سب سے پہلے آ دی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان پہلے آ دی ہیں جنہوں
نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی۔ اور ابن عسکری نے حضرت عائشہ سے بیان کیا
ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان کھے
زوجیت میں دیا تو اُسے فرمایا کہ تیرا خاندان تیرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور تیرے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

فصل دوم

آپ کے فضائل کے بیان سے

آپ کے فضائل کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے فضائل کی احادیث میں گزر چکا ہے اور کچھ ایسی احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کو حضرت عمر کے بعد خلافت ملی۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ شہین کے بعد آپ کا تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ اس کے برابر ٹھہرے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

۱ :- شہین نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۲ :- ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عثمان حیا کے اختیار کرنے میں سب سے سخت ہیں۔

۳ :- خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور ابن مساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی خبر دی ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دوں۔

۴۔ احمد اور سلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان ایک حیا دار آدمی ہے۔ میں ڈرا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے گا۔

۵۔ احمد اور سلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۶۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بڑا حیا دار ہے۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

۷۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان میری امت کا سب سے زیادہ حیا دار اور کریم آدمی ہے۔

۸۔ حضور علیہ السلام حضرت عائشہ کے لبتہ سر پہ چادر اوڑھ کر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے آپ نے اسی حالت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دیدی مگر جب حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اور حضرت عائشہ کو بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو درست کر لیں اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دیا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عثمان سے اس قدر کیوں گھبرائے تھے تو آپ نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

۸ :- ابو نعیم نے حضرت ابی امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان سب سے زیادہ حیا دار ہے ۔

۹ :- ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان حیا دار اور پردہ پوش آدمی ہے ۔ اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ۔

۱۰ :- طبرانی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت لوط کے بعد عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے خدا کی خاطر اپنے اہل سمیت ہجرت کی ۔

۱۱ :- ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عثمان کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

۱۲ :- طبرانی نے ام عیاش سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے اے

۱۳ :- ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا اے عثمان یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کو رقیہ کے مہر کے مثل پر تیری زوجیت

لے طبرانی نے اس حدیث کو اکبریہ اور الاوسط میں بیان کیا ہے ۔ ذرا ہی شیخی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے جیسا کہ اس کے شواہد کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔

میں دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ سلوک بھی ویسا ہی کرنا ہوگا۔
 ۱۴۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین اس کے اتارنے کا ارادہ کریں تو اسے نہ اتارنا۔ یہاں تک کہ تو مجھے آئے۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ظاہری طور پر آپ کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ حدیث میں قمیص سے کنایتہ خلافت الہیہ مراد لی گئی ہے۔

۱۵۔ ابو یعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔
 ۱۶۔ ابن عساکر نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان جنتی ہے۔

۱۷۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہرنی کا اس کی اُمت سے ایک خنسیل ہوتا ہے اور میرا خنسیل عثمان بن عفان ہے۔

حضرت صدیق کے فضائل کی احادیث میں اس قسم کی حدیث حضرت صدیق کے حق میں بھی بیان ہوئی ہے اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خنسیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

۱۸۔ ترمذی نے حضرت طلحہ نے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرنی کا جنت میں ایک

رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے ۔

۱۹ :- ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جو آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے ۔

۲۰ :- طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ اور لوط علیہ السلام کی ہجرت کے درمیان کوئی فرق نہیں ۔

۲۱ :- بخاری نے ابو عبد الرحمن السلمی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان محصور ہو گئے تو آپ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر فرمایا ، میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حبش العسرة کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا تو میں نے اسے تیار کیا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو رومہ کے کنوئیں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اسے کھدوایا تو آپ کے قول کی سب نے تصدیق کی ۔

۲۲ :- ترمذی نے عبد الرحمن بن خباب سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حبش العسرة کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے اسوقت میں آپ کے پاس تھا تو عثمان بن عفان نے کہا یا رسول اللہ ایک سواونٹ عرق گیروں اور پالانوں سمیت خدا کی راہ میں دیتا ہوں ۔ پھر آپ نے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان نے کہا یا رسول اللہ دو سواونٹ مع عرق گیروں اور پالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں آپ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت

عثمان نے کہا یا رسول اللہ تین سو اونٹ مع عرق گیروں اور یا لائوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے اتر پڑے اور فرمایا عثمان اس کے بعد جو چاہے کرے اسے کوئی حرج نہیں

۲۳ :- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے عبدالرحمن بن سمرہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ حضور علیہ السلام جب حبشہ العترہ کی تیاری فرما رہے تھے تو حضرت عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور آپ کے مجھ میں انہیں بکھر دیا۔ حضور علیہ السلام انہیں الٹنے پلٹنے لگے پھر فرمایا عثمان آج کے بعد جو کام کرے گا۔ اس کا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۲۴ :- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان، حضور علیہ السلام کے ابی بن کرمہ لگے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بیعت کر لی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا عثمان خدا اور اس کے رسول کی حاجت میں لگا ہوا ہے تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو حضور علیہ السلام کا دست مبارک حضرت عثمان کے لئے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ اور حاجت کے لفظ کو اللہ کی طرف منسوب کرنا استعارہ اور تمثیل کے طور پر ہے جیسا کہ ہم بیان میں ملے ہو چکا ہے۔

۲۵ :- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک نقتے کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارا جائے گا۔

۲۶ :- ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے کعب بن مرہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو ایک قریبی فتنے کا ذکر کرتے رہتا تو ایک آدمی گذرا جو کپڑے سے منہ ڈھانپے ہوئے تھا آپ نے فرمایا اس وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا میں اٹھ کر اس آدمی کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے میں نے آپ کی طرف اپنا منہ کر کے پوچھا یہ شخص، فرمایا ہاں۔

۳۷:- ترمذی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یوم الدار کو فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں آپ نے اس بیان میں اس گزشتہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اسے اتارنے کا ارادہ کریں تو اسے نہ اتارنا یہاں تک کہ تو مجھے آئے۔

۳۸:- عاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دفعہ جنت خریدی ہے۔ ایک دفعہ دھڑکے کنویں کو کھود کر اور دوسری دفعہ حدیث العصرہ کو تیار کر کے۔

۳۹:- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے عثمان خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۴۰:- طبرانی نے عصمتہ بن مالک سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیٹی جو حضرت عثمان سے بیاہی ہوئی تھی فوت ہو گئی تو آپ نے فرمایا عثمان کو بیاہ دو اگر میری بیٹی ہوئی تو میں عثمان کو بیاہ دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کی شادی کی ہے۔

۴۱:- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے یہ فرماتے سنا اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے ساتھ بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی ۔

۳۳ : ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا اس نے کہا یہ شہید ہے جس کی قوم اسے قتل کر دے گی ۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں ۳۴ : ابو یعنی نے حضرت بن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول سے کرتے ہیں ۔

ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عثمان کی حیا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر کے اندر ہوں اور دروازہ کھلا ہو اور وہ نہانے کیلئے کپڑے اتاریں تو حیا کی وجہ سے وہ کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے ۔

۳۴ : ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان کی زندگی تک نیام میں بند کی ہوئی ہے جب عثمان قتل ہو جائے گا تو وہ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا ۔ اور پھر اسے قیامت تک نیام میں نہیں کرے گا ۔

اس حدیث میں عمرو بن خالد مشغور ہے جس کی مشکوٰۃ

بھی ہیں ۔

فصل سوم

آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت، مغلوبیت اور فتنے میں ہدایت پر ہونیکے بیانات سے

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہوں گے۔ اس حدیث کو بغوی نے المصاحیح من الحسان میں بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔ احمد نے اسے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ نے گھر میں شہادت پائی۔ آپ کے آگے قرآن پاک پڑا ہوا تھا اور آپ کا خون اس آیت پر گرا۔ نسیکفیکم اللہ، وهو السميع العليم

اور الشفاء میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید ہوں گے۔ اور خدا تعالیٰ اسے عنقریب ایک قمیص پہنائے گا۔ اور لوگ اسے اتارنے کے خواہاں ہوں گے۔ اور اس کا خون خدا تعالیٰ کے اسے قول پر رواں ہوگا۔ نسیکفیکم اللہ، وهو السميع العليم۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عثمان تو سورہ بقرہ پڑھتے ہوئے قتل ہوگا اور تیرے خون کا قطرہ نسیکفیکم اللہ

پہرے لگے گا۔ لیکن الذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے یعنی توڑ پھٹا ہوگا سے آخر تک، لیکن وہ اخبارِ ابن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ کنوئیں والی حدیث میں جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ابو بکر کے فضائل میں آئی ہے۔ اور اس حدیث صحیح میں جس میں حضور علیہ السلام نے فتنے کا ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا یہ مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہوگا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ آپ ۷۵ھ کے ایامِ انصاری کے وسط میں قتل ہوئے۔ اور حضرت زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے متعلق وصیت کی تھی آپ بقیع میں شش کو کب میں دفن ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جو اس جگہ دفن ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۸ ذوالحجہ کو جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جمیعت سے بیان کیا ہے کہ آپ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جسے حار کہتے ہیں۔ اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کی حالت میں میں سے آپ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا بیان آئندہ باب میں آئے گا۔ اور آپ سے کہا۔ آپ عمارتِ انیس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ پر نازل ہو چکی ہے آپ اُسے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جو بات چاہیں اختیار کر لیں۔ ان میں

سے ایک یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ آپ کے پاس بیشمار آدمی اور طاقت ہے۔ چھ آپ حق پر ہیں۔ اور وہ باطل پر ہیں۔ یا آپ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ وہ آپ کے خون کو ہرگز مباح نہ سمجھیں گے نیز آپ وہاں کے رہنے والے بھی ہیں۔ یا آپ تمام چلے جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا یہ بات کہ میں باہر نکلے کر جنگ کروں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں خونریزی کرنے والا پہلا جانشین نہیں بننا چاہتا۔ اور یہ کہ مکہ چلا جاؤں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قریش میں ایک آدمی کج روی کر کے مکہ چلا جائے گا۔ اس پر نصف دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص ہرگز نہیں بنوں گا۔ اور یہ کہ میں شام چلا جاؤں۔ میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ابن عساکر نے ابو ثور الفہری سے بیان کیا ہے کہ میں محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کے پاس دس باتیں پوچھیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی وہ فوت ہو گئی تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ میں نے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ اس کی تمنا کی اور جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔ اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام

لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا ارتکاب کیا ہے اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہے ابن عساکر نے زید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس قافلے کے عام لوگوں کو جنون ہو گیا تھا۔ جنہوں نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی۔

ابن عساکر نے خذیفہ سے بیان کیا ہے کہ پہلا فتنہ عثمان کے قتل اور آخری فتنہ خروج و جال ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جس کا دل حضرت عثمان کے قتل کو ایک لائی کے دانے کے برابر بھی پسند کرتا ہے وہ جال کا بیر و کار بنے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ جال کا زمانہ پالے تو ٹھیک اگر نہ پالے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لائے گا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا مطالبہ نہ کیا تو ان پر آسمان سے سنگباری کی جاتی گی۔ ایسے ہی ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے اور حضرت علی اپنی زمین میں گئے ہوئے تھے جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس بات میں راضی نہ تھا اور نہ ہی میری یہ آرزو تھی۔

حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے قیس بن عباد سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو جنگ جمل کے روز کہتے سنا ہے

اللہ میں تیرے پاس خون عثمان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جس روز عثمان قتل ہوئے میری عقل جاتی رہی اور میں اپنی جان کو بھول گیا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس قوم کی بیعت لینے سے شرم محسوس ہوتی ہے جس نے عثمان کو قتل کیا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں عثمان کے دشمن ہونے سے پہلے بیعت لوں پس وہ لوگ واپس چلے گئے جب لوگ لوٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا اے اللہ میں جو اقدام کرنے والا ہوں اس سے مجھے خوف آتا ہے پھر مجھے عزیت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو میں نے کہا اے اللہ مجھ سے عثمان کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے ابن عباس نے ابوخلدۃ العنقی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت عباس کو کہتے سنا کہ بنی امیہ کا خیال ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ کبھی ایسی آرزو کی ہے میں نے تو انہیں منع کیا مگر انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اور ابن عباس نے سمرقہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایک عظیم شکاف پیدا کر دیا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کا معاہدہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے عثمان کو قتل نہ

کرنا خدا کی قسم جو شخص اسے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں سے ملے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی راسخائی نہیں کرے گا اور خدا کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی اسے تمہارے متعلق نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے اس کے بدلے میں ستر ہزار آدمی قتل کئے۔ اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے ان کے اتفاق سے پہلے ۲۵ ہزار آدمی قتل کئے۔

ابن عساکر نے عبد الرحمن البندکی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں بھی نہ تھیں۔ اپنے متعلق اس حد تک صبر کہ قتل ہو گئے اور لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا۔

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان غنیہ سے رہے تھے کہ جب عاصی الغفاری نے آپ کے ہاتھ سے عصا پھڑک کر اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا کیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس سے وہ مر گیا۔

تتممہ :- خوارج آپ سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں۔ مگر آپ ان سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کو ان کے کاموں سے معزول کر کے اپنے اقارب میں سے کم تر آدمیوں کو ان کی جگہ مقرر کیا جیسے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے عمار بن یاسر کو کوفہ سے ایسے ہی امیئہ بن شعبہ کو اور اسی طرح ابن مسعود کو مدینہ بھیجا دیا

جواب :- آپ نے یہ سب کچھ مجبوری کے باعث کیا۔ ابو موسیٰ کے متعلق ان کے لشکر نے بخل کی شکایت کی اور کوفہ کا لشکر اس پر ناراضہ تھا۔ انہوں نے حضرت عمر کے حکم کی وجہ سے ہرمز کی فتح تک اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ انہوں نے ہرمز کو فتح کیا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو گالیاں دیں۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں اسن دیا تھا انہوں نے حضرت عمر کو لکھا آپ نے اُسے حلف اٹھانے کا حکم دیا تو اس نے حلف اٹھایا آپ نے جو کچھ ان سے لیا تھا اس کے واپس کرنے کا حکم دیا انہوں نے یہ بات حضرت عمر تک پہنچائی تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا اگر ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو تیسرے کام میں ہمیں کفایت کرتا تو ہم تجھے معزول کر دیتے جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو دونوں لشکر اس پر غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فتنہ کے خوف سے اُسے معزول کر دیا اور عمر بن العاص کے متعلق مصری کثرت سے شکایات کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر نے انہیں معزول کر دیا تھا جب انہوں نے ان کی شکایات کا ازالہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ انہیں وہیں مقرر کر دیا۔ پھر ان کی جنگ ابن ابی مرہ کو مقرر کیا۔ اگرچہ یہ صاحب رسول کی کم سلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے اور انہیں اصلاح کرنے کی وجہ سے آپ کا خون معاف کر دیا گیا بلکہ ان کی حکومت میں بعض قابل تعلق باتیں بھی ہوئیں۔ جیسے ان علاقوں میں بہت سے قبائل کو فتح کرنا اور ان کے لئے یہ فخر ہی کافی ہے کہ عبداللہ بن عمر بن العاص کثیر صحابہ کی طرح ان کے جھنڈے تلے جنگ کرتے رہے بلکہ صحابہ نے انہیں عمر بن العاص سے زیادہ سیاستدان اور خوبیوں والا پایا۔ جب عثمان

قتل ہوئے تو انہوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد کسی مسلمان سے جنگ نہیں کی۔ عمار کو حضرت عثمان نے نہیں حضرت عمرؓ نے معزول کیا تھا۔ میفرہ کے متعلق حضرت عثمان کو بتایا گیا کہ اس نے رشوت لی ہے جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ اس بات پر یقین نہیں تو آپ نے ان کے معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اگرچہ وہ لوگ ان کے متعلق بھڑے بولے رہے تھے۔

اور ابن مسعود حضرت عثمان پر بہت تارض تھے آپ نے ان کو معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اور مجتہد سپر اجتہادی امور میں اعتراض نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ معترضین اور لعنت کرنے والے تو عقل و فہم سے بالکل کورے تھے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے آثار کو بہت سادہ رکھے کہ بہت المال میں السرات سے کام لیا ہے مثلاً حکم کو آپ نے مدنیہ واپس بلا لیا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف جلا وطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ ہزار اقبڑیقی مال دیا اور حضرت کو بازاری کا محتسب مقرر کر کے دھواں حصہ دیا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ محض من گھڑت ہے حکم کو آپ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے آپ سے اس کو واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے شیخین سے یہ بات کہی۔ مگر انہوں نے اکیلے ہونے والے کا دیر اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب آپ خود خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اکثر فقہاء کا

قول ہے۔ چہرہ کہ حکم کو جس بنا پر جلا وطن کیا گیا تھا۔ اس سے اس نے توبہ کر لی تھی۔

اور مروان کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ جب انفریقی سازوں کا اور حواریوں کا لے جانا مشکل ہو گیا تو اس نے ابراہی سرخ سے ایک لاکھ میں وہ سامان خرید لیا جس کا اکثر حصہ اس نے نقد ادا کیا اور اسی نے سب سے پہلے انفریقہ کی فتح کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے بقیہ رقم اسے بشارت دینے کی جزا میں چھوڑ دی۔ کیونکہ مسلمانوں کو انفریقہ کے پریشانی کن حالات کی وجہ سے بہت قلق و اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی تنگ دود اور اس کی بشارت کی اہمیت کے مناسب حال دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ ہزار حرث کے گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا۔ اور حضرت عثمان کی مالی لحاظ سے جو پوزیشن جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکا نہیں کیا جا سکتا۔ اور عسکر کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے اسے بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے مقرر فرمایا تھا مگر جب اس نے ظلم کا رستہ اختیار کیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا۔

اور ابن اسحاق نے ابو موسیٰ کے جس قصہ کا ذکر کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں حجت نہیں بن سکتی۔ اور حضرت عثمان کی دولت مندی اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے جو غنم دکھایا وہ ایک شہور بات ہے۔ اور وہ آپ کی طرف اس بات کی نسبت میں مانع ہے۔ غایتہ الامریہ کہ اگر آپ کے بارے میں یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ اجتہاداً کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض

نہیں ہو سکتا۔

اور یہ خیال کہ آپ نے لوگوں کو اپنے ایجنٹ کی خریداری سے قبل مال خریدنے سے منع کیا ہوا تھا اور یہ کہ بحرین سے کوئی کشتی آپ کے سامان تجارت کے سوا کسی اور کے مال کو لے کر نہ جاسکتی تھی ایک جھوٹی بات ہے۔ آپ کی تجارت کا دائرہ چونکہ وسیع تھا شاید آپ نے کشتی کو ریزرو کر دیا ہو کہ اور کوئی اس پر سوار نہ ہو۔ آپ نے حضرت زید بن ثابت کو بیت المال کی چیکنگ پر مقرر کیا تو کچھ زائد مال بچ رہا۔ جسے آپ نے تعمیر میں خرچ کر دیا اور اس سے حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایزامی نہ کی تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے اپنے گھروں کی تعمیر میں اسے خرچ کر دیا ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے لئے ایک رکھ رکھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ صدقہ کے اوتھوں کے لئے تھی۔ اور آپ نے بیت المال کی اکثر ارضیات ٹھیکے پر دے دی تھیں۔ حالانکہ وہ اجیاء میں سے تھیں اور وہ اشراف میں کو ان ارضی کے عوض میں دی گئی تھیں جنہیں وہ چھوڑ آئے تھے اور جب سے وہ مدینہ آئے تھے مسلسل دشمن کے مقابلہ پر رہتے تھے۔ اور اس بات میں مصلحت عامہ تھی پس آپ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے عطاء بن مسعود اور ابی بن کعب کو محبوب کیا اور حضرت ابوذر کو بددہ کی طرف جلا وطن کر دیا اور جب حضرت معاویہ نے عبادہ بن الصامت کی شکایت کی تو انہیں شام سے مدینہ بھجوا دیا۔ اور ابی مسعود نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ نے ابن عوف کو منافق کہا اور عمار بن یاسر کو مارا۔ اور کعب بن عبادہ کی بے عزتی کی اور انہیں بیس کوڑے مارے اور

پہاڑی علاقے کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اسی طرح اشتر نخعی کو بے عزت کیا۔
 اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عطاء ابن مسعود کو محسوس
 کرنا اور اس کا آپ کو چھوڑ دینا ایسی شکایات کی بنا پر تھا جن سے یہ سزا
 واجب ہو جاتی تھی۔ اس تعلق میں خاص بات یہ ہے کہ دونوں حضرات
 مجتہد ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو کیا ہے اس پر اعتراض
 نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ خیال کہ حضرت عثمان نے اُسے مارا۔ ایک جھوٹ
 بات ہے اور اگر اس کو درست بھی خیال کر لیا جائے تب بھی آپ کا
 مارنا اس ضرب سے زیادہ نہ تھا جو حضرت عمر نے سعد بن وقاص کے سر
 پر درہ سے ماری تھی اور اس کے لئے آپ نے گواہ بھی قائم نہ کیا اور
 کہا تو نے مجھے خلافت نہیں دی۔ میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت
 تجھ سے نہیں ڈرتی لیکن سعد اس پر بالکل نہیں بگڑے اور ابن مسعود تو
 بدرجہ اولیٰ اس سزا کے مستحق تھے۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان کو ایسے
 جواب دیتے تھے جن سے قطعاً عزت اور انا باقی نہیں رہتی حضرت
 عمر نے ابی کو چیلے دیکھا کہ اس کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت چلی آ رہی ہے
 تو آپ نے اُسے درہ مار کر کہا کہ یہ میرے اور ان کے لئے قتل ہے
 لیکن ابی نے اس پر سبک نہیں مانا۔ جبکہ حضرت عثمان ابن مسعود کے
 پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی حد درجہ کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ
 ابن مسعود آپ سے راضی ہو گئے۔ اور آپ کے لئے بخشش طلب
 کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ راضی نہیں ہوئے۔
 اور حضرت ابوذر کے ساتھ بھی آپ کو یہی معاملہ پیش آیا اور
 انہوں نے بھی ایسی جسارت کی جس سے آپ کی خلافت کی برائی ختم ہو

جاتی تھی۔ آپ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی میانیت اور حرمتِ دین کی حفاظت کے لئے کیا حضرت ابوذر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ شیخین کے طریق کے مطابق چلیں اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو حضرت عثمان سے عیلولہ اور تتم کرنے کے لئے گھومنا شروع کر دیا اور آپ نے انہیں کہا کہ میرے پاس قیام کرو اور صبح و شام دو دھیل اور ٹنٹیاں تمہارے پاس آئیں گی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں یہ سب قضیہ قطعی طور پر چھوٹا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف کے قضیہ کا حال ہے آپ ان سے کثرت آمد و رفت کے باعث متوجش تھے۔ آپ نے حضرت عمار کو بھی بالکل زود کو ب نہیں کیا۔ آپ کو حضرت عثمان نے اس لئے مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ نے بار بار امدادی بھیجا تھا کہ آپ ان اشیاء کے بارے میں ان پر عتاب کریں جن کی وجہ سے آپ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس عذر کیا مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر نہایت سختی سے کہا کہ انہوں نے لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے انہیں راضی کرنے کی بے حد کوشش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور کعب کے ساتھ آپ کے جس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ کا عذر یہ ہے کہ آپ نے انہیں مکھا اور سختی کی۔ پھر حضرت عثمان کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان کو

راضی کرنے کی از حد کوشش کی اور اپنی قمیض اتار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تاکہ وہ قصاص لے لیں۔ کعب نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کے خواص میں سے ہو گئے۔

اشتر کے ساتھ آپ نے جو سلوک کیا اس میں آپ معذور ہیں وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتنے کا سردار ہے۔ بلکہ وہ آپ کے قتل کا سبب ہے بلکہ یہاں تک آیا ہے کہ وہ آپ کے قتل میں براہ راست شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو اندھا کر دیا اور ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے دین سے نکل جانے والے اس آدمی کے فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اس شخص کے فعل کی مذمت کی۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ وہ امام برحق ہے اور وہ بحالت مظلومی شہید ہو گا اور وہ جنتی ہے۔ ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ان مصنف کو نذر آتش کیا جن میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو آپ کے فضائل میں سے ہے کیونکہ حذیفہ وغیرہ نے آپ تک یہ بات پہنچائی کہ شامیوں اور عراقیوں نے قرآن میں اختلاف کیا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ بات کفر تک پہنچ جائے۔ حضرت عثمان نے سوچا کہ وہ لوگوں کو ایک قرآن پڑھنے کو دیں آپ نے حضرت ابوبکر کا مصحف لے کر قرآن کریم کو اس کے مطابق کھویا اور جو کچھ اس میں تھا اس کی پابندی کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ پھر اس سے کئی صحیفے کھوائے اور انہیں مختلف ممالک کی طرف بھجوا دیا۔

آپ نے یہ حکم اختلاف امت کی وجہ سے دیا اور حضرت علی نے فرمایا
ہے خدا کی قسم اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو عثمان نے کیا
اور فرمایا عثمان کو اس وجہ سے بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ انہوں نے یہ ہمارے
اتفاق کیلئے کیا ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اس قصہ کے فوائد کو تفصیل سے
بیان کیا گیا ہے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہرمزان
جفینہ اور ابو لؤلؤہ قاتل عمر کی چھوٹی بیٹی کو قتل کر دینے کے باعث عبید اللہ
بن عمر کو قتل نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی اور صحابہ نے آپ کو قتل کر دینے
کا ارشاد کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جفینہ نصرانی تھی اور ابو لؤلؤہ کی بیٹی کا
باپ مجوسی ہے۔ اس کی مال بھجول الحال ہے اور اس کا اسلام لانا
ثابت نہیں اور ہرمزان ابو لؤلؤہ کو حضرت عمر کے قتل کا حکم اور مشورہ
دینے والا ہے اور مجتہدین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم
دینے والا قتل پر مامور شخص کی طرح ہی قتل کرتا ہے۔ آپ کو عبید اللہ
کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کا خدشہ پیدا ہوا۔ آپ نے قتل کی شروط
کافی حد تک موجود ہونے کے باوجود عبید اللہ کے قتل کو ترک کر دیا
اور ہرمزان کے اہل کو راضی کر لیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے آپ نے حج کے موقع پر
مستی میں پوری نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس پر اعتراض
کرنا حد درجہ کی جہالت و غیارت ہے اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز

ہے واجب نہیں

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ بازی سے کام لیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو حلف اٹھا کر بتایا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔ سوائے اس کے جس کے دل میں بیماری تھی۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بالکل درست ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جنتی ہیں۔ اور مظلوم مارے جائیں گے اور آپ نے ان کی پیروی کا حکم دیا۔ اور جو آدمی اس شان کا ہو اس پر یہ اعتراضات کیسے کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ خبیثہ ہوں گے اور منافقین آپ کو خلافت سے اتارنے کے لئے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات نہیں مانیں گے۔ حالانکہ انہیں علم ہے کہ آپ سابق الاسلام اور راہ خدا اور دیگر کاموں میں کثرت سے روپیہ خرچ کرنے والے ہیں۔ جس کا کچھ ذکر آپ کے کارناموں میں گذر چکا ہے۔

باب ہشتم

در بیان خلافت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور اسے سے قبل
حضرت عثمانؓ کے قتل کے بیان ہوگا۔ کیونکہ آپؓ کے قتل پر ارباب
علم و عقد نے آپؓ کے بیعت کی ہے۔ جیسے کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ابن سعد نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بارہ
سال خلافت کی اور چھ سال تک لوگ آپؓ سے ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ
لوگ آپؓ کو حضرت عمرؓ سے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمرانؓ سے ذرا
سخت رویہ رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمانؓ ان کے خلیفہ بنے تو ان سے
نرم رویہ رکھا۔ صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا اور آخری
چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر کیا اور انہیں
الہی حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال دیا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ
اور حضرت عمرؓ نے یہ مال چھوڑ دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے
رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپؓ پر اعتراض
کیا گیا۔

ابن عساکر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن مسیب
سے کہا کہ کیا آپؓ مجھے حضرت عثمانؓ کے قتل کے متعلق بتائیں گے۔ کہ
لوگوں کا اور آپؓ کا معاملہ کیسا تھا اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب نے آپ کو کہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارے گئے۔ اور آپ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ معذور تھا۔ میں نے دریافت کیا کیسے؟ انہوں نے کہا جب آپ خلیفہ بنے تو صحابہ کا ایک گروہ آپ کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بنی امیہ کے ایسے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت بھی متیسرہ آئی تھی اور آپ کے امراء ایسے افعال کے ترکیب ہوتے تھے جنہیں صحابہ پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے بارے میں لوگوں کی ناراضگی کو مول لے لیتے تھے۔ مگر انہیں معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے آخری چھ سالوں میں اپنے بھائی زاد بھائیوں کو درمشل پر ترجیح دے کر ان کو دالی بنایا اور انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا وہ وہاں کئی سال رہے تو اہل مصر ان کی شکایت اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر کو بھی حضرت عثمان سے کچھ دلی کدورت تھی جس سے بنو نہیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی بدشغس تھی اور عمار بنے یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان پر بڑا غصہ تھا۔ اہل مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر آئے تو آپ نے خط میں عبداللہ بن ابی سرح کو ڈانٹ پلائی تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ نے اسے روکا تھا اور حضرت عثمان کی طرف سے جو آدمی گئے تھے ان میں سے ایک کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تو اہل

مصر میں سے سات سو آدمیوں نے مدینہ آکر مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور نماز کے اوقات کے بارہ میں ابن سرج نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کے پاس شکایت کی تو طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان سے تند و تیز گفتگو کی۔ اور حضرت عائشہ کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے عزل کے بارہ میں آپ سے دریافت کرنے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے ان میں سے ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ آپ اپنے عامل سے انہیں انصاف دلائیے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ یہ لوگ آپ سے ایک آدمی کی جگہ ایک آدمی کا سوال کرتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے خون کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ آپ اسے معزول کر کے ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ اس سے انہیں انصاف دلائیں آپ نے انہیں فرمایا کوئی ایک آدمی پستہ کر لو میں اس کی جگہ تم پر اسے حاکم بنا دوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا آپ نے انہیں حاکم بنا دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو ہاجرین اور انصاریوں کے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرج کے معاملہ کا جائزہ لینے کیلئے ان کے ساتھ چل پڑے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی بھی لٹکے اور جب وہ مدینہ سے تین دن کے فاصلہ پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ غلام اونٹ کو اس طرح اندھا دھند دوڑاتا رہتا تھا گویا اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے۔ یا وہ خود کسی کے تعاقب میں ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اُسے کہا۔ تجھے کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے تو مفرد

ہے یا کسی کے تعاقب میں ہے۔ تو اس نے کہا میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔ آپ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس بھیجا ہے تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔ اس نے کہا میں انہیں نہیں ملنا چاہتا۔ اس شخص نے محمد بن ابی بکر کو اس شخص کے متعلق بتایا تو آپ نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو بھیجا وہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آیا تو ایک آدمی نے اُسے کہا تو کس کا غلام ہے۔ اس نے ایک دفعہ کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور دوسری بار کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا کہ یہ حضرت عثمان کا غلام ہے۔ محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا، تجھے کس کی جانب بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا مصر کے گورنر کی طرف۔ انہوں نے پوچھا کس لئے۔ اس نے کہا ایک پیغام دینے کے لئے۔ انہوں نے پوچھا تیرے پاس کوئی رقعہ ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے اس کی تلاشی لی۔ مگر کوئی رقعہ نہ ملا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں ابی سرج کے نام حضرت عثمان کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے اسے ہماجرین اور انصار کو اکٹھا کیا جو آپ کے ساتھ تھے۔ پھر ان کا موجودگی میں اس خط کو کھولا۔ تو اس میں لکھا تھا کہ جب آپ کے پاس محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں آدمی آئیں تو ان کے قتل کی تدبیر کرنا۔ اور اس کے پاس جو تقرری کا خط ہے اسے بے ناؤدہ اور لغو قرار دینا اور جب تک میری رائے کا تجھے علم نہ ہو اس وقت تک اپنے کام پر ڈٹے رہنا اور جو لوگ شکوہ و شکایت کے لئے تمہاری طرف سے آتے ہیں ان کو اس وقت تک مجبوس رکھنا۔ جب تک ان کے معاملہ میں میرے

رہے آپ کو معلوم ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو وہ خوفزدہ ہو کر مدینہ واپس چلے گئے۔ اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام لوگوں کی مہربانی لکوا لیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ اور ان میں سے ایک آدمی کو خط دے دیا۔ مدینہ آکر انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ موجود تھے انہیں اکٹھا کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا۔ اور انہیں اس غلام کا واقعہ بھی بتایا اور ان سب کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ کے تمام آدمی حضرت عثمان پر غصہ سے بھر گئے۔ اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار کو غیظ و غضب میں اور بھی بڑھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنایا تو ہر آدمی غم کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

لوگوں نے حضرت عثمان کا معاہدہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر فریقہ وغیرہ کو آپ پر پڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی نے یہ صورت حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عمار اور بدری صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ وہ خط، وہ غلام اور وہ اونٹ بھی تھا آپ نے حضرت عثمان سے کہا: کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا، کیا یہ اونٹ بھی آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا، کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں، اور آپ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا۔ اور نہ میں نے اسے یہ حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ حضرت

علی نے کہا یہ مہر آپ کی ہے آپ نے جواب دیا ہاں، حضرت علی نے کہا آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کا ہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ کو اس کا علم ہی نہیں۔ حضرت عثمان نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ میں نے اسے حکم دیا ہے اور نہ ہی میں اس غلام کو کبھی مصر کی طرف بھیجا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ حضور علیہ السلام کے اصحاب آپ کے پاس سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کے معاملہ میں شک میں پڑ گئے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان نے جھوٹا حلف نہیں اٹھایا مگر کچھ لوگوں نے کہا جب تک حضرت عثمان مروان کو چارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط کا عورت سال معلوم نہ کر لیں اس وقت تک ہم حضرت عثمان کو اس سے بری نہیں سمجھتے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں کے قتل ناحق کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت عثمان نے لکھا ہے تو ہمیں اسے معزول کریں گے۔ اگر مروان نے اسے حضرت عثمان کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے معاملے میں جہاں تک ہو سکا غور کریں گے۔ اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ حضرت عثمان نے مروان کو قتل کے خوف سے ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔ آپ نے جہاں تک لوگوں سے پوچھا کیا آپ لوگوں میں حضرت علیؑ کو خود

ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ میں سعد
موجود ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی
آدمی حضرت علی تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علی
کو جب یہ اطلاع پہنچی آپ نے تین بھر سے ہوسے مشکیزے آپ کی طرف
بھیجے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کے باعث بنو ہاشم
اور بنو امیہ کے متعدد غلام زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ پانی آپ کے پاس
پہنچ گیا۔ حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں
آپ نے فرمایا ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر حضرت عثمان کے
قتل کی بات نہیں ہو سکتی۔ اور آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا
اپنی تلواریں حضرت عثمان کے دروازے پر رکھ دو اور جو شخص آپ
تک پہنچنا چاہے اُسے بالکل نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور رسول کیمر
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ نے اپنے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ کسی شخص
کو حضرت عثمان کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مروان
کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ صورت حال دیکھی تو لوگوں
نے حضرت عثمان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان
کے دروازے پر حضرت حسن خون سے لٹ پٹ ہو گئے۔ اور مروان کو بھی
گھر کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے۔ اور حضرت علی
کے غلام قنبر کو بھی سر میں زخم آیا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں
بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین کی حالت دیکھ غصے میں نہ آجائیں اور
ایک فتنہ برپا کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا
اگر بنو ہاشم نے اگر حضرت حسن کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو

حضرت عثمان سے ہٹا دیں گے، اور ہم جس بات کے خواہش مند ہیں، وہ پوری نہ ہو سکے گی، میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم دیوار بھلانگ کر حضرت عثمان کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

پس محمد بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے، اور آپ کے ساتھیوں کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلا، کیوں کہ آپ کے تمام ساتھی گھروں کی چھتوں پر تھے، اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی ہی تھی، محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ ٹھہرے، یہاں تک کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں، جب میں انہیں قابو کر لوں تو تم دونوں داخل ہو کر انہیں پایا کر قتل کر دینا، محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی لیش مبارک پکڑ لی تو حضرت عثمان نے اسے کہا اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس پوزیشن میں دیکھتا تو اُسے یہ بات بری لگتی، تو اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا، اسے میں دونوں آدمیوں نے داخل ہو کر مار مار کر آپ کو قتل کر دیا، اور جس راستے سے اُسے تھے، بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے، آپ کی بیوی چلائی مگر آپ کی پیچ و پکار گھر میں باہر سے اُسے لوگوں کی دھڑ سے کسی کو نہ سنی، آپ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں، لوگوں نے آکر دیکھا تو آپ کو مقتول پایا، جب یہ خبر حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس خبر سے ان کے ہوش و حواس قائم نہ تھے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمان کے گھر آکر انہیں مقتول پایا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، حضرت

علی نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔ دروازے پر تم دونوں کی موجودگی
 میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن کے
 ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور
 عبداللہ بن زبیر کو بڑا جھٹکا اور نہایت غصے کی حالت میں اپنے گھر آ گئے
 لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ بڑھائیے
 ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت
 علی نے جواب دیا یہ آپ لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس
 سے اہل بدر راضی ہوں گے وہ خلیفہ ہوگا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی
 کے پاس آکر کہا ہم آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے ہاتھ
 بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت
 کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان
 کی بیوی سے آکر دریافت کیا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے؟
 ان نے کہا میں نہیں جانتی۔ دو آدمی آپ کے پاس آئے جنہیں میں نہیں
 پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا۔ اس کے
 متعلق حضرت علی کو بتایا۔ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر، جو کچھ ابجو
 حضرت عثمان کی بیوی نے بتایا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ محمد بن ابی بکر
 نے کہا اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی قسم میں ان کو قتل کرنے کیسے
 گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں اللہ کے حضور
 توبہ کر کے ان کے پاس سے اٹھ آیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے انہیں پکڑا
 ہے اور نہ قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی نے کہا اس نے سچ کہا
 ہے۔ مگر ان دو آدمیوں کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت علی کی بیعت خلافت، قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ نے جو دہاں موجود تھے انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بادل خواستہ بیعت کی۔ پھر دونوں مکہ چلے گئے، وہاں سے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں سے ملے یہ جنگ جمل کی بات ہے جو جادی الاخرہ ۳۵ھ میں ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی لڑے اور وہاں تیرہ ہزار آدمی مارے گئے حضرت علی بصرہ میں پندرہ راتیں ٹھہرے رہے پھر کوفہ واپس آ گئے پھر آپ کے خلاف حضرت معاویہ اور آپ کے شاہی ساتھیوں نے خروج کیا حضرت علی کو جب اطلاع ملی تو آپ چل پڑے اور صفر ۳۶ھ میں صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی ٹکڑھیں ہوئی کئی روز تک جنگ ہوتی رہی تو شامیوں نے قرآن بلند کر دیے کہ ہم اس کے مطالبین فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دراصل یہ عسکر و بن العاص کی ایک چال تھی۔ انہوں نے آپس میں ایک تحریر بھی کہ وہ ایک سال تک اذرج بستی میں آئیں گے اور امت کے معاملہ پر غور کریں گے، لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت معاویہ شام میں اور حضرت علی کوفہ میں واپس آ گئے تو آپ کے اصحاب میں سے خوارج اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کے خلاف خروج کیا اور کہا ہم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ اور حروراء مقام پر چھاؤنی ڈال دی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت

ابن عباس کو بھیجا۔ آپ نے ان سے دلائل وبراہین سے مخاصمت کی
توان میں سے بہت سے لوگوں نے رجوع کر لیا اور کچھ لوگ ثابت
قدم رہے اور نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت علی نے وہاں جا کر
ابنہیں قتل کیا اور ذوالشہرہ کو بھی قتل کیا۔ جس کے بارے میں حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ یہ واقعہ ۳۷ھ کو ہوا
اس سال شعبان کے مہینے میں لوگ اندر جہنم میں جمع ہوئے۔ حضرت
سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ بھی وہاں پر حاضر ہوئے
عمر بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنی ایک تدبیر کے تحت آگے کیا
ابنوں نے گفتگو کر کے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور
عمر بن العاص نے حضرت معاویہ کو امیر بنا دیا اور اس کی بیعت کر
لی جس پر لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ حضرت علی نے اپنے ساتھیوں
کی مخالفت کی اور اپنی انگلیاں کاٹ کر کہا میری نافرمانی اور معاویہ
کی اطاعت ہو۔ یہ ان واقعات کا ملخص ہے۔ یہ رسالہ پورے واقعات
کی تفصیل کا متحمل نہیں اور اس مقام پر اختصار کرنا ہی زیادہ مناسب
ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا ذکر
ہو تو ان کو کچھ کہنے سے رک جائیں کہ حضور علیہ السلام نے جنگ جمل
اور صفین اور حضرت علی کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت زبیر کے
لڑنے کی پیشگوئی کی تھی۔ جیسے کہ حاکم نے بیان کیا ہے اور یہی نے
ام سلمہ سے صحیح روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے اہبات المؤمنین کے خردرج کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ مسکرائیں
تو آپ نے فرمایا اسے حمیرہ انتظار کر کہ تو ایسی نہ ہو گی۔ پھر آپ نے

حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر تو اس پر قابو پالے تو اس سے نرمی کرنا۔ بزار اور ابوالنعم نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اس پر جو ب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد بے شمار آدمی قتل ہوں گے اور مشکل نجات پائیں گے۔ حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔ دہکتے ہیں میں نے حضرت زبیر کو دیکھا کہ وہ حضرت علی کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی سے ظالم ہونے کی حالت میں جنگ کرے گا۔ تو حضرت زبیر واپس چلے گئے۔ اور ابوالعلیٰ اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

تنبیہ: گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ ارباب اہل عقد کے اتفاق سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت ختمیر بن ثابت اور حضرت ابی العشیم بن التہیان حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عمار بن یاسر شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے حقدار ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے بیان کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور شور و نما کے زمانے میں اس کے

لے لہجہ میں ایک جگہ کانام ہے

النقاد کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت علی ہیں یا حضرت عثمان
 اور یہ اجماع اس بات پر ہے کہ اگر حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت
 حضرت علی کے لئے ہے اور عیب حضرت عثمان قتل ہو کر درمیان
 نکل گئے تو حضرت علی کے لئے اجماعاً خلافت باقی رہ گئی اور امام الحرمین
 نے کہا ہے کہ اس قول کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ حضرت علی
 کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی سے انکار
 نہیں کیا۔ فقہ تو دیگر امور سے پیدا ہوا ہے۔

باب ہفتم

اس باب سے حضرت علیؑ کے فضائل، کارنامے اور حالات سے بیان ہوئے گئے۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اول

اس فصل میں آپؐ کے قبولِ اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہوگا۔

آپؐ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپؐ اس سے بھی بہت پہلے اسلام لایچکے تھے بلکہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آپؐ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور بعض سے منقول ہے کہ اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی تطبیق پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور ابو بکرؓ نے آپؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سو موافقہ کو ہوئی اور میں منگوار

کو اسلام لایا۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے بیان کیا ہے کہ آپ نے
 مغربی میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اسی لئے آپ کے بارے
 میں کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں حضرت
 صدیق کو بھی آپ کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی
 کہا گیا ہے کہ انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ ان گیارہ آدمیوں
 میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے پر گواہی دی گئی ہے۔ نیز آپ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ میں بھائی اور سیدۃ النساء حضرت
 فاطمہ کے خاندان ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں۔ آپ سابقین (اسلام
 عملے ربانی، مہمور میاں و روں، زائدوں اور معروفہ خطیبوں میں سے ایک
 ہیں۔ آپ ان جامعین قرآن میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے قرآن پاک کو
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ آپ کے علاوہ ابوالاسود الدردلی
 ابو عبد الرحمن السہمی اور عبد الرحمن بن ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور قرآن پیش
 کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا
 اور باتوں کی ادائیگی کیلئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ
 ان سے چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے۔
 آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ شامل ہوئے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں
 اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا
 کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو عارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام
 سے حاصل تھا۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ جنگ

اُمَد کے رذر آپ کو سولہ زخم آئے۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے
 معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خصوصاً جنگ خیبر میں۔ اور آپ
 نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی
 آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی لیشٹ پر اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ
 مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اُسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے
 دروازے کو کھینچا اور اُسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت
 میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی طحال بنائی۔
 اور اُسے ہاتھ میں لیکر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
 نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اُسے چھینک دیا پھر اٹھا اور میو
 نے اُسے چھینکے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

فصل دوم

اسے فضائل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ احمد نے کہا ہے کہ حضرت علی کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسماعیل قاضی نسائی اور ابوعلی نیشاپوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لئے اس قدر حسن اسانید وارد نہیں ہوئے جتنی حضرت علی کے لئے آئی ہیں۔ اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علی مبتلا ہوئے

لے ذہبی نے تلخیص الموضوعات میں کہا کہ کسی صحابی کے فضائل حضرت علی سے بڑھ کر دیئے گئے ہیں اور انکی میں اقسام ہیں: صحیح، حسن اور ضعیف، ضعیف فضائل ہجرت ہیں اور موضوعات کی تو کوئی حد نہیں۔ اور شاید بعض توصیلات اور زانیقیت تک پہنچے ہیں اور کتب تنسیہ اشریعہ المرفوعہ میں ہے کہ زبلی نے الارشاد میں کہا ہے کہ حفاظ میں سے ایک نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے جو فضائل وضع کئے ہیں یہی نے ان پر فرور کیا ہے وہ تین ہزار سے زیادہ ہیں۔

دالے تھے، اگاہ کر دیا تھا۔ اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کے مقتضی تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تاکہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ نے ان فضائل کو سننا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے انہیں نشر کرنا شروع کر دیا پھر جب معاملہ شدت اختیار کر گیا اور نبی امید کا ایک گروہ آپ کی تحقیق کرنے لگا اور منبروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خواندہ نے ان کی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہہ کر اہلسنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کے لئے آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت میں لگ گئے۔

غفریب الہی بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا۔ آپ کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو حضرت ابو بکر کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱: شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بن زرارہ نے ابو سعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، حبیشہ بن خبارہ ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمور، علی، براء بن عازب، اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع

پھر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اما ترمی ان تکون موق۔ کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کو چھوڑے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت وغیرہ لابی بعدی :- ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی نہیں۔ اس حدیث کے متعلق یا رسول اللہ میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی سلیلی اور عمران بن حسین سے اور یزید نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا۔ میں بھی اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محب ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اُسے جھنڈا دیں گے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دھن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھیں۔ اور ان کے خاوند حضرت علی مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

۳۳۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ جب آیت نداء انبیاء قادمہ انشاء کم کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت حسین کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ میرے اہل ہیں۔

۳۴۔ غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا
 من كنت مولاه فعلي مولاه جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب
 اللهم وال من والاه وعاد من عادہ ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو
 من عادہ ہے۔ بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت
 رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

گیارہویں شہر میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اسے حضور علیہ السلام سے تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا ہے اور یہ بھی نے بیان کیا ہے کہ یہ عہد پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سید العرب ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔ حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ بیان کئے

ہیں۔

انا سید ولد آدم و علی سید یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عزراں العوب کا سردار ہے۔

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے تمام خواہد کمزور ہیں جیسا کہ بعض محقق محدثین نے بیان کیا ہے بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں۔ اور اگر اسے صحیح فرض

کر لیا جائے تو علی کی سیادت ان کے لئے نسب وغیرہ کی رُوسے ہوگی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ خاندانِ تنہا سے بھی افضل ہیں۔ اور اسباب سے میں سر تک دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے برویدہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔

۶۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خیبادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علی منی واما من علی ولا علی محمد سے اور میں علی سے ہوں اور میری یو دی صلی الا انا وعلی ۛ اور ایگی میں کر سکتا ہوں یا علی۔

۷۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مَوَاعِظِ قائم کی تو حضرت علی نے اٹھک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مَوَاعِظِ قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مَوَاعِظِ نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

انت اخي في الدنيا والاخرة کہ تُو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔ ۸۔ مسلم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چاڑا اور جان کو پیدا کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکید فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض

رکھے گا۔

۹۔ بریدار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی
حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے اور
ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے

أنا مدينة العلم وعلي بابها کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے
اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے
کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علی سے
مروی ہے کہ

أنا دار الحكمة وعلي بابها : میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے
اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی باب علم ہے
علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے لوگ بہت مضطرب
ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے۔ عیسٰی میں ابن جوزی اور
نوی شامل ہیں۔ انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل
ہے وہی تیرے لئے کافی ہے یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا ہے کہ نووی
کے بعد کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابر ہی تو کجا اس کا لگا بھی کما سکے
اور حاکم نے حسب عادت بالغ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو
اور بعض محقق متاخر عقیدین نے جو حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں
اسے درست قرار دیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو
چکا ہے۔

۱۰۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے کیلئے بھجوا رہے ہیں۔ اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو قضا سے واقف نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا کر، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چھاڑا ہے کہ مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی شک نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے قول کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرتے والے ہیں، کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔ اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ چوپاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔ اور بیل کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے کہا بیل والے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے حکم کو قائم کیا اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

۱۱ :- ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا کیا دجر ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث بکثرت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب

ناموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے ۔

۱۴ :- طبرانی نے "الاوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ مختلف شعبوں سے ہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں ۔

۱۳ :- ہزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جگہ نہیں ہو نا جائز نہیں ۔

۱۴ :- طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص خبرات نہ کرتا ۔

۱۵ :- طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہے ۔

۱۶ :- ابوالیعی اور ہزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سے علی کو اذیت دی ۔ اُس نے مجھے اذیت دی ۔

۱۷ :- طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا ۔

۱۸ :- احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے علی کو بڑا کہا اس نے مجھے بڑا کہا ۔

۱۹ :- احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو نے جیسے تمزلی قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا ۔

۲۰ :- بزار، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے ۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان باندھا ۔ اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا ۔ سو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے ۔ ایک مد سے بڑھا ہوا محب ، جو میری تقریظ میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی ۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی ، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔

۲۱ :- طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے ۔ اور قرآن کے علی کے ساتھ ہے ۔ وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ۔

۲۲ :- احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ۔ ایک قوم شمر کا اخیر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اسے علی دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر وار بھی کو تر کر دے

گاہ۔ یہ حدیث حضرت علیؓ، حضرت مہیبؓ، حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو بعلی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ کے ساتھ چٹے ہوئے اور لوسے دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے میرا باپ لگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو بعلی نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے جس کے رجال سوائے ایک کے ثقہ ہیں۔ اُسے بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اولین میں سے کون بڑا بد بخت ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے اونٹنی کی کوئیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بد بخت ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں فرمایا جو تیری کھوٹری پر مارے گا۔ حضرت علیؓ جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو انہیں کہتے ہیں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت آدمی کھڑا ہو کر میری دائرہ کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے لگے حصے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپؐ سے کہا علق نہ جائیے۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو دواں تنوار کی دھار لگے گی۔ تو حضرت علیؓ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں۔ میں نے کسی شخص کو جسے ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں دیکھا۔

۳۳۳۔ حاکم نے ابوسعید خدریؓ سے صحیح روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے

اور فرمایا علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت رکھنے والا آدمی ہے۔

۲۴ :- احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کینے والے نے کہا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارہ میں اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ جو حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ کہ ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔ کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا۔ اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر گیارہویں شبہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶ :- طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت

فاطمہ کو علی کو زوجیت میں دے دوں۔

۲۷۔ و طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۸۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے۔
۲۹۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین سے آدمی سبقت کرنے والے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق یس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۳۰۔ ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ عز قیل مومن آل فرعون اور حبیب النبی صاحب یس اور علی بن ابی طالب۔

۳۱۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النبی مومن آل لبتین جس نے کہا اے قوم، مرسلین کی پیروی کرو۔ اور عز قیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارتا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور علی بن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۳۲۔ خطیب نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔

۳۳ :- حاکم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی نیکو کاروں کا امام اور ناجزوں کا قاتل ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا۔ اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے گا وہ مخدول ہوگا۔

۳۴ :- دارقطنی نے "الافراد" میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے نکل جائیگا وہ کافر ہوگا۔

۳۵ :- حضرت البراء سے خلیفہ نے اور دہلی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا مقام محمد سے ایسا ہے جیسا کہ میرے بدن سے سر کا۔

۳۶ :- بیہقی اور دہلی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی جنت میں یوں چمکے گا جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

۱۷ :- یہ حدیث احمد بن محمد بن حویری العکبری کے طریق سے آئی ہے اور ابن جوزی نے الوہیات میں کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ذہبی نے اسے باطل کہا ہے اور اس کی سند تاریک ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں آیا ہے۔

۳۷ :- ابن عدی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔

۳۸ :- بزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی میرا قرین ادا کرے گا۔

۳۹ :- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان کی۔

۴۰ :- شیخین نے حضرت سہیل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابوتراب اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کیفیت بڑی پسند ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کیفیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے

لے عقیلی نے بھی اسی قسم کی ایک طویل روایت بیان کی ہے اسکی روایت میں ایک ابن داہر ہے اس کی وجہ سے کوئی آفت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آفت کسی اور کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور ابی یعلیٰ عمار کی حدیث میں آیا ہے جسے ابوالاحمد الحاکم نے انکبی میں بیان کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر الکافلی بھی ہے۔ جسے وضاحین میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے بیان کیا ہے۔

دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں۔
 لسانی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہر نبی کو سات نجیب رزقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

ابن المظفر اور ابن ابی الدنیا نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے بلاؤ۔ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی۔ اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو ٹھامے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فریج کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور من کو قائم کرنا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے جس کو ضعیف قرار دیئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا۔ لوگو! قریب ہے کہ میں جلد ہی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں پھر حضرت علی کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا اب علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک جہانہ ہوں گے جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے ان دونوں سے دریافت کرنا۔

احمد نے المناقب میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چار دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی طائفہ سے مار کر کہا کھڑا ہو جا۔ خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا باپ ہے۔ میری مسند پر جنگ کر جو

میرے ہند پر مرسے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا۔ اور جو تیرے
 ہند پر مرسے گا اُس نے بھی اپنا حقہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد
 تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ دائمی طور پر اس پر امن و ایمان
 کی ہر لگا دے گا۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ان چھ آدمیوں
 سے جنہیں حضرت عمر نے شوریٰ کے لئے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی۔
 جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت
 کرتا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے میرے ہوا فرمایا ہو اسے علی قیامت کے روز تو جنت اور
 دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں
 کہا۔

عنزہ نے علی رضاعے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا
 تقسیم کنندہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز آگ کہے گی یہ میرے لئے
 ہے اور وہ تیرے لئے۔

ابن السماک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے آپ سے
 کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فراتے سنا ہے کہ کوئی شخص
 پل صراط سے گزر نہیں سکے گا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس
 کے لئے گزرنے کا کھچا ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت
 کے روز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزخ و جنت ہو کر ہجرت

کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ
آیت نازل ہوئی

هَذَانِ نَحْصَانٌ اجْتَمَعُوا فَرَّيَا يَهْ وَهَ لَوْ كَ وَهَ هِيَ جَنْهَوْنَ نَهْ بَدَرِ
فی ربیعہ کے روز مبارزت کی تھی۔

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ
اور ولید بن عقبہ۔



فصل ثالث

در بیان سے شائے صحابہ و سلف سے

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حکم نے ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علیؓ نے دیا ہے۔ تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے

سعید بن المسیبؓ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو علیؓ حل نہ کر سکیں۔ اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علیؓ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔

ابن عباسؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا تو آپؓ نے

فرمایا جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ سُنّت کو جانتے والے ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو علم میں بڑی بختگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سُنّت میں فقہ و جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں تقدم حاصل تھا۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ نازل کئے ہیں وہاں حضرت علی ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ مگر حضرت علی کا ذکر اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علی کے بارے میں نازل ہوئے۔ وہ کسی کے لئے نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ ابولعلی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں۔ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے

۱۔ یہ دونوں اثر موضوع نہیں ضعیف ہیں جیسا کہ تنزیہ التشریع میں بیان ہوا ہے۔

شادی کی۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں۔ اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپکو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو یعلیٰ نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر طہ بھرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دین لگایا ہے، نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے۔ جب آپ کو فہ تشریف لائے تو ایک عرب فلا منفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المؤمنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشا۔ اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے طبریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاذ سے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ سے عیب تلاش کئے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

فصل چہارم

در بیان چند کراماتے ، فیصلہ جاتے ، کلماتے جو آپ سے
کے معرفت الہی ، علم و حکمت اور نہد میں بلند رتبہ ہونے پر
دالالت کرتے ہیں

ابن سعد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت
بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق ، کس
جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان
عطا کی ہے ۔ ابن سعد وغیرہ نے ابو الطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی
نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو ۔ میں ہر آیت کے متعلق
جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو ۔ میدان میں نازل ہوئی
یا پہاڑ پر ۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت علی نے حضرت ابو بکر کی
بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکر نے آپ سے مل کر کہا کہ کیا تو میری
امارت کو ناپسند کرتا ہے ۔ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ
میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں ۔
اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا ۔ صحابہ کا خیال

ہے کہ آپ نے اُسے ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

آپ کی روشن کرامات | جب آپ کی گود میں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سر رکھے سوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے نماز کی۔ اسے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور قاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے۔ ان کا رد پیش کیا ہے۔ اے

ابو یوسف نے اس حدیث کے طرق کے تتبع میں کشف البیہ فی حدیث رد الشمس میں ایک جہز لکھا ہے اور اسے اس قول پر ختم کیا ہے کہ انا قوال اس حدیث کی صحت کی شہادت دیتے ہیں۔ ان میں امام شافعی وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ انبیاء کو جہز معجزات سے گئے ہیں ان کی نظیر یا ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو بھی دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یوشع جو سرکشوں کے قاتل ہیں ان کیلئے سورج کئی راتوں تک روک لیا گیا تھا۔ پس ضروری ہے کہ اسکی نظیر حضور علیہ السلام کیلئے بھی ہو۔ ابن کثیر اور منزیر الشریعہ میں اس بات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت توقوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹنا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آجائے۔ میں نے اسے منع وجوہات شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابو منصور المظفر بن اردشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو کھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھالیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

اے سورج! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو ان کی ثنا کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی غنا کو مٹا، ایک لمحہ وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کے لئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے ہو جائے۔

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبدالرزاق نے

حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے فرمایا تیری کیا حالت ہوگی۔ جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا میں نے عرض کیا ایسا بھی ہو گا فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں فرمایا مجھ پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بنیاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبد الملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا حکم دیا کہ میں حضرت علیؑ پر لعنت کروں۔ میں نے کہا امیر نے مجھے حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر لعنت کرو اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ سمجھا۔ کیونکہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علیؑ پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علیؑ کی کرامت اور آپؐ کی غیب کے متعلق پیشگوئی ہے آپؐ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپؐ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپؐ نے اُسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر برسرِ کا کروں گا۔ اس نے کہا بد دعا کرو۔ آپؐ نے اس پر بد دعا کی تو جلد ہی اس کی بے صبری جاتی رہی۔

ابن الدہاشی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ بیت المال میں جھاڑو دیتے۔ پھر اس امین پر نماز پڑھتے کہ ان کیلئے گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔ دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے ایک تیسرا آدمی گذرا جسے انہوں نے بٹھا لیا۔ اور وہ برابر برابر آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں

آٹھ درہم دیئے تو دونوں آپس میں جگڑ پڑے۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لئے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا ہے کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔ دونوں جگڑتے ہوئے حضرت علیؑ کے پاس گئے۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں۔ جن کے بارے میں آپ کا ساتھی رضامند ہے کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا۔ آپ نے فرمایا حق کے مطابق ایک درہم ہے۔ اس نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹلٹ نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے اور تم اسے بڑی پرچھولی کرتے ہو تو نے آٹھ ٹلٹ کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ٹلٹ تھا اور تیسرے ساتھی نے بھی آٹھ ٹلٹ کھائے۔ حالانکہ اسے پندرہ ٹلٹ ملنے چاہئیں۔ اس کے لئے سات باقی رہ گئے۔ اور تیرا ایک باقی رہ گیا۔ اس کو سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے۔ اس نے کہا اب میں راضی ہوں۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی ماں کے ساتھ احتلام ہوا چھو آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو۔

اے مسجد میں جھاڑو نے کاشاعرہ الزرق نے المصنف میں مدنی سے بیان کیا ہے اسی طرح وہ حکایت بھی جو اس کے بعد ہے اور وہ بھی جو اس کے بعد ہے۔

آپ کے کلمات | لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مر جاتے ہیں تو

اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان

میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں
اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی زندگی

پر بھروسہ لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اُسے

اچھی لگے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان

لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ مشہور

یہ ہے کہ یہ بھٹی بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے

چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہو گا اس کے بھائی بہت ہوں گے

نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث

کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ کچھ بلکہ قول کی طرف نہ کچھ مصیبت

کے دنت وادیا کرنا۔ مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ

کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ

کھانے اور بد مصیبت میں کوئی صحت نہیں۔ کرب کے ساتھ کوئی

شرف نہیں۔ حسد کی بات کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سزا داری

نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معام نہ کیا ہوتی۔ بھوٹے

کے لئے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔

توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ

نوبہ و روت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں

آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے

جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا

امادہ گناہ کی یاد دلاتی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا زنجی کرنا ہے۔ جاہل سوا احسان اس بارغ کی طرح ہے جو روڑی پر آگاہ ہو۔ بے خبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے۔ یہاں تک کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ غنیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل عیوب کھسے برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر بھول جاتی ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصہ آتا ہے۔ گنہگار کے لئے گناہ ہی کافی سفارش کنندہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچ کے ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے جھگانے سے بچو۔ کیونکہ جھاگے ہوئے واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمک تلے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ جب اونٹ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث سب سے مدد رہنے والے اونٹ کو نہ بھگاؤ۔ جب تجھے کسی دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اُسے معاف کر دے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بھیل جلد غریب ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت

میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہو گا۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کینے کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے کر دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم میری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبارت گزارنے میری کمزور دی ہے۔ یہ فتوے دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اسے اچھا بنائے۔ اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار ہے مگر میں تم سے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیتا ہوں۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اُسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو وہ اس سے ایسا نہ کرتے۔ اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں سے گھل جلا جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ عمل سے زیادہ قبولِ عمل کیلئے اہتمام کرو۔ اس لئے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اور مقبولِ عمل کیسے کم ہو سکتا ہے۔

اے عالمینِ قرآن اس پر عمل کرو۔ کیونکہ عالم وہ ہے جو

علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ غریب
 کچھ عالمین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گذرے گا
 ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا
 وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک
 کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہو گا کہ وہ اُسے چھوڑ
 کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ
 تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور
 اپنے رب سے اُبد رکھو۔ جیسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم
 محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس
 کا اُسے علم نہیں تو وہ اللہ علم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر
 ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے
 کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الہی سے مایوس نہ کرے
 اور نہ انہیں معصیت الہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الہی
 سے مامون کر دے۔ اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی
 دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی
 نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے
 ساتھ فہم نہیں۔ اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر
 نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے
 اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا
 ہوں اللہ علم، جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو
 کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت
چھینک، سخت جھائی، تھکے، نکمیر، سرگوشی اور ذکر الہی کے وقت
نیند کا آنا۔

بدگمانی دانائی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ
یہ ہیں۔ بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے۔
اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔
ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی ورثہ نہیں
آپ سے تقدیر سے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ
ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے۔ اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الہی
راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اسے سائل اسے افشا نہ کر۔
خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے
جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھے
سے کاٹ لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب
کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کے ضروری ہے کہ اس کے اسباب
مک پہنچے۔ عاقل کو جب مصیبت پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس کی ابتدا
ختم ہونے تک سو رہے۔ کیونکہ اُسے قبل از وقت ختم کرنے میں
اس کی کمر لپیٹ میں اضافہ کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت
سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیا و عزت کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے
ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا میں ایسا نہیں
جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ میں اس سے بھی

بڑھ کر ہوں فرمایا معصیت کی جزا، عبادت میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیا ہے؟ فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشنے فرمایا تیرے سینے پر جب آپ کو ابن ملجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے پاس روتے ہوئے آئے، فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کر لو۔ حضرت حسن نے عرض کیا۔ میرے ابا وہ کونسی باتیں ہیں۔ فرمایا سب سے بڑی والداری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔ اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے۔

عرض کیا دوسری چار باتیں کونسی ہیں۔ فرمایا

اولے۔ بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیونکہ وہ نفع کے ارادے سے تجھے نقصان پہنچا دے گا۔

دوسرے۔ جھوٹے کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریبیوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔

سومرے۔ بخیل کی دوستی سے بچ کیونکہ جس وقت تجھے اس کی بڑی ضرورت ہوگی وہ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔

چہارم۔ فاجر کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا نہ وہ مکان ہے

نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ اور وہ بغیر کیفیت کے ہے۔ نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ تمام غایات اس کے درے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔ آپ صغین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے اسے قاضی شترج کے پاس لے گئے۔ اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مد مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بیٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے انہیں بقرہ کر و کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شترج نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شترج نے آپ سے کہا۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ واندی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔ تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

الذین یففقون اموالہم
باللیل والنہار سراً
وعلانیۃ فامہم اجرہم
عند ربہم ولا خوف
علیہم ولا ہم یحزنون

جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور
دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر
خود چھپاتے ہیں۔ ان کا اجر
رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا
خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت
علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت معاویہ
نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس نے کہا خدا کی قسم وہ
بہت دردمنک جانے والے شدید القوی، فیصلہ کن بات کرنے والے،
انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹا تھا۔
اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چمکا چوند سے
نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے
اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر
سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے سوال
کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے
اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان
سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو
قریب کرتے۔ طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ
کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
بعض مقامات پر جب رات جھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو
انہیں اپنی داڑھی کو بکھڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بقیار اور غمگین

کی طرح روتے دیکھا۔ اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے کیا تو میری طرف دیکھ رہا ہے، تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائسنہ طلا تین دے دی ہیں۔ جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلتِ زاد، درازیِ سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاویہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

آپ کے جہائی عقیل نے آپ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جوڑتے جو صرف ان کے عیال کو کفایت کرتے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں جھگوٹی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں۔ اور کھانا تیار کر کے حضرت علی کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے پرچھا انہوں نے تمام قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کافی ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی۔ جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبرا گیا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو تجھے سونا دے گا۔

اور کچھ ریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔
ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں
اس کے بھائی سے بہتر ہوں۔ تو وہ ہمارے پاس نہ بٹھرتا اور نہ اُسے
چھوڑتا تو عقل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لئے میرا بھائی
بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے میں نے اپنی دنیا کو ترجیح
دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے
کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا ممبر کرو
جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ لکھے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دو لگا
عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر
اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے
تقل توڑ کر جو ان میں سے لے جاؤ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا چاہتے
ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر
تمہیں دسے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا
چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے
حضرت معاویہ کے پاس آکر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک
لاکھ روپیہ دے کر کہا ممبر پر چڑھ کر تباؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں
نے آپ کو کیا دیا۔ عقیل نے ممبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا
میں نے علی کو اس کے دین پر چلا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا
اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چلا تو اس نے مجھے اپنے دین
پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا تو نے ہم کو

چھوڑ کر حضرت علیؑ کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے، (ا) جب وہ غصے میں پڑتا ہے تو اس کے علم کی وجہ سے (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف بکھو پھر اُسے ذیل کے اشعار بکھوائے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ میری مال کے بیٹے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینت ہے جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ اور احمد کی اولاد میرے دربیٹے اس بیوی سے ہیں۔ تم میں کوئی ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جو انی کو پہنچنے سے قبل ہوا ہوں تھا۔

بہت ہی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تاکہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے۔ حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب بشمار ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ کے کلام میں ہے کہ جب ہم حضرت علیؑ کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جاہلوں کے نزدیک تفضیلی راہی ہو جاتے ہیں۔ اور جب میں حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت کا ذکر کرتا ہوں تو مجھ پر غاری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی وجہ

سے خارجی اور رافضی رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ریت میں تکیہ لگا دیا جائے۔ یعنی میں مر جاؤں۔

پھر فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ رافضی تو میرا دین و اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلاشبہ بہترین امام اور مادی سے دوستی کی ہے۔ اگر ولی سے محبت کرنا رافض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اسے سوار منی میں محصب پر بٹھرا اور خریف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت مروجیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منی کی طرف جاتے ہیں۔ اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رافض ہے تو جن دانس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب نوازج نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔ اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے تو نے ہمیشہ ہی اہلبیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہو گیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ تو جیغل خوروں کی باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔



فصل پنجم

آپ کی وفات

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طویل پھول گیا تو تین خارجی عبد الرحمن بن بلعم المرادی، مبرک اور عمرو الیقین نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلا دیں گے۔ ابن بلعم نے حضرت علی، مبرک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن بلعم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۱ رمضان سنہ ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی سعوی کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے انکے

بدلے میں وہ آدمی دسے جو میرے لئے بہتر ہوں۔ اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطحیں چلائی ہوئی آئیں۔ تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ تو فوجہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موزن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا کا۔ پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھرایا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آکر اُسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور یہاں کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معامے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ زخموں کا قصاص ہوتا ہے۔ اُسے پھر طکر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علی جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت

حسن نے آپ کی نف زبنا زہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور شب کو کوفہ کے دارالامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قمری میں اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الاعظم کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ پھر ابن بلعم کو اطراف سے قطع کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام المہشم بنت الاسود النخعیۃ نے جلا دیا۔ جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت حسن کے پاس، ایک رات حضرت حسین کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روزہ افطار کرتے اور تین سے فقروں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو خالی پیٹ ملوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن بلعم نے آپ کو موعود ضرب لگائی جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت علی کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن انہیں مدینہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ قتل ہوئے تو لوگ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھا لائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش تھی بدک گیا۔ اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ اور نہ ہی اُسے کو ٹھسے پکڑ سکا۔ اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اونٹ جلاوطنی میں گر پڑا اور لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ بعض ۶۵ بعض ۶۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں۔ ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ سے اس آیت رجال صدقوا ما عاہدوا للہ علیہ فممنہم من قضی فجہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی ریل میں تو میں اس بد بخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور راتھی کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوڑی لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں دنیا تو اہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں

نہ ملے اس پر گریہ نہ کرنا۔ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا۔ آخرت کیلئے کام کرنا۔ ظالم سے مقابلہ کرنا۔ مظلوم کا مددگار بننا۔ خدا کی رضا مندی کے لئے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا
 میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا قواہل ہے
 تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مرد قبیلہ سے ہے۔ کون معذور سمجھے۔ پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا۔
 مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم

خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مہر میں دیا اس کے متعلق فرزدق کہتا ہے میں نے قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سبھی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگر چہ کوئی مہر کتنا ہی گراں ہو وہ حضرت علی کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی حملہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن بلجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اے

اے ان اشعار کا تذکرہ نسائی نے کتاب خصائص علی میں اور ابو عبد اللہ السناری نے اپنی تاریخ ”الانوار العلویۃ“ میں کیا ہے۔

باب دہم

اس باب میں حضرت حسنؑ کے خلافت، فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان ہو گا۔ اس کی کئی تفصیل ہے۔

فصل اول

آپؑ کے خلافت کے بیان میں

آپؑ اپنے نانا کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے

بہنوادر بی بیؑ نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خانؒ نے ”حضرات ائمہ“ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملکیت آجائے گی۔ اسے اصحابِ کھنن نے بیان کیا ہے۔ اور ابنِ جہان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں۔ اور سیوطیؒ نے کہا ہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسنؓ کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپؑ چھ ماہ اور چند دن تک تختِ خلافت پر رونق افروز رہے۔ پھر ۳۵ھ میں مسلمانوں کو خونریز حکم سے بچانے کیلئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے آپ خلیفہ برحق اور امام عادل و صادق ہیں۔ اور اپنے نانا کی اس بیش گوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔

جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اگر یہ چھ ماہ ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں تو

آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے حضرت معاویہ آپ کے نائب

بنے اور اس کا اقرار انہوں نے اپنے ایک خطبے میں کیا۔ جس کا تذکرہ ابھی ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا

کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ سے صلہ اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے

بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے۔ جب حضرت حسن نے

دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کرے

آپ نے حضرت معاویہ کو اطلاع لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہوگی۔ آپ

مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے۔ اور آپ میرا قرض

ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ آپ سلسل ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

حضرت معاویہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ جمع دیا۔ اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں۔ میں اس کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ اُن کو اور وہ ان کو مار دیں تو مسلمانوں کے امور ان کی طور توں اور ان کی حاکم فیصل کے معاملہ کو پیش ہے میں سیر مددگار کون ہو گا۔ حضرت معاویہ نے قریش میں سے نبو عہد قیس کے دو آدمی عبدالرحمن بن سمرہ اور عبدالرحمن بن عامر کو حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے۔ تو حضرت حسن نے فرمایا ہم نبو عہد قیس ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے۔ اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہو گا۔ انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے جو بات دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت

معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو۔ پھر حضرت حسن نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہو گئی ہو تو حضرت حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین ہندوین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا۔ اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کھے زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے۔ اور اصحاب عسلی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں و کفی باللہ شہیداً۔ جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر

کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے
 سپرد کر دی ہے۔ تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر
 چڑھ کر حمد و ثناء الہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے
 کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت
 فسق و فجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
 کو میرے ناما کے ذریعے ہدایت دی۔ ضلالت سے بچایا۔ جہالت
 سے نجات دی۔ ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد کم کو
 کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ
 میرا حق ہے۔ اس کا حق نہیں۔ اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میرا
 بیعت کی ہے۔ کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے۔ اور
 جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح
 امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا
 ہے۔ اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے
 اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے
 اور میں خونیہ کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ
 میں جانتا ہوں کہ یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک
 فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقا
 چاہی ہے۔ اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت
 حسن کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس
 میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ سردار بٹیا ہے جس کے ذریعے اللہ

مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں غنقریب صلح کروائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضا مندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۳۵ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار، آپ فرماتے عار نارسے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام۔ آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے اڑا پسند نہیں کیا۔ پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

فصل دوم

آپ کے فضائل

۱۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲۔ بخاری نے ابو بکر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فراتے دیکھا کہ میرا یہ سردار بٹایا ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرانے اس وقت حضرت حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔

۳۔ بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۵۔ ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۶۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا حسن اور حسین۔

۱۷۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ کو ایک آدمی بلا اس نے کہا، اے نوجوان تو کیا ہی بھگی سواری پر سوار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیا اچھا ہے۔

۱۸۔ ابن سعد نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے حضرت حسن سب سے زیادہ آپ کے مشابہ اور آپ کو محبوب تھے۔ میں نے حضرت حسن کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام سجود میں تھے۔ آپ حضور علیہ السلام

نے بخاری نے حضرت انس سے حضرت حسین کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہی سے ابن میر بنی نے اور خود ابن میر بنی سے بھی روایت ہے کہ حسن سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور کے بعد اور پہلے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ان روایات میں حافظ نے یوں تطبیق دی ہے کہ ابن میر بنی کا قول حضرت حسن کی وفات کے بعد حضرت حسین کے متعلق ہے۔ یا دونوں بعض اعضا میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔

کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی مرضی سے ہی اُترے اور
میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی ہانگوں کو کھٹا کر بیٹے
تاکہ حضرت حسن دوسری جانب نکل جائیں۔

۱۰۹۔ ابن سعد نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کیا ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کیلئے اپنی زبان کو باہر نکالتے
اور جب بچہ زبان کی سُرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ہٹتا۔

۱۱۰۔ حاکم نے زہیر بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن خطبہ
کے لئے کھڑے ہوئے تو از دشغوة میں سے ایک آدمی نے کھڑے
ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
انہیں گھٹنے پر بٹھائے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت
رکھتا ہے اُسے اس سے بھی محبت رکھنی چاہیے اور حاضر کو چاہیے کہ
اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں اور اگر حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اسے کسی کے
سامنے بیان نہ کرتا۔

۱۱۱۔ ابوالنعیم نے حماد بن حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام

جیسے کہ حضرت علی نے بتلایا ہے کہ حسن مراد حسین کے درمیان سے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین پچھلے حصے میں مشابہ ہیں حضرت علی نے
تمام ارض میں مکمل مشابہت کی نفی کی ہے۔ لہٰذا انہوں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ
مشابہ کا ذکر کیا ہے اور وہ دس مک پہنچے ہیں جنہیں حافظ نے الفتوح میں نظم کیا

ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ اگر مسجد کی حالت میں کبھی حضور کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے حضور علیہ السلام آہستگی سے ان کو ہٹاتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے۔ اور میرا یہ بیٹا مرزا ہے۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا ۱۲۔ شیخین نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو سبھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ جب بھی میں نے حضرت حسن کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگائی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں آگئے۔ آپ نے بازار دیکھا چھوڑا پس آگئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آ بیٹھے پھر فرمایا میرے بیٹے

کو بلاؤ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے حسن اور حسین سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ماخذ سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفیع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ هُمْ مِّنَ الْبَٰرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ
وَالشّٰهِدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولَٰئِكَ ذٰلِقَا .



فصل سوم

آپ کے بعض کارنامے

آپ سید، کریم، حلیم، زاہد، پرسکون، باوقار، صاحبِ حشمت اور قابلِ تعریف سخی تھے۔ اس کی تفصیل ابھی بیان ہو گئی۔ ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب سے اس حال میں ملتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔ چنانچہ آپ بیس سال بیت اللہ کی طرف حل کر آتے رہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ۲۵ حج پا پیادہ کئے ہیں۔ اور اونٹنیاں آپ کے سامنے کھینچ کر لائی جاتیں۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جو عطا کرتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پس رکھتے، ایک آدمی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا ہے۔ آپ نے اُسے دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ ایک آدمی جو پہلے مالدار تھا، اپنی غربت اور بد حالی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو

آپ نے فرمایا تیرے سوال کا حق یہ ہے جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ تجھے کیا دینا چاہیئے۔ اور وہ دینا میرے لئے دشوار ہے۔ اور میرا ہاتھ تیری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے۔

اور رافضیہ میں مال کثیر کا دینا بھی قلیل ہی ہے۔ اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے۔ اور اگر تو حقوڑا قبول کرے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کی تکلیف دور کر دے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اے فرزندِ دفتر رسول میں قلیل کو قبول کر لوں گا۔ اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا۔ اور میں روکنے پر معذور خیال کروں گا۔ حضرت حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا اور فرمایا مجھے زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے پاس جو بایچہ سودینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور معذرت بھی کی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر کی ضیافت کی۔ آپ نے اُسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں۔ اور حضرت حسین نے بھی اسے اسی قدر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

بنزار نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ اے اہل

عراق ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ہم آپ کے امیر اور
 جہان بھی ہیں اور ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 ہے انما یرید اللہ لیزھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرنکم
 تطھیراً۔ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل سید
 رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں
 کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں سنی۔
 آپ کے اور عمر بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی
 جھگڑا تھا۔ تو آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو دلیل
 کر دے گا۔ یہ وہ سخت محنت کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا۔ مروان
 نے آپ کی طرف ایچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا عامل
 تھا۔ اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسن نے
 اس کے ایچی سے کہا۔ اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر
 ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہا ہے۔ اللہ کے ہاں تیرے
 اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے
 سچ کی تجھے جزا دے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام
 لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ سے سختی کی اور آپ خاموش رہے
 پھر اس نے دائیں ہاتھ سے رینٹ صاف کی تو آپ نے فرمایا تیرا برا
 ہو کیا تجھے علم نہیں کہ دریاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرمگاہ کیلئے
 ہے۔ تجھ پر انسو س ہے تو مروان خاموش ہو گیا۔

آپ عورتوں کو بہت طلاق دینے والے تھے۔ آپ محبت کرنے والی عورت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ آپ نے نوے عورتوں سے شادی کی۔

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے اہل کوفہ حسن کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والا آدمی ہے تو ایک ہمدانی نے کہا ہم ضرور اسے لڑکیاں دیں گے۔ وہ جس سے راضی ہو اُسے رکھے اور جس کو ناپسند کرے اُسے طلاق دے دے۔ جب آپ نے وفات پائی تو مردان آپ کے جنازے پر رو یا۔ تو حضرت حسین نے اُسے کہا کیا تو اس پر روتا ہے حالانکہ تو نے انہیں سخت اذیت دی ہے۔ اس نے جواب دیا میں یہ اس شخص سے کرتا تھا جو بہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مند کی نسبت غربت، صحت کی نسبت بیماری زیادہ پسند ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے۔ میں کہتا ہوں جو شخص اپنے آپ کو اس اچھائی کے سیر و کر سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ اُسے اس حالت کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ دوسری کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ ہر سال ایک لاکھ روپیہ بخشش کیا کرتے تھے۔ ایک سال حضرت معاویہ نے روپیہ روک لیا اور آپ بہت تنگ ہو گئے فرماتے ہیں میں نے معاویہ کو اپنے متعلق یاد دلائی کرانے کے واسطے خط لکھنے کیلئے روات منگائی۔ پھر میں رُک گیا۔ میں نے خواب میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اباجی اچھا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے جیسی مخلوق کو یاد دلائی کرنے کے لئے روات منکوائی تھی۔ میں نے جواب دیا: ہاں یا رسول اللہ میں کیا کہا کروں۔ فرمایا یہ دعا کیا کرو۔

اللہم اذق فی قلبی
رجاءک واقطع رجائی
عن سوال حتی لا ارجو
احدا غیرک اللہ و ما
ضعفت عند قوتی وقصر
عند عملی و لم تنفستہ
الیہ رغبتی و لم تبغہ
مستغنی و لم یجزع علی
لسانی مبالغت احدا
من الاولین والاخرین
من یقین غشی بک
یا ایہم الراحمین

اے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے ماسوائے میری امید کو منقطع کر دے۔ یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ جس چیز سے میری قوت کمزور اور میرا عمل قاصر ہو اور میری رغبت سے اور میرا سوال اسے نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو دیا ہے۔ اس یقین کے متعلق میری زبان میرا بات نہ چلے تو اے ایہم الراحمین مجھے اس سے مخصوص فرما۔

آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے میری طرف ایک کوڑ پانچ لاکھ روپے بھیجے۔ تو میں نے کہا سب تعریف اس خدا کی ہے جو یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا۔ اور اس سے دعا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا حسن کیا حال ہے؟ میں نے
 کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور میں نے آپ سے اپنی بات
 بیان کی۔ فرمایا اسے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے
 امید نہیں رکھتا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی
 سے کہا اسے بھائی آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالیٰ نے
 حضرت ابو بکر کو دے دی پھر چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو دے
 دی۔ پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی۔ اللہ
 نے اسے حضرت عثمان کو دے دیا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے
 تو آپ کی بیعت کی گئی۔ پھر آپ سے تنازعہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ
 نے تلوار منونت لی۔ مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لئے ساف نہ ہوا۔
 قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو
 اکٹھا نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کونہ کے لوگ جس بات سے
 آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے۔ میں تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اور آپ
 نے اسے قبول کر لیا ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضرت عائشہ
 کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا۔ میرا خیال ہے لوگ عنقریب اس
 سے روکیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بحث نہ کرنا۔ جب آپ
 فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ کے پاس جا کر پیغام
 دیا تو آپ نے جواب دیا یہ تو نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مروان
 نے انہیں روکا تو حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار بہن
 لئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ نے آپ کو واپس کر دیا۔ پھر آپ

کو اپنی والدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ کو زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر پہنچوایا۔ یزید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اور اس نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ چالیس روز تک بیمار رہے۔ جب آپ فوت ہو گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب دیا ہم نے تو حسن کے لئے بھی تجھے پسند نہیں کیا۔ تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ کئی متقدمین نے جیسے قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے قدر شریح التقریب میں آپ کو شہید قرار دیا ہے۔ آپ کی وفات ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے قول کے مطابق اکثریت کے نزدیک آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سوا سب کو غلط قرار دیا ہے خصوصاً جنہوں نے آپ کی وفات ۵۰ھ اور ۵۱ھ میں قرار دی ہے۔

آپ کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ آپ کو زہر دینے والے کا پتہ چلے مگر کسی نے آپ کو نہ بتایا۔ آپ نے کہا جس کے متعلق مجھے گمان ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے شدید انتقام لے گا۔ اور اگر وہ نہیں تو میری وجہ سے اُسے نہ مارا جائے۔ اور اللہ ہر چیز سے پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی میری وفات

سما وقت آگیا ہے۔ اور میں جلد آپ سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے رب سے جا ملوں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے۔ میں اس سے اللہ کے ہاں لڑوں گا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ میں کوئی بات نہ کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کر لوں تو مجھے قمیص پہنانا، غسل دینا کفن دینا اور مجھے میری چارپائی پر اٹھا کر میرے نانا کی قبر میرے لئے جانا۔ میں ان سے تجدید عہد کروں گا۔ پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر میرے جانا اور وہاں دفن کر دینا۔ اور میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ حضرت حسین نے پوچھا آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا کیا تیرے اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ تو اُن سے جنگ کرے۔ مگر میں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔ گویا میں اُسے بھڑی پرکٹ پلٹ رہا ہوں۔ حضرت حسین نے آپ سے کہا بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مقصد ہے کیا تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حسین نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جس کے متعلق

میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے
 اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مار جائے
 آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان
 قلعہ تھا اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش
 ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر
 میں اس رویا کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے
 اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی نماز جنازہ
 سعید بن العاص نے پڑھائی کیونکہ وہ اس سے پہلے حضرت معاویہ
 کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ آپ کو اپنی وادی دختر اسد کے
 پاس ان کے مشہور گنبد میں دفن کیا گیا ہے۔ آپ کی عمر ۸۳ سال
 تھی۔ ان میں سے سات سال آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ رہے۔ بیس سال اپنے والد کے ساتھ رہے اور پھر چھ ماہ
 خلیفہ رہے۔ اور پھر ساڑھے نو سال مدینہ میں رہے۔



باب یازدہم

اس باب میں اہل بیت نبوی کے فضائل کا بیان ہوگا۔ اسکی کئی تفصیلیں ہیں

سب سے پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی۔ جبکہ حضرت فاطمہ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ آپ نے ایک دفعہ ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شدت غیرت کے خوف سے آپ کو منع کر دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔ اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر، حضرت فاطمہ کے نکاح کے پیغام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خاموش رہے۔ اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں حضرت علی کے پاس انہیں مشورہ دیتے ہوئے آئے کہ تم اس رشتہ کو طلب کرو۔ حضرت علی کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس معاملہ کے لئے چوکس کر دیا تو میں اپنی چادر گھسیٹا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے فاطمہ سے بیاہ دیں

آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے کہا سیرا گھوڑا اور
 زرہ ہے فرمایا گھوڑے کے بغیر تمہارا چار نہیں۔ اللہ اپنی زرہ بیچ
 دو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور انہیں
 حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا
 اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلال سے فرمایا ہمارے واسطے خوشبو
 خرید لاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کیلئے جہیز تیار کر دیے۔
 آپ نے ان کے لئے ایک بُنی ہوئی چار پائی اور چڑے کا ایک تیکہ بنایا
 جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت علی سے فرمایا۔ جب
 حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی
 بات نہ کرنا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں۔ اور گھر کے ایک کونے
 میں بیٹھ گئیں۔ اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ ام ایمن نے
 کہا آپ کا بھائی اور آپ نے اُسے اپنی بیٹی بھی بیاہ دیا ہے فرمایا
 ہاں۔ آپ نے اندر آکر حضرت فاطمہ سے فرمایا مجھے پانی لا دیجئے۔ تو
 آپ گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اُسے
 لے کر اس میں کھلی مکی۔ اور حضرت فاطمہ سے فرمایا آگے آئیے۔ آپ
 آگے آئیں تو آپ نے پانی کو آپ کی چھاتیوں کے درمیان اور سر پر
 چھڑکا اور کہا

اللہم اتی اعیزہا بلک
 وذہبتہا من الشیطان
 الہیامیر
 اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد
 کو مرد و شیطان سے تیرے پناہ میں
 دیتا ہوں۔

پھر فرمایا میری طرف پلٹ کر۔ آپ نے پیٹھ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علی سے کیا۔ اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابوالخیر القزوينی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا۔ ابوبکر، عمر، عبد الرحمن اور کچھ انصار کو بلا لاؤ جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں۔ جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا عہدہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی مطوعت کا حکم اس کے آسمان وزمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو ایسی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے۔ اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے۔ اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے مصاہرت کو سبب لافتح اور امر مفترض قرار دیا ہے۔ جس سے اُس نے رحمت میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے منسلک اور پیوست بنایا ہے

اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا ہے
 بَشَرًا فَنَجْعَلُ مِنْهُ صَهْرًا اور اُسے نسب اور دامادی والا بنایا
 وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ہے اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

اور اللہ کا حکم اس کی قضا کی طرف اور اس کی قضا اس کی
 قدرت کی طرف چلتی ہے۔ ہر قضا کی ایک قدر ہوتی ہے۔ اور ہر قدر
 کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔

يَذْكُرُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے۔ اور جو
 وَيُثَبِّتُ رَعْنَدَةً چاہے قائم رکھتا ہے اور اس کے
 ام الكتاب پاس اصل کتاب ہے

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت
 فاطمہ کو حضرت علی سے بیاہ دوں۔ پس گواہ رہو اگر علی راضی ہو تو میں
 نے اُسے چار سو مثقال چاندی میں حضرت فاطمہ سے بیاہ دیا ہے
 پھر آپ نے کچھ روں کا ایک مثقال اور فرمایا ہوشیار ہو جاؤ
 ہم ہوشیار ہو گئے۔ تو حضرت علی آگئے تو حضور علیہ السلام مسکرائے۔
 پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ کو تجھ سے
 چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا تو اس پر راضی ہے حضرت
 علی نے کہا یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ السلام
 نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں میں اتفاق پیدا کرے۔ اور تمہارے
 نصیب کو بڑا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں سے بہت
 سی حبیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت طیب اولاد پیدا کی۔

تنبیہ

بظاہر یہ قصہ فوری ایجاب و قبول کی شرط کے لحاظ سے ہمارے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے مل "میں راضی ہوں"، کی بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت یا عدم قبولیت کا معاملہ حضرت علی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ حال کا واقعہ ہے جس میں احتمال پایا جاتا ہے کہ حضرت علی کو جب نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً اُسے قبول کر لیا۔ ہمارے نزدیک جس کی شادی غائب ہونے کی حالت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جیسا کہ اس جگہ ہوا ہے۔ اور اُسے اطلاع مل جائے اور وہ فوراً کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا۔ تو وہ نکاح درست ہوگا۔ آپ کا یہ قول کہ اگر وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں کیونکہ یہ معاملہ خاوند کی رضا مندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جہنیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دوسری تنبیہ

الذہبی نے المیزان میں اشارہ کیا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ انہوں نے محمد بن دنیار کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جھوٹی حدیث لایا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا

کہ یہ کس کی حدیث ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جس کا اسناد حضرت انس کی طرف ہے۔ لسان المیزان میں کہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کروں۔ پس تو جا کر ابوبکر، عمر، جہاڑین کی ایک جماعت جس کا آپ نے نام لیا اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لا۔ جب وہ آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ پھر آپ نے منگنی، عقد، ہجر کی مقدار کا ذکر کیا اور خوشخبری اور دعا کا تذکرہ کیا۔

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبد الملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد بن ہذا عن ہیشم عن یونس بن عبد بن الحسین عن انس سے بیان کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے غریب کہا ہے۔ پھر محمد بن طاہر سے نقل کیا ہے کہ اس نے تملکۃ الکامل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس میں راوی کی جہالت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذہبی نے جو اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس میں اعتراض ہے یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مہجول آدمی ہے۔ عنقریب بارہوی آیت میں اس کی تفصیل آئے گی۔ اس میں نسائی سے بسند صحیح

بیان کیا گیا ہے جو الذہبی کی تردید کرتا ہے۔ اور واضح کرتا ہے کہ یہ
قسم صحیح ہے پس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے



۱۔ اس روایت کو خطیب نے تلخیص المتشابه میں بیان کیا ہے اور سوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی
نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کر نیکی بعد کہا ہے کہ
محمد بن دنیاہ العرفی نے حضرت انس کی روایت میں وضع سے کام لیا ہے۔ اسبطرس
اس نے جابر کی روایت میں بھی وضع سے کام لیا ہے ابن عساکر کہتے ہیں کہ الذہبی نے
تلخیص میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں بہت سی رکابیاں ہیں۔ واللہ اعلم اور اس
کا ذکر ایسی قسم میں کیا ہے جس میں ابن جوزی نے تنزیہ الشریعہ سے
مخالفت نہیں کی۔

فصل اول

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

انما یرید اللہ لیذهب
عنکم الرجس اهل البیت
اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم
اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر
و بیطہرکم تطہیراً
تمہیں اچھی طرح پاک کر دے ۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی حضرت
فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ
ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اُسکی تذکیر کی جائے ۔ یہ
بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

واذکون مائتاتی فی بیوتکم

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے
جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کر رہے
تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور
بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا
ہے ۔ کیونکہ وہی آپ کے سکونت مکان میں رہائش پذیر تھیں ۔
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکون مائتاتی فی بیوتکم کی وجہ

ہے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے۔ اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں۔ اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں۔ خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطہ نگاہ سے تمسک کرنے کے مطابق ہیں۔ مگر اکثریت دوسرے نقطہ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لئے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور انہیں آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب

حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تپہ ہموٰ کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمد ہیں پس تو انہیں صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور پھر وہ بات کہی تو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما۔ اور

انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا۔ کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھی شامل ہے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں دُعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو جمع کیا اور ان کے لئے بیان شدہ دُعا سے بھی لمبی دُعا کی تو وائلہ اور حضرت علی نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی دُعا کیجئے آپ نے فرمایا اے اللہ وائلہ اور علی سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت وائلہ نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل سے ہے۔ وائلہ کہتے ہیں جو میں امید کرتا تھا وہی ہوا۔

یہ بھی کہتے ہیں گویا آپ نے تشبیہاً اُسے اہل کے حکم میں داخل کیا۔ جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقتاً۔ محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ وغیرہ کے گھروں میں یہ فعل دوبارہ کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی ہیبت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان کیلئے دُعا کرنے اور وائلہ اور ام سلمہ اور آپ کی بیویوں کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے اس قسم کی باتیں حضرت فاطمہ کے گھر میں کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی باقی

بیٹوں، اقارب اور ازواج کو بھی اکٹھا کیا اور حضرت ام سلمہ سے صحیح روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا بیشک انشاء اللہ۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا۔ تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھروالا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا۔ انما یرید اللہ لیزہب عنکم الشیئ اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ حاصل کلام یہ کہ سکونت گاہ میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھروالے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں غنئی طور مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھروالے۔ اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔ اور حضرت حسن سے ایک روایت

کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر ابھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بڑی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہلبیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہلبیت میں شامل ہیں۔ لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں نہ کہ آپ کے نسبی اہلبیت، وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہلبیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انہما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اسیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا۔ جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر صلام ہونا بھی بیان ہو گا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت

سکا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ درودوں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابو العباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی تہمید سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کی میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی حق اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہلیت میں شامل ہیں کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقۃ الفرض زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خام کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے حضور علیہ السلام نے نفل کی شریعت کا بھی اشارہ کیا ہے خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو۔ یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمرم اور بر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی علت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقر پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی

پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقرؑ ایسا آدمی اپنے خصال کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقرؑ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اگرچہ ابن عبد البر نے اس پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور آپ کی موت کے بعد ازواج کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا۔ سوائے اس حکم فقرو غریب کی بجائے کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی وجہ سے لیا جائے۔ جیسا کہ فقہ میں بیان ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ حلال ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زعم کے سوا یہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے مافون کا کشید کردہ تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے تھا۔ اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حرکت ہے کہ وہ لمہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین، تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید

کے لئے ہے کہ یہ بھارت متعارف جنس سے نہیں پھر آیت میں جو کچھ
 طلب کیا گیا ہے اُسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ
 اے اللہ میرے اہلبیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور خود
 اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ تاکہ آپ کی سنگ میں منسلک
 ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت
 میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ میرلی اور میٹھائی کو بھی اس بات
 کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش
 قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے
 فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے
 گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں
 کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے
 میرے قرابت داروں کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور
 جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت
 میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کے بغیر مجھ پر ایمان نہیں
 لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک
 میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام
 نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں

جب تک تم ان سے تمسک کر دو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت قل تعالوا ندع ابناعنا و ابناعکم الایۃ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں بھی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ انھا یرید اللہ لیزھب عنکم الرجس اہل البیت۔ پس اس آیت میں اہلبیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین ہیں۔

اے سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ حسن صیغر میں تشریف لے گئے تھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلۃ پڑھی جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جہیز نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے اہلبیت ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایچی ازواج اور اولاد مراد ہے۔ کہتے ہیں اسکا تعاقب کیا گیا ہے کہ تینوں روایات میں تطبیق ثابت ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ کسی راوی کو ایک بات یاد ہو جو دوسرے کو یاد نہ ہو اور تشریف میں آل سے مراد ازواج اور وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں اولاد بھی شامل ہو جاتی ہے اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے۔ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث کے درجہ یوں تطبیق دی ہے کہ نمازیں آل کے لئے دعا ہر مومن اور متقی کو حادی ہوگی اور حرمت صدقہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین مخصوص ہوں گے اور اس ہمہ گیری کی تائید بخاری سے ہوتی ہے کہ آل محمد نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اسے اللہ آل محمد کا رزق گذارے والا بنادے اور ایک قول میں ہے کہ آل سے مراد صرف ازواج اور اولاد ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا
 اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اسے مومنو! تم بھی ان پر درود اور اچھی طرح سلام بھیجو۔

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہیئے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الخیر۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الخیر اس بابت کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا حکم آپ کے اہلبیت اور بقیہ آل کے لئے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہلبیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے

میں نزول آیت کے بعد دریافت ذکر کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام
دیئے گئے ہیں ان میں ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ اور حضور
علیہ السلام نے ان کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ کیونکہ آپ پر
صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعظیم
بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چار میں
انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے پس
تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا
فرما اور اس دُعا کی استجابت کا قافیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ
کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ براء نہ بھیجا
کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ براء کیا ہے۔ فرمایا تم
کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور رک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو
اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد صحیحین میں جو آل کے لفظ
کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ فرمایا کہا کرو۔ اللھم صل
علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراہیم الی
آخرہ۔ اس لئے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور
وہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا
ہے۔ تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو امانہ نہ تھی

نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللہم صل علی محمد النبی الہی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ابن اسحق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائل ہو گئی ہے جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت میں امر وارو کے مخارج بیان سے خارج ہے اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہو یہ امر کا صیغہ ہے جو واجب کیلئے آتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت آدمی کے منہ میں تشہد کے متعلق آئی ہے کہ پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنے لئے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی پس یہ مرفوع حکم میں ہوگی اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالیٰ کی تعجید کی اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی آپ نے فرمایا اس آدمی نے جگہ سے کام لیا ہے۔ پھر اُسے بلایا اور اُسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد و ثناء الہی کی ابتداء کا مقام تشہد کا جلو ہے اس تمام بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ

تہشہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے جب آپ کو علم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ تہشہد میں صلوٰۃ پڑھے گا امر و جوی ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت میں اس کے محل کی تعیین بھی ہے جو تہشہد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب کے متعلق امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرضا اور الجباب میں حضرت امام شافعی کو بُرا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود ثمالی وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی کے موافق ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترمذی ہی سے شیخ الاسلام، خاتمہ الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہاء سے اختلاف کیا ہے۔ محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جاسکتا

ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو بُرا کہا ہے۔ اس کا کوئی مضموم نہیں۔ اس میں کونسی بُرائی ہے کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحتِ راجحہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے
ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔

نوری نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو سمجھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلوٰۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس ہمیں افسردہ نہیں ہو سکتا۔

صلوٰۃ وسلام کا کٹھا ذکر کسی جگہ آیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ طیرانی نے "الدعاء" میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے۔ دہائی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ دعا قبولیت سے رُک کر رہتی ہے۔ اللہم صل علی محمد وآلہ اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قضیہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔ وہ المروفتہ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترمیم دی ہے۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا ادعا کیا ہے۔ اُسے سہو ہوا ہے۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے۔ کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا ہے۔

اے سخا دی کہتے ہیں ہمارے شیخ نے نووی کے قول "اس میں اعتراض ہے، کے بارے میں کہا ہے ہاں مفرود صلوٰۃ مکروہ ہے۔ کہ انسان سرے سے سلام ہی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت آدمی صلوٰۃ پڑھے اور کسی دوسرے وقت سلام پڑھے تو وہ بھی مکہ کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا۔

اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کما صلیت علی ابی ابراہیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے در شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لا صلوٰۃ لہ صحیح ہو جو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کر لو۔ اے

۳ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اے سناوی نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ کے بارے میں علماء کسے دین مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے وجوب عینی اور کفائی کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور مجلس میں ایک بار صلوٰۃ پڑھنی چاہیے یا جب کبھی آپ کا اسم شریف آئے اس وقت پڑھنی چاہیے۔ اور ان کے دلائل کو ظہری تفصیل اور تحقیق سے القول البدیع میں اور ابن قیم نے جلاء الافہام میں بیان کیا ہے۔

سلام علی ال یاسین سلام ہو ال یاسین پر۔

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا

ہے کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے۔ اور کبھی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علیہما میں حضور علیہ السلام بطریق اولیٰ داخل ہے ہیں۔ یا بطریق نفس داخل ہیں۔ جیسے اللہ صلی علی آل ابی اؤفی میں ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ اور یہ سیاق کا قضیہ ہے۔

اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے۔

جس سے صحیح مراد انشاء و طلب ہوتی ہے اور طلب، مطلوب مند کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے پس اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے۔ اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اسے طلب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا۔ اور اس میں مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا۔ تو یہ نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی مقتضی ہوئی اور نفس سے طلب کرنا ایک منقول بات ہے۔ جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی اور یہ ان سے اس وقت تعلق رکھتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے امر وہی

اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔
 فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے
 اہلبیت یا پچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا
 کہ فرمایا السلام علیک ایہا النبی اور فرمایا سلام علی آل
 یاسین۔ تشہد کی صلوٰۃ میں طہارت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 طہ یعنی اسے طہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطہرکم تطہیراً
 صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی
 یحبکم اللہ اور فرمایا لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی
 ۴:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقفوہم انہم مسئولون اور انہیں کھڑا کر دینا پوچھے جائینگے
 ولیمی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ
 حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وقفوہم انہم
 مسئولون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے
 میں پوچھا جائیگا۔ گویا یہ الواعدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے وقفوہم
 انہم مسئولون کے متعلق مراد ہے کہ وہ حضرت
 علی اور اہلبیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ
 تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو
 بتا دیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اترنا وکی محبت کے سوا کوئی اجر طلب
 نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حتی مولات
 ادا کیا ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے اور اسے ایک ہنل چمیر

خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق، اے کے الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور وہ بہت سچی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہارا طرح کا ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا ایلی میرے پاس آئے اور میں اُسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے جس میں نور و ہدایت ہے۔ پس کتاب الہی سے تمسک کرو اور اُسے مضبوطی سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رغبت اور ترغیب دلائی پھر فرمایا دوسرے اہلبیت ہیں آپ نے تین بار فرمایا میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے ہیں۔ لیکن اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علی آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا ہاں۔

ترمذی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا

ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو۔ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہے ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف خیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو۔ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجتہ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائیگا۔ اور اہلبیت کی مثال، باب حطۃ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہوگا۔ میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ اور ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو

دہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہلبیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آجاتی ہے۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑ جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا۔ پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھا اور نہ ان کے بارے میں کوئی تاہی کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل

کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہلبیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو ہمیں سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ نے کتاب اللہ اور عمرت ظاہرہ کی عظمت شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہل بیت کے متعلق میرے جانشین بننا اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی

حفاظت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی ہیں۔
فرمایا حرمتہ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت، اور بخاری
میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہلبیت
کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور
انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ابن سعد نے اور الملائ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے متعلق اچھی وصیت کرو کیونکہ
میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس کا میں مقابل
ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا۔ وہ
آگ میں داخل ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کے بارے
میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان
کیا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت جنت کا ایک درخت ہیں۔ جس کی
شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنا لے
اور الملائ نے ہر بنائین کے متعلق حدیث بیان کی ہے کہ میرے اہل
بیت کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دنیا سے گل ہوں گے
تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل
کو دور کریں گے۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے
وفد ہیں۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وفد بنا کر بھیجتے ہو اور
احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے۔
جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور حضرت حسن کی
حدیث میں ہے آگاہ رہو کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے امراء

معارف کے ظرف ہیں۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور بُرے سے درگزر کرو۔

تعلیم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے۔ اور اہل ہنسل اور قریبی تعلق داروں کو تعلیم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔

اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی گاہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا، تسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب اعراف اس خدا کی جیسے نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام تعلیم ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجہ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے۔ وہی کتاب و سنت کے معارف ہیں۔ کیونکہ وہ خوف کو شریک کتاب کو نہ چھوڑیں گے۔ اور اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور روشن کرامات اور بشمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث

آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب یہ عموم قریش کیلئے ثابت ہو گیا تو اہلبیت ان سے بڑھ کر اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش شریک نہیں تھے اور جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیونکہ کتاب عزیز یہی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ اور گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے کہ میری اُمت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لئے میرے اہلبیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الیٰ آئمہ چھ حواریں میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہو سکے سب سے بڑے محدث و حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے دقائق کو بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی عندیہ جم کے موقع پر آپ کو

لے اہلبیت کے مفہوم کو چار الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ آل، اہلبیت، ذوالقرنیٰ اور عترت۔ اور عترت سے انہیں حشر کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ذریرہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ الزرقانی علی الموارب میں لکھا

مخصوص فرمایا ہے اور گزشتہ حدیث میں ابھی جو عیب تہ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور بات کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان میں کیونکہ عیب تہ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو کیونکہ عیب تہ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں جس سے نشوونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں جبکہ کرش کا مطروف باطن اور عیب تہ ظاہر کی مثال ہے۔ بہر حال یہ ان کے متعلق وقتیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے۔ اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حدود اللہ اور حقوق العباد کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں درگزر کر دے اس طرح یہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ برے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کر دے۔

ایک روایت میں ہے کہ حدود کو چھوڑ کر اور امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں اور کسی دوسرے آدمی کا یہ قول اس کے قریب ہے کہ وہ لوگ کیا شر کو چھوڑ کر مغائرت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے۔ ۵۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے

جميعا ولا تفرقوا ۔ تمام لو اور تفرقہ نہ کرو ۔

تعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہ سی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا** اور آپ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت تلاوت کرتے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ تو ایسی دعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شیعہ نبویہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیات سے محبت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اہتمام لگایا ہے ۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک ٹرتا رہے ۔ اس بدلت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے ۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ولا تكونوا کالذین تفرقوا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں
واختلفوا من بعد ما جاء نے بنیات آنے کے بعد اختلاف
ہم البینات اور تفرقہ کیا ۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں
 ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا ہے ۔ اور ان

لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت قرار دیا ہے۔ اور مخلوق کو یونہی بغیر محبت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروغ اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور ان کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 افرح بحدوث الناس کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے
 علی ما آتاهم اللہ من ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے
 فضله دیا ہے

ابو الحسن الغزالی نے حضرت امام باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما کان اللہ ليعذبہم اللہ ایسا نہیں کہ انہیں تیری موجودگی
 وانت فیہم میں عذاب دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند ضعیف کے

ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے۔ تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرا یا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شعبین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت، میری امت کے اختلاف کی امان ہیں۔

جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے بابِ حطہ کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوگا اللہ اسے بخش دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ان کے علماء ہیں۔ کیونکہ لوگ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی

حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدی کا وقت ہوگا۔ مہدی کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کی بعد پلے درپلے نشانات ظاہر ہوں گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا۔ جس سے سطح زمین پر ایسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا جھٹلائی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے گا اور شریر لوگ پرندوں کی پوٹ اور درندوں کے بیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو نیکی سے نا آشنا اور بُرائی کو بُرا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہلبیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا کیا ہے تو اس دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیونکہ اہلبیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا ہو اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطے سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیونکہ ان کی مال حضرت

فاطمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔ پس انسان میں یہ آپ کے قائم مقام ہیں۔ انتہائی ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشے دالے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا۔ وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور رکشی کے جنگلات میں ہلاک ہوگا اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمت اسلام کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔ یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہلبیت کو تر پرائیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا۔ وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہوگا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اور باب حطہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کیلئے اہلبیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۸ :: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والی لغفار لمن تاب اور میں توبہ کرنے والے، ایمان
و آمن وعمل صالحاً لانے والے اور عمل صالح بجالانے
ثم اھتدی۔ والے کو ضرور بخشنے والا ہوں۔ اور پھر
ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البتانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت
کی طرف ہدایت پانے والے کو حضرت ابو جعفر الباقدر سے بھی
یہی بیان آیا ہے۔ دلیلی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی
بیٹی کا نام اس لئے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور
اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حسین کا ہاتھ
پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے مال باپ کو محبوب
رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا یہ
الفاظ ترمذی نے بیان کئے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔
”وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا،“ کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ

لے یہ محدث حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے ابن جوزی کہتے ہیں اس میں محمد بن زکریا
الغلابی ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں اسی طرح اسمیں بشر بن ابیہم
الانصاری بھی ہے۔ اور حضرت علی کی سند میں آیا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی ذریت کو
قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور
اس کی سند میں نظر ہے جیسا کہ منزیہ الشریعہ میں ہے۔

قرب و شہود کی محبت ملنے سے نہ کہ محبت مرتبی و مقامی،

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ

نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محبوبوں کا کیا ہے گا؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ اور حضرت ابوبکر کے فضائل میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان ہو چکی ہے جس سے اس حدیث کا محل معلوم ہو سکتا ہے۔

ردائف اور شیعہ کو (خدا ان کا ستیا ناس کرے) ان احادیث سے یہ وہم نہ ہو کہ وہ اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ان کی محبت میں یہاں تک افراط سے کام لیا ہے۔ جو انہیں تحقیر صحابہ اور تفصیل امت تک لے آئی ہے۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میرا محبوب مفروضہ سیری تعریف میں وہ باتیں کہتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی کی محبت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ان احمقوں اور گمراہوں نے آپ کے اور آپ کے اہلبیت کے متعلق افراط سے کام لیا ہے۔ پس ان کی محبت ان کے لئے عار اور ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا بُرا کرے کہ وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں اور طبرانی نے بسند ضعیف بیان کیا ہے کہ حضرت علی ایک دن بصرہ میں سوئے چاندی سمیت تشریف لائے۔ فرمایا سفید اور زرد میرے غیر کو دھوکہ دے۔ اہل تمام کا جب تم پر غالب نہیں گئے تو دھوکہ دیں گے۔ آپ کی یہ بات

لوگوں کو گراں گزری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔ اور تیرے شیعہ راضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن اس کے سامنے غضبناک ہو کر جھکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علی نے ان کے جھکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ حقیقت میں ان کے دشمن ہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج اور ہدایت کے طریقوں سے ہٹانے والی محبت سب سے بڑی عداوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی محبت ان کی ہلاکت کا باعث بن جائے گی۔ جیسا کہ ابھی صادق و معقول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان ہو چکی ہے اور اہل شام میں سے خوارج وغیرہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت معاویہ اور اس قسم کے صحابہ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اجر ہے اور آپ اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کیلئے دواجر ہیں۔ اور ہمارے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی اور آپ کی ذریت کے تبعہ نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ جیسا کہ صاحب المطالب العالیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور وہ جلدی آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے آپ

نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین ہم آپ کے
 شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اے لوگو کیا وجہ ہے
 کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوبوں کا حلیہ نہیں
 دیکھتا تو وہ شرم سے چپ ہو رہے۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے
 کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں جس
 نے آپ کو اہلبیت میں سے بنا کر آپ کو عزت دی ہے۔ اور خاص
 کیا ہے۔ اور آپ سے محبت کی ہے۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں
 کی صفت کیوں نہیں بتائی تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات
 یہ ہیں۔ کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اوامر الہیہ پر عمل کرتے ہیں۔
 صاحب فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک گذارے
 کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے۔ ان کی چال میں تواضع
 ہوتی ہے۔ وہ اطاعت الہی میں سرشار ہوتے ہیں۔ اور اس کی
 عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ
 چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور ان کے کان اپنے رب
 کے علم پر ہوتے ہیں۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی
 ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ
 نے ان کے لئے موت مقدر نہ کی ہوتی تو لقاء الہی کے شوق، ثواب
 اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی روحیں چشم زدن کے لئے بھی
 ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں۔ ان کے دل میں خالق کی عظمت ہوتی
 ہے اور مسمیٰ کی ان کی نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ان
 کی اور جنت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جنت کو دیکھا

ہے اور وہ اس کے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کی اور آگ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دوزخ کو دیکھا ہے اور انہیں اس میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تھوڑے دنوں صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل راحت عطا کی۔ دنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دنیا کو پسند نہ کیا۔ دنیا نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے اُسے عاجز کر دیا وہ رات کو صاف باندھ کر قرآن کریم کے اجزاء کو سنوار کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کی مثال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور کبھی اس کی دوا سے اپنی بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی جبینوں، پتیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو پچھا دیتے ہیں۔ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں وہ جبارِ عظیم کی تجسید کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اس کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ تو ان کی رات کی حالت ہے۔ دن کو وہ نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں۔ ان کو ان کے پیدا کرنے والے کے خوف نے چیل کر رکھ دیا ہے۔ وہ پیالے کی طرح ہیں۔ تو انہیں بیمار خیال کرے گا۔ یا تو اس بانہ، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے بلکہ عظمت الہی اور اس کی حکومت کی سختی نے ان کو ایسے مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دل اُڑ گئے ہیں اور ان کی عقلیں جاتی رہی ہیں۔ اور جب وہ اس سے ڈرتے ہیں تو پاکیزہ اعمال سے خدا تعالیٰ کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے تھوڑے عمل سے راضی نہیں ہوتے اور نہ زیادہ عمل کو زیادہ خیال کرتے

ہیں۔ وہ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے اعمال سے
 خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر کسی کو تو دیکھئے گا کہ وہ دین
 میں قوی، نرمی میں محتاط، یقین میں یوں، علم کا ترلین، فقہ میں
 فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مالدار میں میانہ روی
 فاتحے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں خشوع
 کرنے والا، غریب کے لئے رحمت، حق کی ادائیگی کر نیوالا
 کمانے میں نرم رو، حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں خواہشا
 سے بچنے والا، جہالت اُسے دھوکہ نہیں دیتی۔ وہ اپنے عمل کا
 حساب کرنا نہیں چھوڑتا۔ عمل میں دھیما، اپنے اعمال صالحہ کے
 متعلق خائف، صبح کو اس کا کام ذکر الہی اور شب کو شکر الہی، وہ
 غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور صبح کو
 فضل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے باقی
 رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور فنا ہونے والی
 چیزوں سے بے رغبتی، وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا
 ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ بستی اس سے دور
 رہتی ہے اس کی امید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں
 تھوڑی ہوتی ہیں۔ اس کی موت متوقع ہوتی ہے۔ اس کا دل
 عاشق اور شکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے۔
 اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے۔ اپنے غصے کو پینے والا ہوتا
 ہے۔ اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ
 مہمل ہوتا ہے۔ اس میں کبر معدوم ہوتا ہے۔ اس کا مبر واضح

ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کثیر ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام ریاکاری سے نہیں
 کرتا اور نہ حیا سے اُسے چھوڑتا ہے..... یہ لوگ ہمارے
 شیعہ ہمارے محب، ہم سے اور ہمارے ساتھ ہیں۔ آگاہ رہو
 ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے شوق ہے۔ تو ہمام بن عباد بن خنیس
 جو آپ کے ساتھ تھا اور بڑا عابد آدمی تھا اُن نے چیخ ماری۔ اور
 بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب لوگوں نے اُسے بلایا تو وہ دنیا کو
 چھوڑ چکا تھا۔ غسل کے بعد امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سمیت
 اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اللہ تجھے توفیق دے۔ اس کی اطاعت
 پر غور کرو۔ اور وہ مجھے ہمیشہ ان بلند، جلیل القدر، روشن، کامل
 اور محفوظ اوصاف کی کامل نعمتوں سے نوازے۔ تو جانتا ہے کہ
 یہ اوصاف ائمہ وارثین کے اکابر عارفوں میں پائے جاتے ہیں
 یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور ان کے اہلبیت کے شیعہ ہیں۔
 اور روافض اور شیعہ اور ان جیسے لوگ تو شیطان کے بھائی،
 دین کے دشمن، عقل کے ہلکے، فروع و اصول کے مخالف، گمراہی
 کی طرف منسوب ہونے والے اور عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ یہ
 ان اہلبیت کے شیعہ نہیں جو جس سے پاک اور نقائص اور گند
 کی طوئی سے صاف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے بارے
 میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ پس وہ اس کی جناب سے
 اس بات کے مستحق ہو گئے ہیں کہ وہ انہیں ضلال و اشتباہ کی
 ہلاکتوں میں حیران چھوڑ دے۔ دراصل یہ ابلیس لعین کے
 شیعہ اور اس کے متبر بیٹوں کے خلفاء ہیں۔ پس ان پر اللہ

اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر عمر بھر میں عمل کیا ہے۔ اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے۔ اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت و طریقت کے نزدیک بعض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی تحویلات اور مرغوبات کے مقابلہ میں اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے۔ اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میری محبت اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن حاد بئذ من بعد ما جاءہ من العلم اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس بعد ما جاءہ من العلم بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ فقل تعالوا نذیع ابناؤنا ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ و ابناؤکم و نساء و اولادکم کو بلا تے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں و انفسنا و انفسکم اور اپنے آپ کو بلاؤ۔ پھر ہم دعا کر کے نبہل فنجعل لعنة الله جھوٹوں پر لعنت ڈالتے ہیں۔

علی کا ذہن

کشف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فہمیت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں۔ کیونکہ جب

یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا۔ حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے

ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت یہ ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سودمند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بیشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اسے لوگو! میں حوض کوثر پر پہنچا رہے لئے فرط ہوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے اگرچہ حاکم نے اسے صحیح قرار

دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اللہ تعالیٰ پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ مین کے دو قبیلوں جبا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوری کے روز حضرت علی نے

اہل شوری پر حجت کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے

جو رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے
سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور
اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں
طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو
اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب
کی صلب میں رکھا ہے۔

ابو الخیر الحاکمی اور صاحب کنز اللطائف نے ابی طالب کے
بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباسؓ بیٹھے ہوئے
تھے آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ
کر آپ سے بیعت کیا اور آنکھوں کے درمیان حصہ کو بوسہ دیا اور
دائیں ہاتھ بیٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے
فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری
ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت
میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ
واری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے
اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا
جائے گا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ
تمام نبی ام سوائے حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب

ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے العلل المتناہیہ میں درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور اچھی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کثرت طرق بعض اوقات اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں بلکہ حضرت عمرؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کا پیغام حضرت علیؓ کو دیا تو انہوں نے اس کی صغر سنی کا عذر کیا اور یہ بھی کہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹے کیلئے رکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے انہیں کہا میرا مقصد اس سے شہوت نہیں لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے سبب و نسب کے سوا قیامت کے روز تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ اور ہر عورت کی اولاد کا عصہ سوائے اولادِ فاطمہ کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا۔ کیونکہ میں ان کا باپ اور عصہ ہوں۔

بیہقی اور طبرانی نے ایسے رجال کی سند سے ایک روایت بیان کی ہے۔ جو اکابرین اہلبیت میں سے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے مل کر کہا اے ابوالحسن آپؐ اپنی بیٹی ام کلثومؓ بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کر دیں آپؐ نے جواب دیا میں نے انہیں اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم روئے زمین کا کوئی

ایسا شخص نہیں جو میری طرح ان کی حسن صحبت کا خواہاں ہو۔ اے ابوالحسن آپ میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں نے اس کا نکاح دے دیا۔ حضرت عمرؓ اپنی جگہ روضہ میں انصار و مہاجرین کی مجلس میں واپس آگئے۔ اور کہا مجھے مبارک دو۔ لوگوں نے کہا کس بات کی۔ آپ نے کہا حضرت علیؑ کی بیٹی ام کلثومؓ کی۔ اور بیان کرنے لگے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ میرا دامادی یا سبب یا نسب کے سوا تمام دامادیاں سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی صحبت حاصل تھی۔ میں نے چاہا کہ میرا ان کے ساتھ سبب بھی قائم ہو جائے۔ یہ حدیث، اہلبیت کے طریق سے مروی ہے۔ اور وہ صحت

جو ہمارے زمانے میں حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے نکاح کا انکار کرتی ہے اس سے حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت سے کس قدر نا آشنا ہیں۔ لیکن تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کبھی علماء سے ملے ہی نہیں اور اس کے ساتھ ان کی عقل پر جاہل و افض چھائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس جہالت کو ان میں داخل کر دیا ہے۔

اور انہوں نے ان کی اس معاملہ میں تقلید کی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تو عین جھوٹ اور جس سے مکابروہ کرنا ہے۔ اور جو شخص علماء سے مقابلہ اور کتب اخبار و سنن کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور جان لے گا کہ حضرت علیؑ نے حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عمرؓ سے بیاہ دیا تھا۔ اور اس کا انکار کرنا جہالت، عناد، جس سے مکابروہ اور عقل و دین میں خرابی پیدا کرنے والی بات ہے۔

یہی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب کہا کہ میں حضور

علیہ السلام سے سببیں اور نسبی تعلق کو پسند کرتا ہوں۔ تو حضرت علی نے حسنین نے فرمایا اپنے چچا کو بیاہ دو۔ انہوں نے کہا وہ بھی ایک عورت ہے جو اپنے بارے میں مختار ہے۔ تو حضرت علی غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا۔ اے ابا! ہم آپ کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتے۔ پھر حسنین نے اپنی بہن کو حضرت عمر سے بیاہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا خدا کی قسم حضرت علی کی وفات کے متعلق میرے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب و نسب کے سوا تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حکم دیا اور وہ آراستہ ہوئیں اور انہیں آپ کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور دعا کی۔ جب وہ کھڑی ہوئیں تو آپ نے اُن کی پٹلی پکڑ کر فرمایا اپنے باپ سے کہہ میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب وہ آئیں تو اُن سے پوچھا گیا انہوں نے تمہیں کیا کہا ہے تو آپ نے سب بدلت بتادی۔ تو آپ نے حضرت عمر کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ان کے ہاں زید پیدا ہوئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اجازت طلب کر لوں تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بیٹوں سے اجازت لی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین خاموش رہے اور حضرت حسن نے بات کی اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا اے باپ! عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر وہ خلیفہ بنے اور عدل و انصاف سے کام لیا تو آپ کے باپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے۔ مگر میں نے آپ دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ نے حضرت ام کلثوم سے فرمایا امیر المومنین کو جا کر کہو میرے ابو آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ حسن ضرورت کا آپ نے ان سے اظہار کیا تھا وہ بھی انہوں نے پوری کر دی ہے حضرت عمر نے ان کو بچڑ کر اپنے ساتھ چٹایا اور وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا وہ تو چھوٹی بچی ہیں تو آپ نے گزشتہ حدیث کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سبب و دامادی کا تعلق ہو۔ آپ کا انہیں بوسہ دینا اور اپنے ساتھ چٹانا۔ ان کے اکرام کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ صغر سنی کی وجہ سے اس حد تک نہ پہنچی تھیں کہ انہیں چاہا جاتا اور ایسا کرنا حرام ہوتا اور اگر آپ چھوٹی نہ ہوتیں تو آپ کے والد اس کام کے لئے انہیں کبھی نہ بھیجتے۔ پھر حضرت عمر کی یہ حدیث صحابہ کی ایک اور جماعت جیسے المنذر بن عباس، ابن زبیر اور ابن عمر سے بھی آئی ہے اور اس کا اسناد اچھا ہے۔

تنبیہ | ان احادیث سے حضور علیہ السلام کی طرف انتساب کے

عظیم فائدے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں، دیگر احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کو فضیلت الہی، تقویٰ اور اطاعت الہی کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ کہ قیامت کے روز آپ کا قرب تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوگا۔ ان میں صحیح حدیث یہ ہے کہ جب آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو آپ نے قریش کو بلایا وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر خاص و عام سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے صفیہ بنت عبدالمطلب میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا سوائے اس کے کہ تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں عنقریب اس تعلق کا صلہ دوں گا۔

ابوالشیخ نے ابن حبان سے بیان کیا ہے۔ اسے بخیر قیامت کے روز لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ اور تم دنیا کو اٹھاتے ہوئے آؤ گے میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔

بخاری نے ابوالمفرد میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میرے دوست متقی ہوں گے۔ خواہ نسب کتنا ہی قریب ہو۔ لوگ اعمال کے ساتھ آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں اس طرح کہوں گا اور آپ نے اپنے دونوں کندھے موڑ لئے۔ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ میرے اہلبیت کا خیال ہے

کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے مقرب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں
 تم میں سے میرے دوست متقی لوگ ہیں جو بھی ہوں اور جہاں
 بھی ہوں۔

شیخین نے حضرت عمر بن العاص سے بیان کیا ہے کہ
 میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز میں فرماتے سنا ہے
 کہ نبی فلاں کی آل میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ اور صالح
 مومن ہیں۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ
 رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور عنقریب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا۔

عجب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم مشافہات کی وجہ
 یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود کو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک
 نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے تبار کو نفع پہنچانے کا اختیار
 دے دے گا۔ بلکہ آپ کی تمام امت آپ کی عمومی اور خصوصی شفاعت
 سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا
 کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ
 تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور عنقریب میں اس تعلق کا صلہ
 دوں گا۔ اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے
 کسی کام نہیں آسکتا کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں
 آسکتا۔ مولیٰ اس کے اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشے
 جیسے شفاعت یا مغفرت وغیرہ۔ آپ نے انہیں مقام تَخْلُوف کی رعایت
 عمل کی ترغیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الہی میں زیادہ حصہ
 لینے کیلئے اس طرح مخاطب کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رشتہ کے

حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لئے اشارہ کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا۔ یا شفا کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے، دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے اسی لئے بعض لوگوں پر حدیث ”کل سبب و نسب“ کی تطبیق غنی رہی ہے

اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت، بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہوگی مگر یہ توجیہ بہت بعید کی ہے۔ اگرچہ الموضع میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی ہماجرین اور انصار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب و نسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی

تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ انکی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ فقید امتیں بھی اپنے

انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی کیونکہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے پہنچا دیا تھا تو پھر اللہ ان کی امت سے دریافت کرے گا کیا تم تک اس نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ (المحدث)

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی آیا ہے گذشتہ حدیث

میں آپ کے قول کہ میرے دوست متقی ہیں اور میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں، اسے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی رشتہ داری، قرابت اور شفاعت کا نائدہ آپ کے اہلیت کے گنہگاروں کو پہنچنے کا اگرچہ اس رشتہ کا انتفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کی نافرمانی اور نعمت قرب نسب کی ناشکری اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کے باعث جو آپ کے حضور پیش ہونے پر آپ کو تکلیف دیں گے، منتفی ہو جائے گا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اس شخص سے اعراض فرمائیں گے جو کہے گا کہ اے محمد جیسا کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور حسن بن حسن السبط نے بعض غالیوں سے فرمایا: تمہارا بُرا ہو ہم سے اللہ محبت کرو۔ اگر ہم اطاعت الہی کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ تمہارا بُرا ہو اگر بغیر اطاعت الہی کے اللہ تعالیٰ قرابت رسول کی وجہ سے نائدہ دینے والا ہو تا تو وہ شخص ضرور نائدہ اٹھاتا جو ہم سے حضور علیہ السلام کا بڑھ کر قریبی ہوتا۔ خدا کی قسم مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے گنہگار کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور اچھے کام کرنے والے کو دو دفعہ اجر ملے گا معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ استدلال اس آیت سے کیا ہے۔

یا نساء النبی من یات	اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو
مکن بغا حشۃ مبینۃ	واضح بے حیائی کی مرتکب
یضا عفا لہا العذاب	ہوئی اُسے دگنا عذاب دیا

خاتمہ

گذشتہ احادیث سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب
 تخلص کے قول کا میلان معلوم ہو چکا ہے۔ حضور علیہ السلام کے
 خالص میں یہ بات بھی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف
 منسوب ہوگی اور دوسرے لوگوں کی بیٹیوں کی اولاد ان کے جد کفالت
 اور دوسروں کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ اور القفال نے اس سے انکار
 کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کسی کی طرف
 اس کی بیٹیوں کی اولاد منسوب ہوگی مگر اس کی تردید گذشتہ حدیث
 سے ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ہر ماں کے بیٹے سوائے اولاد نامہ
 کے اپنے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوں گے۔ پھر آپ کی طرف
 انتساب کے وہ معنی جو آپ کی خصوصیت بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ
 آپ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور وہ آپ کے
 بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفایت میں معتبر خیال کیا گیا ہے
 اور شریعت یا شمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ
 قول کہ بنی ہاشم بالمطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کفو ہیں جیسا
 کہ میں نے الفتویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے
 یہاں تک کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل
 ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے ناما کے
 ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے۔ ہاں ناما، ماں اور
 باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت۔

نسل اور عقب کا ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تائید میں نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کو محض اختلاف نہیں ہے

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب المؤمنین کہتا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول مؤثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سرور ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا تَقْبَلُوا لَهُ مِيرَاثًا إِنَّهُ كَرِهُوا وَأَسَاءُوا
اور ان کے اعقاب پر حقد اور اسباط کے شمول پر دلائل دیئے ہیں اور اس کو بڑی وسعت دی ہے اور باب الوقف میں علماء کے متاویں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ذریت، عقب، نسل، بنین اور اولاد کے القفال بیٹیوں کی اولاد پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

ہے کہ
وما کان محمد اباحدا من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم
رجالکم
میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

یہ آیت آئندہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ
کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے اس سے مراد یہ
ہے کہ آپ اکرام واحترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔
۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک
فقوضی
عنقریب تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا
کہ تو راضی ہو جائے گا

قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے راضی ہو گئے ہیں کہ
آپ کے اہلبیت میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو۔ سدی
نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ
اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں
نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ اُسے وہ عذاب نہیں دے
گا۔

اور الملا نے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا
کی کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو
اللہ نے میری یہ دُعا قبول فرمائی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نبیؐ! شتم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں نے جنت کے کسی حلقہ کو بھڑا تو میں تم سے ابتدا کروں گا۔ طبرانی نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہلبیت اور میری امت میں سے میرے محبت ہوں گے مگر یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے ہماجرین کے فقراء ہوں گے۔ اور اگر پہلی روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فقراء ہماجرین کے بعد، سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے وہ لوگ ہوں گے۔

المخلص، طبرانی اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر مہاجرین کے ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہو گا اور بڑا اور طبرانی اور دوسروں کے نزدیک میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اہل مدینہ، پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا اور انہی دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ پہلی روایت میں قبائل کی ترتیب اور اس میں ملکوں کی ترتیب کے لحاظ سے شفاعت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قریش سے ابتدا

کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بزرار، طبرانی اور ابوالغیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔

ابن عدی نے ابن مسعود کی حدیث سے عربین غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیدیا ابن عثیمہ شیعہ کے شیوخ میں سے ہیں جسے واقطنی اور الذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت فاطمہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دے گا۔ مجمع الزوائد میں اسکے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محمد الرضی نے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین سے مخصوص قرار دیا ہے۔ اور ابو کریم نے دل ربیعی کے لفظ کو آپ کی نبی اولاد میں سے اطاعت کرنے والوں کے متعلق عام قرار دیا ہے۔ اور جو حدیث اسکے بعد بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث کہ میری بیٹی فاطمہ حور ہے اسے خطیب نے بیان کیا ہے مگر یہ ثابت نہیں اور ہمیں کئی مجهول آدمی ہیں اور اسماء کی روایت بھی ایسی ہی ہے کہ اس نے حضرت فاطمہ کا حوض و فاس نہیں دیکھا۔ محب طبری نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے اور یہ ایک باطل روایت ہے جیسا کہ ابن عراق نے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابو القاسم الاشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اے فاطمہ میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے ؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے ۔ نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی خور ہے جیسے حیض نہیں آیا ۔ اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے ۔ طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا ۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا ۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اے بنی عبد المطلب ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اے نبوہاشم میں نے تمہارے مستحق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ لوگوں کو رحیم و نجیب بنا دے اور یہ دعا بھی کی کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور خوفزدہ کو امن دے اور مجھ کو میر کرے ۔

الذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ہم بنو عبد المطلب یعنی میں ، حمزہ ، علی ، جعفر بن ابی طالب ، حسن ، حسین اور عہدی اہل جنت کے سردار ہیں !

حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ میں نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار میں سے چوتھا آدمی ہو، سب سے پہلے میں اور تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد، ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہو اور ہماری بیویاں، ہماری اولاد کے پیچھے ہوں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔ اور نوں آیت میں حضرت علی سے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ اس کا مطالعہ کرو کیونکہ وہ اہم مقام ہے۔ اسی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں کا نام آجکل شیعہ ہے وہ ابلیس کے شیعہ ہیں۔ کیونکہ اس نے ان کی عقل پر غالب اگر انہیں کھلے طور پر گمراہ کر دیا ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ میں، تو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس کی صحیح روایت اس کی شہادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفق کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ

ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
 ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَنسَلْنَا بِهِمُ الْبُيُوتَ الْمُنَادِيَةَ
 انہیں انکی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے اسے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے
 اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا۔ پس خوش
 ہو جاؤ کیونکہ تو خوش کو تر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے۔ مگر یہ
 روایت ضعیف ہے۔ اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے
 شیعہ خوش کو تر پر سیاہ، سفید اور صورت میں آئیں گے۔ اور
 تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کئے ہوئے ہوں گے۔ یہ حدیث
 بھی ضعیف ہے۔ آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گزر چکا ہے پس
 مگر انہوں کے دھوکہ اور منکروں، رافضیوں اور شیعہ وغیرہ کی جھلساری
 سے کچھ، اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے یہ کہاں پھر رہے جاتے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم
 خیر البریۃ
 جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ
 بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں

حافظ جمال الدین الزرنندی نے حضرت ابن عباس سے بیان
 کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے
 روز راضی اور رضا یافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے

میں سہراونچا کئے ہوں گے، حضرت علی نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے، فرمایا جو تجھ سے اظہار سب زاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا اسے علی تیرے شیعہ اور محب اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں۔ ذرا آپ کے شیعوں کی صفات کو مستحضر کیجئے اور ان گذشتہ اخبار کو بھی ذہن نشین رکھئے جو رافضیوں کے متعلق آغاز باب میں مقدمات میں بیان ہو چکی ہیں۔ دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اسے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلیل کرنے والے ہیں پھر وہ اسے پھینک دیں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہ حدیث بہت طرق سے آئی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میری باری تھی۔ اور حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے حضرت علی بھی تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے علیؑ، تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ مگر تیرے مہول میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اسلام کو ذلیل کریں گے

اس کو چھینک دیں گے۔ قرآن شریف پڑھیں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان سے جہاد کرنا۔ وہ مشرک ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ان کی کیا علامت ہوگی۔ فرمایا جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ سلف پر طعن کریں گے۔

موسى بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل آدمی تھے اپنے باپ اور اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیعوہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ہماری طرح عمل کریں۔

- ۱۲ -

وانہ لعامة الساعة اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔
مقابل بن سلیمان اور ان تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے ہوگا اور آیت میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی گمانیں بنائے گا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو مردود و شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علی کے لئے بھی ایسی ہی دعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

نسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ انصار کے ایک
گروہ نے حضرت علی سے کہا کاش! فاطمہ آپ کے پاس ہوتی پس
آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے پیغام
نکاح کے لئے حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے
ابطال کیا کام ہے کہنے لگے میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا تو حضور
علیہ السلام نے خوش آمدید فرمایا۔ پھر آپ انصار کے ایک گروہ کی طرف
تشریف لے گئے جو آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ سے
پوچھا حضور نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید
کے ساتھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
سے یہی بات تمہارے لئے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل
عطا کیا اور دوسرے رجب، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ سے
حضرت علی سے فرمایا۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے
کہا میرے پاس ایک میٹھ حلہ ہے۔ آپ کے لئے انصار کے ایک گروہ
نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے
فرمایا کہ مجھ سے لئے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگو کر دھو لیا پھر
اُسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دُعا کی اے اللہ ان دونوں کی نسل
میں برکت دے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال
کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے
شمل اور نسل کی بجائے شبلیہ صا کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس
میں تعریف ہے اور اگر صحیح ہے تو شبلی شیر کے بچے کو کہتے ہیں پس یہ

بات آپ کو کشفاً یا اطلاقاً معلوم ہوئی ہوگی کہ ان کے ہاں سنین پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ ہر خطبہ ارشاد فرمایا جو الحمد للہ (الحمد لله) سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ دواں موجد نہیں تھے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور ان کی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے ترانے اور حکمت کی گمانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضور علی آئے تو حضور علیہ السلام نے مقسم ہو کر آپ سے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں۔ پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر

اے اس قصہ اور خطبہ کو خطیب نے تلخیص المتشابه میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت جابر کی حدیث سے بیان کیا ہے اور یہ دونوں روایات باطل ہیں۔ اور دونوں روایتوں میں سے دوسری میں محمد بن زید العری بھی ہے۔ جیسا کہ تفسیر الشریعہ میں ہے۔

گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند کرے اور تم دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کی۔ اس کے اکثر حصے کو ابوالخیر القزونی الحاکمی نے بیان کیا ہے۔ حضرت علی کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کے خصال میں سے ہے کہ وہ جس شخص کا جس سے چاہیں بغیر اجازت کے نکاح کر دیں۔ اس لئے کہ اولی بالمہنین صنف آپ مومنوں کی مثالوں سے بھی زیادہ انفسہم۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کی موجودگی میں کیا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو اطلاع دیدی ہو کہ میں ایسا کرنے والا ہوں اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وکیل کی موجودگی میں جو نکاح ہوا تھا اس کے متعلق آپ نے اپنی رضا کی اطلاع دی ہو پس یہ حال کا واقعہ ہے جو کئی احتمال رکھتا ہے۔

ابو داؤد سجستانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق آپ کو پیغام دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر حضرت عمر نے پیغام نکاح دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر یہ دونوں حضرت علی کے پاس آئے اور انہیں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے متعلق بتایا تو حضرت علی نے جا کر پیغام نکاح دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا آپ

کے پاس کچھ ہے۔ آپ نے خواب دیا۔ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے اور زرہ کو بیچ کر رقم میرے پاس لے آؤ۔ آپ نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر انہیں اپنی جھولی میں رکھا آپ نے ان سے ایک مٹھی رقم لے کر حضرت بلال کو دیکر فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چڑے کا تیکہ بنایا جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور گھریٹ سے ٹاٹا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت ام ایمن کو اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور حضرت علی سے فرمایا میرے آنے تک جلدی نہ کرتا پھر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ام ایمن سے فرمایا یہاں میرا بھائی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ وہ آپ کا بھائی ہے اور آپ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مل۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوایا وہ پیالے میں پانی لائیں۔ تو آپ نے اس میں کھلی کی۔ پھر اسے آپ کے سر اور چھاتیوں کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی

دعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گزر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ

المہدی من عتوقی من کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے
ولد فاطمۃ۔

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ
لولم یبق من الذہر الا یوم اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہے
لبعث اللہ فیہ رجلاً من گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک
عتوقی آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی آئے
گاہ جو زمین کو اس طرح مدد سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی
ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا
اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی
بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر
دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی کو
مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے

باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

المهدی منا اهل البیت جہدی ہمارے اہلبیت سے ہو گا۔ اللہ
ایصلحہ اللہ فی لیلۃ۔ ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا

طبرانی میں ہے کہ مہدی ہم میں سے ہو گا وہ دین کو ہم پر

ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں

ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔

جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو

پتاہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہلبیت کی اولاد سے ایک آدمی کو

مبعوث فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے

گا۔ جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین و آسمان اس

سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برسائے گا اور زمین اپنی پیادار

نکلے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا

نوسال گزارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی جلائی کو دیکھ کر زندہ

مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیت ہے

کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نوسال تک ٹھہرے گا۔

ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات

سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری

امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اس قدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چوبہا سات، آٹھ یا نو سال چھڑے گا عنقریب یہاں بیان آئے گا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے۔ اے احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کیلئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

اے یہ صحیح روایت، شیعہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ وہ محمد بن عسکری ہیں اور طبری کی کتب میں جو کچھ موجود ہے وہ دسویں ہے۔ روایات کا اختلاف اس بات پر ہے کہ وہ حسن کی اولاد میں سے ہوگا یا حسین کی اولاد سے۔ ان کے درمیان یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ وہ حسن کی اولاد سے ہے یا حسین کی اولاد سے۔

ایک دوسری روایت میں ہے جس میں اس کی اہمات کی جہت سے ولادت کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن صحیح طریق سے اس کی ماں کا نام معلوم نہیں۔



ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم اہلبیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد شریعہ مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی طلب کریں گے۔ مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہلبیت میں سے ہو گا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اسے ظلم و جور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اسے چاہیے کہ ان کے پاس اسے خواہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہو گا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاف کے ساتھ سوء حفظ کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی

ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے جس کی کئی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کیلئے صحیح فرض کر لیا جائے۔ جو مہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر اس طرح جنگ کرے گا جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابوالنعمان نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبیں ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الرویانہ اور الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھرے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان دالے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مہدی التفات کرے نکاح اور علی بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مہدی ان

سے کہیں گے آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ ہمدی کی امامت میں نماز ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کے امیر ہمدی کہیں گے ہمیں آکر نماز پڑھا دیجئے تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معاملہ شدت میں دنیا ادبار میں اور لوگ بخل میں بڑھتے جائیں گے۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔ اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی ہمدی نہ ہوگا۔ یعنی حقیقت میں اسکے سوا جزیرہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کر دینے کی وجہ سے کوئی ہمدی نہ ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے کہ اس کے سوا کوئی معصوم ہمدی نہیں۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز ہمدی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سارے عدل کی تکمیل نہیں کی۔ البتہ وہ جملہ ہمدین میں سے ایک ہیں۔ لیکن موعود آخر زمان نہیں۔ اور احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ ان ہمدیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علیکم لبسنتی وسنة الخلفاء تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت
الواشدین المہدیین من اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت
بعدی ۔ کو بچنے رکنا لازم ہے ۔

پھر حدیث لامہدی الا علی کی تاویل ہوگی اور وہ بھی
اس کے ثابت ہو جانے کی صورت میں ۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو
اسے حجت بگڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعجب کے لئے لایا ہوں ۔ اور یہی
نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے ۔ حاکم نے اسے مجہول
کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے ۔ اور نسائی نے
صراحت کے ساتھ اسے منکر قرار دیا ہے ۔ اور دوسرے حفاظ حدیث
نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی
احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں ۔ ان کی اسناد
اصح ہے ۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل
محمد کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا
پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور
صحیح یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت
پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا منکے جلے گا ۔
اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اسے بادل نخواستہ
نکال دیں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے
ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ
کے درمیان دیرانے میں دھنسا دے گا ۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے

قوشام کے ابدال اور عراق کے لشکر اگر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اُٹھے گا۔ جس کے ماموں بنو کلب سے ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے یہ لشکر بنو کلب کا ہوگا اور بنو کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کرے گا۔ اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہداء ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو پردوں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسن اور حسین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی ہمدی ہے اے

اے ہمدی کی احادیث عیشہ اور متواتر ہیں بہت سے حفاظ نے انکے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں جن میں ابو نعیم بھی ہیں۔ ابو نعیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسے سیوطی نے العرف الوردی فی اخبار المہدی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس سے بھی زائد بیانیہ کیا ہے۔ اس بارے میں ابن حجر مؤلف کتاب ہذا کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام کتاب المختصر فی علامات المہدی المنتظر ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لبا کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جبل دہلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ سفاح، منذر، منصور اور مہدی۔ اگر آپ نے اہلبیت سے مراد جمیع بنی ہاشم لئے ہیں تو پہلے تین حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے۔ اور آخری حضرت فاطمہ کی نسل سے ہوں گے۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے تو ممکن ہے آپ نے اپنے کلام میں مہدی کا سے مراد بنی عباس کا تیسرا خلیفہ لیا ہو۔ کیونکہ وہ بنی عباس میں عدل مام اور سیرت حسنہ کے لحاظ سے ایسے ہی تھا۔ جیسے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس لئے بھی کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مہدی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ اور یہ مہدی ایسا ہی تھا۔ کیونکہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصور تھا۔ اور اس کی تائید ابن عدی کے حدیث سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن الولید مولیٰ بنی ہاشم متفرد ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور اس وصف کو جسے ابن عباس نے مہدی پر حمل کیا ہے۔ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ زمین کو عدل والضاف سے اچھن طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے

بھری ہوئی ہے۔ اس کے زمانے میں درندے اور چوپائے امن سے
 رہیں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے باہر چھینک دے گی۔ یعنی
 چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح۔

ان اوصاف کو مہدی عباسی پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے
 اور جب آپ کے کلام کو ہمارے بیان کے مطابق حل کیا جائے تو یہ
 سابقہ احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہوتا کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا کیونکہ
 اس میں مہدی سے مراد آخری زمانے میں آنے والا مہدی ہے جس کی
 اقتداء عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر
 ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت
 حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت
 کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے
 کہنا ہے۔ یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے جن میں اس کے
 آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے
 کا ذکر ہے۔

طبری کی حدیث میں ہے کہ غفریب میرے بعد خلفاء ہوں
 گے۔ پھر خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں
 گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے۔ پھر میرے اہلبیت میں
 سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر
 دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ پھر قحطانی کو حکم
 دیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا

ہے۔ وہ اس سے کم نہ ہوگا اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے۔ جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔ کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے۔ اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا۔

الباقی نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور اس کا مہدی وسط میں ہوگا اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوگا یعنی آخر سے قبل۔

احمد اور مادری نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر تقسیم کرے گا۔ اور اُمت محمدیہ کے دل کو تو نگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کہے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے، تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ اگر اس سے سوال کرے گا

خادم آؤ تاکہ میں تجھے دوں۔ وہ اس کے پاس آکر کہے گا میں تیرے پاس
 مہدی کا پیغام بر بن کر آیا ہوں تاکہ تو مجھے مال دے دے کہے گا دو۔ وہ
 اُسے اتنا دے گا کہ وہ اُسے اٹھانے کی سکت نہ رکھے گا۔ یہاں تک
 کہ وہ اتنا دے گا جتنا اٹھا سکتا ہو گا۔ وہ اُسے لے کر چلا جائے گا۔
 اور کہے گا میں محمد کی امت سے سب سے زیادہ حریص تھا۔ سب
 آدمیوں کو اس مال کی طرف بلایا گیا اور میرے سوا سب نے اسے چھوڑ
 دیا اور وہ اسے لوٹا دے گا۔ پس وہ کہے گا ہم جو چیز دے دیے
 اسے قبول نہیں کیا کرتے وہ اس حالت میں چھو، سات، آٹھ یا نو
 سال رہے گا۔ اس کے بعد دنیا میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔

لے عسکری کی پوشیدگی اور خاص شیعوں کے سامنے اس کا ظہور اس بات سے
 منقطع ہے جسے ابی عبد اللہ الحسین سے بیان کیا گیا ہے کہ اُسے اولیاء
 کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور امام باقر سے اس کے ظہور اور پوشیدگی کے بارے
 میں جو بیان کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو علمائے اہلسنت نے مہدی کے بارے میں بیان
 کیا ہے کہ وہ مولیٰ عمر تک غیب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ
 حقو طاعمرہ غیب رہے گا اور طائف کے پہاڑوں میں چھپے گا پھر ظاہر ہو گا۔ اور
 مکہ کے پہاڑوں میں چھپے گا وہ خاص شیعوں کے سامنے عسکری کے ظہور کو ظہور نہیں
 کہتے اور نہ ہی ذی طوسیٰ میں مداب میں بقول ان کے اسکے ظہور کو مانتے ہیں۔ اسکے
 ظہور کی علامات کا ذکر سیوطی اور ابن جوزی نے الاتفاق میں کیا ہے۔ اسکی حکومت
 میں روایات کا اختلاف پانچ سے چالیس سال تک ہے۔ ابن حجر نے القول المختصر میں
 انکی تطبیق دی ہے کہ یہ سب صحیح ہیں۔ اسکی حکومت متفاوت الظہور والقوس ہے۔ اکثر
 اس کو کل مدت پر حمل کرتے ہیں اور اقل غایتہ الظہور پر۔

تبیہ

خروج ہمدی کے لئے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کا
 ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعد
 میں ہوگا۔ ابوالحیثم الاثری کہتے ہیں کہ متواتر اخبار اور کثرتِ رواۃ سے
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خروج کے متعلق یہی بات
 مستفاد ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت سے ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدل
 و انصاف سے بھر دے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا خروج ہوگا
 اور ارضِ فلسطین میں بابِ مدیر و محال کے قتل میں اس کی مدد کرے گا۔
 اور یہ کہ وہ اس امت کی امامت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے
 پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے متعلق یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ ہمدی
 عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس بات
 پر بہت سی احادیث دلائل کرتی ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے
 جس کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمدی کے امام
 ہوں گے۔ کیونکہ وہ افضل ہیں۔ پس ان کی امامت اولیٰ ہے۔ ان کی
 اس تعلیل کا کوئی شاہد نہیں کیونکہ ہمدی کا عیسیٰ علیہ السلام کی امامت
 کرانے سے یہ مقصد ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے نبی
 کے تابع اور ان کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل
 ہوئے ہیں اور وہ اپنی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے
 اور باوجود افضل ہونے کے اس امام کی اقتدا کرنے سے جس بات
 کا اظہار و اشتہار مطلوب ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں پولی
 تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے عیسیٰ

علیہ السلام ہمدی کی اقتدا کریں گے۔ اس کے بعد ہمدی اصل قاعدہ کے مطابق ان کی اقتدا کریں گے۔ یعنی مفضل و فاضل کی اقتدا کریں گے۔ اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ ہمدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن نے خدا کی خاطر امت پر شفقت کرتے ہوئے خلافت کو چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی اولاد میں سے قائم بالانحلافت کو مقرر فرمایا۔ تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔ امام ہمدی کے متعلق یہ جو آیا ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ یہ روایت نہایت کمزور ہے اور پھر اس میں رافضیوں کے لئے کوئی حجت نہیں کہ ہمدی امام ابوالقاسم محمد الحجتہ بن الحسن العسکریؑ کے لئے آئمہ میں سے بارہویں امام ہیں جیسا کہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔

ان کی تردید میں یہ بات بھی ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ امام ہمدی کے باپ کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے موافق ہوگا اور محمد الحجتہ کے باپ کا نام اس سے موافقت نہیں رکھتا اس طرح حضرت علی کا یہ قول بھی اسے رد کرتا ہے کہ ہمدی کا مولد مدینہ ہوگا اور محمد الحجتہ کی پیدائش مرقن راہی میں ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے جہالت و ہلاکت سے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ روایت کہ وہ حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا یہ سب وہم ہے اور اس کا یہ خیال کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ کہاں رواۃ کا وہم اور محض

ظن د مخین اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی مہدی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی اور اُسے لقلولیت ہی میں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو طح امام بنا دیا۔ اسی طرح اس کا باپ سرمن راسی میں فوت ہو گیا اور وہ مدینہ میں روپوش ہو گیا۔ اس کی دو بیٹیاں ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لیکر شیعوں اور اس کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے تک ہے۔ اور دوسری غیبت کبریٰ ہے جس کے آخر میں وہ کھڑا ہوگا۔ وہ جمعہ کے روز ۲۹۶ھ میں غائب ہوا تھا اور نہیں معلوم وہ اپنی جان کے خوف سے کہاں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ ابن خلدان کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ صاحب سراب ہی منتظر اور قائم مہدی ہیں اس سلسلے میں ان کے بہت اقوال ہیں اور وہ آخری زمانہ میں سراب سے سرمن راسی سے اس کے خروج کے منتظر ہیں وہ اپنے باپ کے گھر میں ۲۶ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کی طرف دیکھ رہی تھی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ مگر وہ ماں کے پاس والیں نہیں آئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور سترہ سال بھی ان کی عمر بتائی گئی ہے۔ یہ سب روایات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ عسکری کا کوئی بیٹا نہیں

تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ کا مطالبہ ان کے بھائی جعفر نے کیا ان کے بھائی کا مطالبہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے بھائی کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ وگرنہ وہ مطالبہ نہ کرتے۔

سبکی نے جمہور رافضیہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عسکری کا کوئی عقب نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کا کوئی بیٹا ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ایک توہم نے ان کا بیٹا ثابت کرنے میں تعصب سے کام لیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے بھائی جعفر نے ان کی میراث لی تھی۔

اس جعفر کو شیعوں کے ایک فرقہ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھائی کی میراث کے ادعا میں اسے جھوٹا کہا ہے۔ اور ایک فرقہ نے اس کی وجہ سے اس کی امامت ثابت کی ہے اور اس کی اتہائ کی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عسکری کی وفات کے بعد انہوں نے منتظر کے بارے میں اختلاف کیا اور بدیں فرقے بن گئے۔ اور امامیہ کے سوا جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی اس الحجۃ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ جبکہ ایک شخص کا اتنی لمبی مدت تک غائب رہنا خارق عادت و افعات میں سے ہے۔ اگر وہ مہدی ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کے وصف کو ضرور فرماتے۔ مگر آپ نے اس وصف کے بغیر دوسرے اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ صغیر کی ولایت درست نہیں ہوتی۔ پس ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اس شخص کو امام خیال کریں جس کی عمر پانچ سال

ہے اور اسے پہنچنے میں ہی حکمت و عطا کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام اس کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ یہ تو شریعتِ غرہ کے خلاف جرات و ہلاکت کی بات ہے۔ بعض اہلبیت کا کہنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے انہیں اس کی خبر دی ہے اور اس کا طریق کیا ہے۔ ان کا گھوڑا اس کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہوا اور چیخ چیخ کر پکارا کہ امام صاحب باہر آؤ۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک تمسخر بن گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سرداب کے لئے (جہی) وقت نہیں آیا کہ اس شخص کو
 جئے جسے تم اپنی بھالت سے پکار رہے ہو تمہاری عقل
 قابلِ معافی ہے کیونکہ تم نے عفا اور غول بیابانی کا تیسرا
 بنادیا ہے یعنی تم نے ایک تیسری مودہم چیسرہ بنا
 دی ہے۔

شیعوں میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امام ہمدی میں مقیم تھے انہیں قید کیا تو ان کے شیعہ نقیب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے۔ پھر ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امام ہمدی خیال کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد گم ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے پہلے گم ہو گئے تھے۔ اور وہ رضوی کے بہادر ہیں زندہ ہیں۔ لیکن رافضی اہلبیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو ہمدی شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں طویل القند امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ رافضیوں

نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہار برأت کریں۔ تب وہ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے آپ نے فرمایا، جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضی پڑ گیا ہے۔ آپ کے جلد پیروکاروں کی تعداد پندرہ ہزار تھی جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے تو آپ کو بنو عباس میں سے کسی نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں۔ آپ کے اہلیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامان عبرت موجود ہے کہ ان لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے خروج کا ارادہ کیا تو آپ کے مباہیین میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی اور آپ کے چچا زاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۲۰ آدمی رہ گئے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ انگریزید کو شکست دی۔ آپ کی پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔ آپ کو نہر کی زمین میں دفن کر کے اوسیر سے پانی چھوڑ دیا گیا۔ پھر حجاج کو پتہ چلا تو اس نے آپ کی قبر اکھاڑی اور آپ کے سر کو ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجا اور آپ کے جسم کو ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں صلیب پر لٹکا دیا۔ آپ ہشام کی وفات تک صلیب پر لٹکے رہے جب ولید خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے جسم کو دفن کروا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عامل کو بکھا کہ جلد اہل عراق کی طرف جاؤ اور ان کی لاش کو جلاؤ اور ان کی راکھ کو سمندر میں اچھی طرح اٹاؤ تو اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں کو حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے نظر آئے۔ جس پر آپ کو صلیب دیا گیا۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے وہ میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں اور کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو عربیوں کی حالت میں صلیب دیا گیا تو اسی دن ایک مکڑی تھی آپ کے پردہ کے مقام پر جالا تن دیا۔ ایسے ہی انہوں نے اسحاق بن جعفر صادق کو بھی ان کی جلالۃ شان کے باوجود ہندی شمار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سفیان بن عیینہ اس کے بارے میں کہا کرتا تھا۔

حدثنی الثقات الرضی کہ مجھ سے تقرر رضی نے بیان کیا ہے شیعوں کا ایک فرقہ انہیں امام مانتا ہے۔ پھر یہ انصیوں کا عجیب متناقض ہے کہ انہوں نے زید اور اسحاق کی جلالت شان کے باوجود ان کے لئے امامت کا ادعا نہیں کیا اور زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ اہلبیت میں سے جو امامت کا دعویٰ کرے اور ایسے خوارق ظاہر کرے جو اس کے صدق پر دلالت کرتے ہوں تو امامت اس کے لئے ثابت ہو جاتی ہے۔ اور وہ محمد الحجتہ کے لئے امامت کا ادعا کرتے ہیں حالانکہ اس نے خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی چھوٹی عمر میں اپنے باپ سے غائب ہو جانے کی وجہ سے اس دعویٰ کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ اور اس کا اس طرح جھپ جانا کہ اُسے چند ایک آدمیوں کے سوا کوئی دیکھ ہی نہ سکے۔ روایت کے متعلق یہ بھی ان کا خیال ہی ہے۔ اور دوسروں نے اس بارے میں ان کی تکذیب

کی ہے اور کہا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی ثابت نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس محض امکان سے ان کے لئے یہ بات کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔ عقائد کے باب میں عاقل کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ پھر اس شخص کی امامت ثابت کرنے کا فائدہ کیا ہے جو اپنا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے۔ پھر یہ ثابت کرنے کا کون سا طریق ہے کہ جن ائمہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر خوارق بھی دکھائے ہیں۔ حالانکہ ان کے ثابت شدہ کلمات کو سرسری طور پر دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس بات کے مدعی نہ تھے بلکہ باوجود اہلیت کے اس سے دوسرے رہتے تھے۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے زلیغ و ضلال سے پاک اور انکی عقل کو حماقت اور انکی آراء کو تناقض سے منزہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح برطان اور صحیح استدلال سے تمسک کیا ہے اور ان کی زبان کو بہتان اور جھوٹ سے پاک کیا ہے۔ جو لوگ ان کے لئے اس قسم کی باتیں ثابت کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ۔ اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پُلِ سراط پر ایک بلند جگہ ہے

جہاں حضرت عباسؓ، حضرت علی بن ابیطالبؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کھڑے ہو کر اپنے محبوبوں کو سفید رو اور بعض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دہلی اور اس کے بیٹے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بعض رکھتا ہے اُسے اور میرے اہلبیت کو مال و عیال کی کثرت عطا کر۔ اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لئے کافی ہو گا اور کثرت عیال سے ان کے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپؐ اور آپ کے اہلبیت کے بعض پر آمادہ کرنے والی چیز حُب دنیا کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ مال و اولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سلب کے ساتھ ان کے لئے بددعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے جنہوں نے کفرانِ نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپؐ نے حضرت انسؓ کے لئے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو تاکہ وہ ان نافع امور دنیوی و آخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب کیئے گئے ہیں۔

۱۴ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 قل لا اسئلكم علیہ اجراً
 الا المودة فی القربی ومن تم سے میرے قریبیوں کی محبت

یقترف حسنة نؤله کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور
 فیہا حسنا الی قولہ وهو جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس
 الذی یقبل التوبۃ عن میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ وہ
 عبادہ ویغفر السیات بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور
 ویعلم ما یفعلون۔ ہر ایموں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اور
 جو وہ کرتے ہیں اُسے جانتا ہے
 یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے

مقصد اول

اس کی تفسیر میں احمد طبرانی، ابن ابی حاتم اور
 حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول
 ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار
 ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی فاطمہ اور ان
 کے دونوں بیٹے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے لیکن
 وہ راستگو ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے
 آلہ خمسہ ایک نشان ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے
 پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلكم علیہ اجداً الا المودة فی القربی۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن سے ایسے طرق سے بیان
 کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ جو
 مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ
 میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی وارتعت ملتہ

آبائی ابواہیمہ الایۃ۔ پھر فرمایا میں بشیر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرتا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ ومن یقترب حسنة فذلك فیہا حسنة۔ نیکیوں کے بحالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

طبرانی نے زین العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک سیج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک بھاکار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور قہاری بڑا اکھڑی اور فتنے کے سیج کو کھڑا۔ آپ نے اُسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ۔ اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں آپ نے جواب دیا ہاں شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طہ کی محبت کو فرض سمجھا ہے۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے

اور کوئی اجبر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقتوف حسنة
تزوہ لہ فیہا حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان
سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا اسئلكم علیہ اجرأ الا المودة فی
القربی نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد
اپنے قریبوں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں
تو جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر
تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ
ام یقولون اھتوی علی یہ لوگ اللہ پر جھوٹا غمرا کر رہے
اللہ کذابا لایہ ہیں

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں تو یہ آیت
نازل ہوئی وهذا الذی یقبل التوبة عن عبادة
قرطبی و سدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ
کے قول انہ اللہ اخفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد
کے گناہوں کو بخشے والا اور ان کی نیکیوں کا قدر دان ہے
ابن عباس نے آیت کے لفظ القربی کو عموم پر حمل کیا ہے
بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جبر نے القربی کی
تفسیر آل محمد سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو نے تفسیر میں جلدی کی ہے
ترشہ کے تمام بطون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت دہی ہے
آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس

میں صلہ رحمی کرو۔ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس پر میں آپ لوگوں سے صرف اس قرابت سے محبت کا خواہاں ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور تم اس بارے میں میرا لحاظ کرو۔

انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم میری بیعت سے انکاری ہو تو میری قرابت کا لحاظ رکھو اور مجھے ایذا نہ دو مگر میں نے اس بارے میں آپ کی متابعت میں کہا ہے کہ قریشی جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کا مقاطعہ کر دیا تو آپ نے انہیں صلہ رحمی کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور اپنی قرابت کا لحاظ کرو۔ قتادہ، سعدی، عبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ لکھی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بیٹا کمزور تھا۔ اس کی صحت کو فرض کرتے ہوئے یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس کے باوجود سب بیان قریشی کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آلے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ حین لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسے ابن جریر ہیں انہوں نے قرابتداروں کے انھیں افراد پر ہی لیس کی ہے۔ اور باقی ماندہ افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے۔ اور ان پر لیس

کرنے سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ نے اپنی وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ ہوا۔ اس لئے ابن جریر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ عجلت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر غور کرو کہ آیت سے عموم مراد ہے۔ اور ان میں سے اہم پہلے ہو گا۔ اور بالذات حضور علیہ السلام کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جریر کی تفسیر میں عدم تضاد کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جریر اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی اس طرح۔ پس ہر ایک کی صحت نیت کو سمجھو بلکہ ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جریر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو رد کرتا ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس سے مراد خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور بیانات لایا ہوں۔ اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں۔ اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں۔ اور اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اس کے رسول اور اس کے اہلبیت کی محبت شامل ہے۔ اور لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا

بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ
 بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک
 آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا۔
 اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ دی اور
 آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء و صحابیوں سے بلا دیا اور
 یہ آیت نازل فرمائی قل ما سئالکم من اجور فهو لکم ان اجوری الا علما
 اللہ۔ مگر بغوی نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت
 کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رُکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا
 اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فرائض دین میں
 سے ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلالت
 کرنے والی آیت کے نسخہ کا ادعا جائز نہیں کیونکہ وہ جس حکم پر دلالت
 کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا
 ادعا کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور الامودۃ میں استثنا منقطع ہے۔
 یعنی میں تمہیں یاد دلانا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو
 یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس
 مذکورہ آیت کے منافی ہوگی جس سے انہوں نے نسخہ کا استدلال
 کیا ہے۔ اور تعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے
 کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ کی
 اطاعت سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے
 اہلبیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قیامت کے لحاظ سے
 کافی ہے اور یہ بخوبی صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے

منفصل ہے جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قرائتداروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ پس اس صورت میں اس کا نام اجر بطور مجاز ہو گا۔

مقصد دوم

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لئے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمال ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں وارد شدہ احادیث کا ذکر کریں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان الذين امنوا وعملوا
الصالحات سيجعل لهم
الحسن ودا
یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال
سالمہ بجالائے خدائے رحمن ان کیلئے
محبت پیدا کر دے گا۔

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہلبیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اسلئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کیلئے دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا اجر سے محبت رکھو اور میرا اہلبیت سے میری محبت کا اجر عبت

ابن حوزی نے البطل المتناہیۃ میں اس کے لئے وہم کا ذکر کیا ہے یہ ہقی، ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور

علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اُسے اپنے اہل سے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہلیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرأت کی محبت کا، صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قریش سے طے نہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیور لیں اور قطع کھامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو شدید غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جب وہ میرے اہلیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان سے اللہ کیلئے اور ان سے میری قرابت کی وجہ محبت نہ رکھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے

میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہونگے۔ اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی جلائی کو نہ پاسکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

ابولہب کی بیٹی ہاجرہ بن کر مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری ہجرت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ بنو حنیئہ نے مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے ابن ابی عامر، طبرانی، ابن منذر اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے

بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں امیعتہ آیا ہے۔ یا تو یہ ایک عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں۔ اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے۔

عمرو الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا۔ حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آکر اپنی تکلیف کی شہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے فرمایا تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تم کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ ہر شخص مٹی کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ اسے احمد نے بیان کیا ہے۔ ابن عبد البر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے محمد سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے محمد سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اور ایک لونڈی کے ذریعے جسے انہوں نے خمن میں لیا تھا۔ آپ سے شکایت کا ارادہ کیا۔ اُسے کہا گیا انہیں بتا دے تاکہ علی حضور کی نظروں سے گرجائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سُن رہے تھے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال

ہوگا جو علی کی تنقیص کرتے ہیں جس نے علی سے بغض رکھا اس نے
 مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علی کو چھوڑا اُس نے مجھے چھوڑا۔ علی مجھ سے
 ہے اور میں اُس سے ہوں۔ وہ میری طہیت سے پیدا ہوا اور میں
 ابراہیم کی طہیت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔
 یہ بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔
 اسے بریدہ تجھے پتہ نہیں کہ علی نوٹری سے زیادہ کا حقدار ہے۔

الی آخر الحدیث اسے طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس
 میں ایک راوی حسین الاشقر ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے
 کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول کسیم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت کی محبت کو لازم پکڑو کیونکہ جو
 شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے
 گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اس ذات کی قسم
 جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کسی بندے کو ہمارے حق کے
 معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار
 اور عمر بن عبد العزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت
 نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابو ایشخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری
 اولاد، انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا
 ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں
 لیا ہے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل سے

اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے
قربانداروں سے محبت رکھتا ہے اور اٹھویں آیت میں بیان ہو
چکا ہے جس کا مافحن فیدہ سے بڑا تعلق ہے پس اس کا مطالعہ
کیجئے۔

ابو بکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر
تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمن بن
عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی
طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت
ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے اور جنت
کے عازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبی کو ٹال دیا ہے
تو اس نے میرے اہلبیت کے محبوب کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھائے
ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے ہیں۔ اور ہر
فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائیگی
تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے۔ اور اہلبیت کے محب کی طرف
وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر
ہو گا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے
مردوں اور عورتوں کی آگ سے گریزیں چھڑانے والے بن جائیں گے۔
الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہلبیت سے صرف مومن
مستحق ہی محبت رکھتا ہے۔ اور شقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے
احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے
اور حسن اور حسین اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ

جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درمیان میں ہوگا۔ اور داؤد نے یہ امانہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا جیسا کہ شیعہ اور رافضی سنت سے پہلو تھی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو جھوٹی سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہلبیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا ناتمہ کر رہتے ہیں۔ بڑے محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غبارت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حدیث کہ اسے علی ہمارے شیعہ ذنوب و عیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس قسم کی بہت سی احادیث کی طرح یہ حدیث بھی مومنوع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات انہیں بیان کیا ہے اے

اے یہ ابن عراق کی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ اور شوکانی کے انوار المجموعۃ میں ہے۔ اور جو احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کے وضعی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

تنبی نے قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر وضع کے آثار نمایاں ہیں اور یہ حدیث کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنے ساتھ اور زبان سے ہماری اعانت کرے گا تو میں اور وہ عقیقین میں ہوں گے اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا اور اپنے ساتھ کورو کے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ساتھ کورو کے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

اس حدیث کی سند میں ایک غالی رافضی ہے اور ایک اور آدمی ہے جو متروک ہے۔

مقصد سوم | اس میں اہلبیت کے ساتھ بغض رکھنے سے انتباہ کیا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

احمد اور ترمذی نے جابر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچان کرتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ موضوع ہے اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا شتر پیہو دیوں کی صورت میں کرھے گا۔ نواہ وہ کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو ابن ہزری نے بھی عقلی کی طرح اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔ وہ ان سے مستثنیٰ کر دیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اُسے قیامت کے روز آگ کے کوٹروں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو بُرا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تو انہیں وہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تو انہیں آئین پڑھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ صادق و صدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اسے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عماروں میں سے ایک عمار ہو گا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دینا وعافیتھا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہاں تک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں

لو اے حمد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔
تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے
جس شخص کو پہچان لیں گے اُسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیر پیا سے اور مراؤ نیچے کئے
ہوں گے اور الدہلی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار
سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم
نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ طلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق
تین رعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت
قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو
علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی
بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمدل بنا
دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے
پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر وہ اہلبیت
سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا
حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے
اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی
کرنے والے پر، تفاؤت قدر کے مکتذب پر میری امت پر زبردستی

مسلط ہونے والے پر تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے جنہیں اللہ نے معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تارک سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ نفی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی وجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علی اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ناسق ابن ناسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

تعلیل چہم قاضی نے انشاء میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کے باب کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ مگر قسۃ اعدا ویت سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور لغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو

اس پر نفس بیان کی گئی ہے سے اسے اہلبیت رسول تمہاری محبت تو
قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے۔
بزرگ کی توثیق عری الامیان میں امام خولی سے بیان کیا گیا ہے جس کا ملحق یہ
ہے کہ خواص علماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ذریت کی محبت کی وجہ سے اپنے
دلوں میں کل خوبی پاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان کے کریم لفظوں کا علم رکھتے ہیں۔ پھر
عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر ائمہ صحابہ کی اولاد کی وجہ سے۔ وہ
آج ان کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ گذشتہ کل کو اپنے آباء کی طرف
دیکھتے تھے۔ کماش وہ انہیں دیکھتے، ان پر نکتہ چینی سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔
اور اگر کوئی اہلبیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث فاسق ہو جائے تو
اس کے افعال سے بخش رکھنا چاہیے۔ نہ کہ اس کی ذات سے۔ اس لئے
کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہے اگرچہ اس کے اور آپ
کے درمیان واسطہ ہیں اسے

اے احمد شاہ ولی اللہ دیوبند کی تے انقیاد الالہیہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے خلیفہ
القدس میں ارواح اہلبیت کو بڑی خوبصورت وضع میں دیکھا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کا منکر
اور ان سے دشمنی رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے پیہر کے
باطن کی طرف ہیں۔ اور خلافت اسکو ملتی ہے جس کو ہرہ ظالم کی طرف ہو۔ اسی
سبب سے انہوں نے خلافت طلب کی اور اسے اس صورت میں نہ پایا۔ اسی
طرح وہ آدمی بھی خلافت نہ پائے گا۔ جیسے خلیفہ القدس میں رسول صوفی قدم
حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ ایسے آدمی کو بڑا سمجھا اور اس سے کینہ رکھنا اللہ
تعالیٰ سے بعد کی وجہ سے رسوا کی کا باعث بن جاتا ہے۔

ابو سعید نے شرف النبوة میں اور ابن المثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا۔ تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہیئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑپس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہیئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا نیکوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ سنان ابوہماصہ اخی سالک ان بچوں اور ان باب کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا حامل تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو۔ جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب آپ کی اولاد پر رحمت چینی نہیں کرتا۔

مقصود چہارم

ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے متعلق جس کی طرف آیت ترغیب دی ہے۔
الدہلی نے مرقہ بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا تو سل چاہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اسے چاہیئے کہ میرے اہلبیت سے صلہ

رجی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمرؓ سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علیؓ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے دیر کی تو آپؐ نے فرمایا کیا آپؐ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپؐ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقتہً فرض ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے اعزاز اکھڑا ہوتا ہے۔ مگر بنی ہاشم کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اُسے ملے گا۔ جب وہ مجھے ملے گا۔ ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کذاب ہے اور جس نے میری اولاد میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی۔ اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیق ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ مضطر ہو جائیں تو

ان کے امور کی سرانجام دہی میں سرگرم رہ گئے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے اُن کا محبوب ہو گا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو حضرت علی کو لانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں جیگی دانے ہیں رہی سرے۔ مگر کوئی اسے جاننے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اسے ابوذر کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

ابو ایسیخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اسے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فریت کے لئے ہے۔ پس یہود و باطل میں نہ لگے رہنا۔

مقصد پنجم

آیت میں ان کی تعظیم و توقیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ نبی مہتمم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ

مجھے اپنی قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابتداروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابو بکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہلبیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مزاج کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں اس سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہو گئی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا

ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ہو دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن، حضرت ابو جبر کے

پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آکر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور رو پڑے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اہتمام نہیں لگتا۔ ذرا حضرت ابو جبر کی حضرت حسن سے محبت و تعظیم و توقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو دیئے۔ یہی واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسن سے فرمایا خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علی نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے آپ پر اہتمام نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بنا تا ہے۔ حضرت ابو بکر آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابو الحسن یہاں تشریف لائیے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عباس کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔ بغوی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا عباس کی عجیب طریق سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام تشریف رکھتے تو حضرت ابو بکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں اور حضرت عثمان آپ کے سامنے بیٹھتے۔ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب اصرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبد المطلب آتے تو حضرت ابو بکر ہٹ جاتے اور حضرت عباس ان کی جگہ بیٹھ جاتے۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباس کی فضیلت کو جانتے تھے اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور انہی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ روز قبر رسول کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئیے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسکے بارے میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔

دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آگئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں ہے عظیم المنزلت، اقربت کے لحاظ سے قریب تر، افضل حالت اور عظیم ترقی کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا برا تو کیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچا زاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی

آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں سے تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دارقطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اشراف سے محبت کرو۔ اور اپنے سے عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علیؓ سے دوستی رکھنے بغیر شرف مکہ نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب تھوڑا بڑھا تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے۔ اور فرماتے اے اللہ جب ہم تھوڑا شکر ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں۔ پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عمار الراءۃ کو لوگوں نے بار بار نماز استعاذ پڑھی۔ مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش طلب کروں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ہم پر بارش برسا دے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباسؓ کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا عمر۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا باہر تشریف لےئے

ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے نبی مہشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین اور پیچھے پیچھے نبوہشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمر دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہمارے پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا۔ اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جاہر کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباس نے کہا کہ میں پانچ بار بارش طلب کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبدالمطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیئے گئے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تو خطبہ میں فرمایا اے لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی وہی پاسداری کرتے تھے۔ جو ایک بیٹا، باپ کے لئے کرتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم کرتے۔ بڑا بناتے۔ ان کی قسم کو پورا کرتے۔ اے لوگو! آپ کے چچا

عباس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں آپ کو اللہ کے حضور وسیلہ بناؤ ابن عبدالبر نے بڑے بڑے لوگوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عباس کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا تو فرمایا اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہیں۔ پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیرے حضور استغفار کرتے اور خیر طلب کرتے ہوئے آئے ہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔

واما الجدار فکائن	کہ وہ دیوار شہر کے دو قیم لڑکوں کی تھی
لغلامین یتیمین فوس	اور اس کے نیچے ان دونوں کیلئے
المدینۃ وکان تحصہ	خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ صالح
کنزلہا وکان ابوہما	آدمی تھا۔
صالحاً	

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آیتا تو وہ اپنے نبی کے عصہ کے ذریعے بارش طلب کرتے۔ تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اسے ابو فضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا اور فرمایا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں۔ پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتے تھے۔ بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگا کر پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھریا اپنے مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لئے روزے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ نے بدر کا صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے

مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار اور حسنین کو ان کے والد کے مطابق دسے۔ اور حضرت ابن عباس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسنین سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین پر گئے ہیں۔ فرمایا ہمیں بھی رہیں لے چلو۔ آپ نے انہیں کام میں مصروف پایا تو ان کے ساتھ گھنٹہ بھر کام کرتے رہے۔ پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت علی نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین بتائیے اگر آپ کے پاس بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آئیں اور ان میں سے ایک آدمی یہ کہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی ہوں تو کیا آپ اُسے اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت علی نے کہا قسم بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا ہوں وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی چادر اتار کر بچھائی اور فرمایا غذا کی قسم ہمارے علی علیہ السلام کی تک اس کے علاوہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے وقت تک وہیں بیٹھے رہے۔ آپ نے حضرت علی کو بتانے کے لئے یہ ذکر کیا کہ آپ نے امیر المومنین کے مقام پر پہنچتے ہوئے آپ کی زمین میں جو کام کیا وہ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ

و سلم کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے اکرام میں اضافہ کیا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہہ دیا: اے ابو الحسن میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی، مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ آئے انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ جب حضرت حسنؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ آئے تو کہنے لگے: اے امیر المؤمنین میں نے خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا آپ تو عبداللہ سے اجازت کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ دو بدو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا: یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمرؓ نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا: تیرا بڑا ہوتیجھے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاذ سے
ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت
کریں وہ زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین اس
مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے
حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے۔ تو نے اس
آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم کی وجہ
سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ
تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو مارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام
سے تھی۔ اِلاّ یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل
پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں
نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ
آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس
کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ
سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل
پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی
والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے۔ تو آپ کے پھر
کو آپ کے قریب کیا گیا تاکہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس
نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچا زاد چھوڑ
دیجئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک
کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔
حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو لے کر کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ انہیں قیلوبہ کرتے پاتے تو ان کے دروازے پر چادر کی ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرہ پر مٹی ڈال دیتی۔ جب وہ باہر نکلتے تو آپ ان کے پیچھے پیچھے ہو جیتے وہ کہتے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ میری طرف بیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا تو آپ فرماتے نہیں میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ ایک فوج تھی۔ اور حضرت ابن عباس کے ساتھ بھی طالبان علم کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن حسن بن حسین سے کہا جب آپ کو کوئی ضرورت ہو کرے تو مجھے اس کے متعلق نیکو جیسا کہیے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

جب آپ کے پاس حضرت فاطمہ بنت علی تشریف لائیں اس وقت آپ مدینہ کے امیر تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا انہیں دے کر فرمایا مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور آپ لوگ مجھے اہلبیت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے جیسا کہ الشفاء میں ہے کہ

اگر میرے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی آتے تو میں حضور علیہ السلام کی قربت کی وجہ سے حضرت علی کی حاجت کو پہلے پورا کرتا۔ لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے مؤثر ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس پر مقدم کرنا زیادہ محبوب ہوتا۔

جب والہی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو زرد کو بپ کیا اور آپ کو اس کی تکلیف پہنچی اور آپ کو غشی کی حالت میں دلاں سے لے جایا گیا۔ تو آپ نے ہوش میں آنے پر فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مانے والے کو جائز گاہ کرنے والے کی ذیل میں رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں تو مجھے آپ سے قسم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے بعض آدمی آگ میں داخل ہوں گے۔ جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاص دلانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ قسم بخدا اس نے جو کوڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے۔

عبد اللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جعفر بن عبد العزیز کے پاس نو عمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو علامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی

نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسکو خوش کرے گا۔ وہ مجھے خوش کرے گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریشی کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابو حنیفہ اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیعہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طریقہ طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ مجھے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے کہ

اَللّٰہِی اللّٰہِ تَعَالٰی کَے پاس پہنچنے کے لئے میرا
ذریعہ اور وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ کلے
وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں
ہاتھ میں دے گا۔

فرہادی نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زمین العابدین

نے اُسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ زہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آگئے۔

خاتمہ

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کاروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائب و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہلبیت کو میری امت کی طرف سے قتل اور مار جھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پہلی قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جہنم نے کہا ہے کہ وہ سوہ خفوف کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے۔ اور اہلبیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اُسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے حضور کی

سے بات بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو مروان نے کہا یہ بیعت ابو بکر اور عمر کی سنت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمن بن ابوبکر نے کہا یہ ہر قتل اور قیصر کی سنت کے مطابق ہے تو مروان نے اُسے کہا تیرے ہی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَالَّذِي قَالَ لُؤْلُقُ لَوَالِدِيهِ اِفْ جَسَنَ نَفْسِي اَوْ اَلَدِيْنِ سَعَىٰ كَمَا تَمَ لِكُلِّ

جب یہ خبر حضرت عائشہ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس نے جھوٹ بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

پھر عمرو بن ترقۃ الجہنی سے روایت کی گئی ہے جسے آپ سے صحبت حاصل تھی کہ حکم بن عاص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور اس پر بھی جو اس کی صلب سے نکلے گا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ تھوڑے ہی ہوں گے۔ وہ دنیا میں سر بلند اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بڑے مکار اور دھوکہ باز ہونگے۔ انہیں دنیا ملے گی۔ مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ابن ہنری کہتے ہیں کہ اس حکم کو بڑی سخت بیماری تھی۔ اور ابو جہل کا بھی یہی حال تھا۔ جس کا مکمل تذکرہ الدیر نے حیاۃ النبی والنبیۃ

میں کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے حکم اور اس کے بیٹے پر لعنت کی ہے۔ اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اس کا تدارک کر دیا ہے۔ یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی مانند آپ کو غصہ بھی آتا ہے۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو برا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اسے بددعا دی ہے۔ وہ اس کے لئے رحمت پاکیزگی کفارتہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے۔ اور ابوہریر کے بارے میں ابن مفر سے جو منقول ہے حکم کے برخلاف اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ صحابی ہے اور یہ بُری بات ہے کہ صحابی پر تہمت لگائی جائے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ اس پر قبیل از اسلام یہ تہمت لگائی جاتی تھی اور وہ ہندی کی احادیث سے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ٹو پڑ با آئیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا پھر فرمایا: اہم اہلبیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابل پر آخرت کو پسند فرمایا ہے اور عنقریب میرے بعد میرے اہلبیت مرصائب سے دو چار ہوں گے۔ اور انہیں مار بھگایا جائے گا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہوں گے ابولہبی اور طبرانی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔

جان لیجئے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہلبیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اولے :- شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دینا کیونکہ بغیر علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب ، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے ۔ اس لئے ہم اسے طول نہیں دیتے ۔
دوہ :- آبا پر فخر کو ترک کرنا اور بغیر علوم دینیہ کے حصول کے ان پر مہر و سہ نہ کرنا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان اکو صحر عند اللہ اتقوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقی ہے ۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے ۔ فرمایا ان میں سب سے معزز وہ ہے جو اتقی ہے ۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے روز تمہارے حسب و نسب کے متعلق دریافت نہیں فرمائے گا بلکہ اعمال کے متعلق پوچھے گا ۔ تم سب میں سے بڑا معزز وہ ہے جو اتقی ہے احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دیکھ تو اسود و احمر سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ کر رہے ۔

اسی طرح اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے منیٰ کے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی عربی کو عجیب پر اور نہ کسی سُرخ رنگ والے کو سیاہ نام پر فضیلت حاصل ہے ۔ سوائے تقویٰ کے ۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو اتقی

ہے ۔

القصاصی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جس کا عمل اُسے سست رکھتا ہے ۔ اس کا نسب اُسے تیز نہ کرے گا ۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی تخصیص اپنے اہلبیت سے کی ہے تاکہ انہیں تقوی اللہ اور خشیت الہی کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تقویٰ کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا ۔ اور وہ اپنے نسب کے غرور میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے روز آپ کے ادلیا ء صرف متقی لوگ ہوں گے ۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں ۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زبیر بن عوفؓ کاظم نے مامون کے خلاف خروج کیا اور مامون کا میاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا ۔ انہوں نے اسے بہت زبردستی کی ۔ جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تو خود نریزی کرنے ، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہوگا ۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے قریب میں مبتلا کر دیا ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ نے پاکدامنی کو اختیار کیا ہے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام کر دیا ہے ۔ یہ بات صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ہے جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لئے ۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی یہ مقام اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے ۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ جسے انہوں

نے اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تو اللہ کے بل ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کر لے گا۔ جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آبا و اجداد میں سے تھے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور عیال القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین

ابو نعیم نے محمد ابوالآفتی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں بن کا ذکر اٹھی گذر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث

انے فاطمة احضت کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار فرجھا۔ کی۔

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص ہے اور جب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدین سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے خدشہ ہے کہ تو کو فری زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سیفانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا

ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں پتہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے۔
 احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس
 تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک
 مسکین نے آپ کے لئے کچھ چاندی ایک لار دو بالیاں اور آپ کے
 گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف
 لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پہ بیٹھ گئے
 تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ
 السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں بھیج
 دیں تاکہ آپ انہیں راہِ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا
 تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد (صلی اللہ
 علیہ وسلم) اور آلِ محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 دنیا میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی جھلائی ہوئی تو کافر اس سے ایک
 گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور
 حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور احمد نے اس میں یہ اضافہ
 بھی کیا ہے کہ آپ نے تو بان کو حکم دیا کہ وہ اسے آپ کے ایک بھائی
 کو دے دیں اور وہ حضرت فاطمہ کے لئے ایک لار اور پانچ
 دانٹ کے دو کنگن خرید لائے اور فرمایا یہ میرے اہلیت ہیں۔
 میں ان کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی عیبات اپنی دنیا و محصہ
 زندگی ہی میں کھا جائیں۔ اس بات پر غور کرو اس میں آپ کو وہ
 کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور اطاعت گذاری سے آراستہ

ہوئے بغیر اور مذیل باتوں سے دستکش ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اموال جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں بندگی کی خواہش سے حمایت درجہ کے عیوب و نقائص اور رنج پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں اور فرمایا میں نے اپنی اس زرہ کو بیوند لگا لیا ہے اور مجھے اس کے بیوند لگانے والے سے حیا آتی ہے۔ اور آپ کے فاعل میں اس قسم کی کٹی عجیب باتیں بیان ہو چکی ہیں۔

سوم :- سب صحابہ کی تعظیم کرنا کیونکہ انہیں شہادت الہی سے خیر الامم قرار دیا گیا ہے۔ کثرت حیوۃ اخوۃ للنا سے اور متفقہ صحیح حدیث غیر القرون نے قرنی اکی گواہی سے بھی وہی لوگ اس امت کے بہترین لوگ ہیں۔ میں نے اس کتاب کے مقدمہ اولیٰ میں ایسی احادیث کو پیش کیا ہے جو ان کے فضل و کمال ان کے وجوب محبت ان کے اعتقاد و کمال اور نقائص و جہالات سے ان کی برکت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور باطل پر استغفار اختیار کرنا جس سے انہیں ٹھنڈی ہول اور توفیق و ہدایت الہی سے گریز کرنے سے ہمیشہ نقصان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ پس محتاط رہئے اور اس امت کے سواد اعظم یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ رہئے اور اگر تم صاحبان خواہشات و بدعات و منالالت و حماقت و جہالت اور کمالات سے محروم افراد کے ساتھ رہے تو اس وقت تمہیں نسب کوئی فائدہ نہ دے گا اور جب اسلام آپ سے چھن گیا تو تمہیں ابو جہل اور ابو لہب کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

چہارہ :- اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ عاشوراء کے روز حضرت امام حسین کو جو شہادت ملی ۔ جیسا کہ آئندہ اس کا تفصیلی واقعہ آئے گا ۔ وہ ایک ایسی شہادت ہے جو آپ کی بلند نصیبی ، رفعت اور اللہ تعالیٰ کے ملا آپ کے درجہ پر دلالت کرتی ہے ۔ اور آپ کو اہلبیت کے پاکیزہ آدمیوں کے درجات کے ساتھ ملا دیتی ہے پس جو شخص اس روز آپ کی مصیبت کو یاد کرے اُسے امتثال امر کیلئے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ نہ کہنا چاہیئے تاکہ

اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم
المستدرون میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ اُسے حاصل ہو۔ ان
لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ
مہریت یافتہ ہیں ۔ پس اس روز درود و رحمت اور روزہ وغیرہ
کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے ۔ اور رافضیوں کی بدعات
ماتم ہر شے کوئی اور غم وغیرہ سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ
یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں ۔ اگر یہ باتیں مومنین
کے اخلاق میں سے ہوتیں ۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے روز ان باتوں پر بدرجہ اعلیٰ عمل کیا جاتا ہے
اور اہلبیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہلوں

اے عبدالحسین موسوی کی کتاب المباسات الفخریۃ فی ماتم العترۃ الطاہرۃ ، میں
جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ضعف ثبوت و دلالت کے باعث اس قابل نہیں کہ
ان باتوں کے حوالہ پر کوئی دلیل قائم کی جاسکے ۔

کی بدعتوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ فاسد، بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسے ہی فاسد بدعت اور شر کو اختیار کر کے انتہائی درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اُسے عید بنا ڈالنا اور اظہارِ زینت کے لئے خضاب اور سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا، ڈھیروں روپیہ خرچ کرنا، کھانے اور دانے پکانے یہ سب باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنت اور عادت میں شامل ہیں۔ جبکہ سنت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتقاد کیا جاسکے۔ اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے جس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

بعض ائمہ حدیث وفقہ سے عاشورہ کے روز سرمہ لگانے غسل کرنے، مہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے۔ اور نہ ہی ائمہ مسلمانوں میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے۔ اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا۔ اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا۔ یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کی

کشتی جوڑی پہاڑ پر ٹک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا یا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈرھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے یہ سب باتیں مومنوں میں ہوں۔ ہاں عیال پر کھلا خرچ کرنے کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایسا آدمی ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے نہ یہی ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اسے ایک تہوار اور اپنے رفعت سے اسے ایک نام نہالیا ہے اور یہ دونوں خطا کار اور سنت کے مخالف ہیں۔ یہ بات بعض حفاظ نے بھی بیان کی ہے۔ ۲

۱۔ یہ حدیث کہ عیال پر کھلا خرچ کرے۔ اسے عراقی اور حافظ ابن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بہت سے فرقے سے مروی ہے جن میں سے بعض مسلم کی شرط کے مطابق ہیں۔ ابن عبد البر کی روایت صحیح ہے اور ان میں متعین وہ ہے جب اُسے بعض کیساتھ ملایا جاتا ہے تو بعض سے قوت حاصل کرتی ہے جیسا کہ سخاوی اور سیوطی نے بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق عراقی نے ایک جہز تالیف کیا ہے جسکی سیوطی نے اللہ جہات میں تفصیل کی ہے اور ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ اسکی اسناد میں چھول راوی ہے جسکا نام سلیمان بن ابی عبد اللہ ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ۱

۲۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ رافضیوں نے بنی ہاشم کی حکومت میں یعنی چار سو کے لگ بھگ حد سے تجاوز کیا۔ عاشورہ کے روز بغداد اور دوسرے شہروں میں ڈھول بجائے جاتے راسخوں اور بازاروں میں توڑی اور رگڑ بھیری جاتی۔ دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جاتے اور لوگ گریزاری اور غم کا اظہار کرتے۔ بہت سے لوگ پانی نہ پیتے مگر حضرت حسین کے ساتھ موافقت کرنے سے لذت اندوز ہوں۔ کیونکہ انہیں بیاسا قتل کیا گیا تھا۔ چھ روز تین ہفتہ منہ نوہ کرتیں اور اپنے مومنوں اور چھاتیوں پر مقطر ماریں اور شے پاؤں بازاروں میں نکلتیں اور اسی قسم کی دیگر بُری بدعات و خواہشات اور رسوائی خرمات اختیار کی جاتیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی ہاشم کی حکومت کو ذلیل کریں۔ کیونکہ حضرت حسین کو ان کی حکومت میں قتل کیا گیا تھا۔

اور حاکم نے صراحت کی ہے کہ اس روز سر مہ لگانا بدعت ہے
اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز
سر مہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی دکھنے نہیں آئے گی۔ لیکن حاکم نے اسے
منکر کہا ہے۔ بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر
اور اس طریق کے علاوہ بھی اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔
المجد الغفری نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ روزہ کے علاوہ دوسری

تمام احادیث جن میں نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سر مہ لگانے اور انے
پکانے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ سب موضوع اور افتراء ہیں۔ اے
یہی وجہ ہے کہ ابن القیم نے صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشورہ کے روز
سر مہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ
حدیثوں میں سے ہے۔ اور عاشورہ کے دن کو سر مہ لگانے سے جو مخصوص
کیا گیا ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس روز خرچ کرنے سے
فراخی ملے گی اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام ابن العزینی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقیہ
کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال پر کھانا خرچ کرے گا اللہ
تعالیٰ اُسے سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث
کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے۔ لیکن ابن

ابن رجب نے لطائف المعارف میں کہا ہے کہ سر مہ لگانے، خضاب لگانے
اور نہانے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے یہ سب موضوع ہیں اور صحیح نہیں۔

جہان کے سوا ایک رائے کے مطابق یہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طریق سے بھی مردی ہے۔ جسے حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں جھوٹے اضافے کئے گئے ہیں یہ بھی کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراخی والی حدیث ابن جہان کے سوا ایک رائے کے مطابق حسن ہے۔ اس لئے کہ اُسے صحابہ کی ایک جماعت سے منوعاً بیان کیا گیا ہے یہ اسانید اگر یہ ضعیف ہیں لیکن جب ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی جاتی ہیں تو ان میں توثیق پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ابن تیمیہ کے انکار کے متعلق جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ فراخی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مردی نہیں۔ اور احمد نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لڑا تم نہیں۔ اس سے اس کے حسن لغو ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغو سے حجت کچھ بڑی جاتی ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا ہے

پنجم :- ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لئے غیرت چاہئے اور اُسے مادی رکھنا چاہئے تاکہ آپ کی طرف صرف حق دار ہی کا انتساب ہو سکے۔ اہلبیت نبوی کے انساب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے احساب بھی جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کینے اور جاہل لوگ ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی تفصیل کے حفظ کے لئے کھڑا ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے الہام کرتا رہا ہے خصوصاً طالبیوں اور طلبیوں کے انساب کے متعلق

اور صاحبان شریف جیسے کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کیلئے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شریف مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا۔ کہ اس نے ان کے ساتھ خلافت کا بھد کیا تھا۔ تو اس نے ان کے لئے سبز شعار بنایا اور انہیں سبز لباس پہنایا۔ کیونکہ عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ ذلک، صریح کی تحریم میں اختلاف ہے۔ آخر الامر یہودی کا شعار زرد تھا۔ چہرہ اپنے ارادے سے چھڑ گیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی۔ مگر بنی زہرا میں سے اشراف علویوں کا یہی شعار رہا۔ لیکن انہوں نے کپڑوں کو مختصر کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جسے وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے۔ پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی ختم ہو گیا۔ پھر ۳۵۶ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر محمد بن علاءون نے حکم دیا کہ دیگر لوگوں سے امتیاز کے لئے علوی اپنے عماموں پر سفیر ٹی باندھا کریں تو مصر و شام اور دیگر ممالک میں اس پر عمل کیا گیا۔

۱۔ صدر اول میں شریف کا نام تمام اہل بیت پر بولا جاتا تھا۔ خواہ وہ حضرت علی یا حضرت جعفر یا حضرت عقیل یا حضرت عباس کی اولاد سے ہوں یا اس اصطلاح کو ذہبی نے اختیار کیا ہے۔ یہ بات ان میں سے اصطلاح کی تالیف بیان کرنے والوں نے کہی ہے اور نامیوں نے اسے صرف حسنین کی ذریت کے متعلق قرار دیا ہے۔ لہذا وہیں اس کا اطلاق ہر عباسی پر ہوتا ہے۔ مگر ذہبی نے یہ اصطلاح بنائی ہے وہ اولیٰ ہے جیسا کہ سنیوں نے کہا ہے اور سفید علامت جو شریف اور غیر شریف چاہے اختیار کر لے اسکے ترک کرنے سے سوائے شرعی ضرورت کے غیر شریف ہونیکا حکم نہیں لگایا جاسکتا جیسا کہ سیوطی نے العیالۃ النربیۃ میں بیان کیا

اس بارے میں نابینا جابر اندلسی جب وہ حلیہ میں آئرا ہوا تھا کہتا ہے
اس نے الفیدہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے۔ جس کا نام نابینا و بنیا ہے۔
انہوں نے انبائے رسول کے لئے علامت مقرر کی ہے۔

علامت کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے قابل اکرام
چہروں پر نور نبوت جھلکتا ہے جو شریف آدمی کو سبزہ ٹٹا سے بے نیاز
کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شعرا کی جماعت نے بہت کچھ کہا ہے۔
جس کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا ان سب سے بہتر قول ادیب محمد بن ابی
ابن بکر کثرہ المشرقی المزنی کا ہے۔

تاجروں کے اطراف میں ریشم کی سبز ٹٹیاں، اشراف کی علامت
بنائی گئی ہیں اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو مخصوص
کیا ہے تاکہ انہیں سب اطراف سے پہچانیا جاسکے اور غیر آباد کی طرف
انتساب کرنے کے متعلق سخت انتباہ کیا گیا ہے کہ ایسا شخص کا قتل اور ملعون
ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف
منسوب کرے گا۔ یا غیر موالی کی طرف جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ شہوتی
اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث
آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس
پر اس کے انبیا اور اولیاء پر بھوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل
بیت نبوی کے زمرہ میں ہمارا شرف ہو۔ کیونکہ ہم ان کے محبوب اور خدنگزار

درجہ بات سبز عامہ کی اسے محمد شریف متولی با شامصر نے لکھا ہے
ایجاد کیا جیسا کہ خفاجی نے ذکر کیا ہے۔

ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ نفسِ حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ مہرنے کی آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا مخدصین کے احوال سے آراستہ ہو۔ لیکن خدائے ذوالجلال والا کرام سے عطیات و بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی۔ کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم رحیم ہے۔



فصل دوم

اس فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوئیں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلے فصل میں بیان ہو چکی ہیں لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہتے جلدی مستحضر ہو جائیں۔

۱۔ دہمینی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا۔ اس پر سخت غضب الہی ہوگا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا ہے اس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جائزین ہو چاہیے اور جو ان کے بارے میں میرا جائزین نہ ہو اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس رو سیاہ ہو کر آئے گا۔

۲۔ حاکم نے ابوذر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذر ہی سے ایک اور روایت بیان

کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا غرق ہو جائیگا ۳۳ :- طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور اہل یمین میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

۳۴ :- حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہوگا۔

۵ :- طبرانی اور حاکم نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۶ :- شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷ :- ابو القاسم بن شیران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی ۔

۸ :- تر مذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو ۔

۹ :- ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا میں اس کا بدلہ اُسے قیامت کو دوں گا ۔

۱۰ :- خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا ۔ جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہو گا ۔

۱۱ :- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی ۔

۱۲ :- ابو یعلیٰ نے سلم بن کوثر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لئے ستارے باعثِ امانت

ہیں۔ اور میری اُمت کیلئے میرے اہلبیتؑ باعث امان ہیں۔

۱۳ :- حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۴ :- ابن عدی اور ذہبی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

۱۵ :- ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔

اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت

طلب کی ہے کہ فاطمہ مستورات جنت کی سیدہ اور حسن اور حسین فوجا نان بہشت

کے سردار ہیں۔

۱۶ :- ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ

مکروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس

سے صلح کروں گا۔

۱۷ :- ابن ماجہ نے عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے

اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو

بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری

جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان سے محض اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے۔

۱۸ :- احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے مال اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

۱۹ :- ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور امام محمدؑ کی۔ ۲۰ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ الزہراء سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصہ ہوں۔

۲۱ :- طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳ :- احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اُسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

۲۴ :- بزار، ابوالعلیٰ اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

اس سبب اور خلفائے اربعہ کی سبب میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے۔ جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں۔ یعنی نصر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لئے ثابت ہو وہ انھیں کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ گفتگو پر اس کو ناہت کیا ہے اور اسے مؤخر کیا ہے۔ تاکہ تمام قریش اس میں آجائیں۔

۲۵ :- شافعی اور احمد نے عبد اللہ بن حنظل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سیکھو اور انہیں سکھانہیں۔

۲۶ :- بیہقی نے جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ

ہلاک ہو جاؤ گئے۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔
ان کو سمجھاؤ نہیں بلکہ ان سے سمجھو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے
ہیں۔ اگر قریش غور نہ کرتے تو میں انہیں اس چیز کے متعلق خبر دیتا جو
اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۲۷۷ :- شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ لوگ قریش کے اس طرح پیروکار ہیں کہ ان کا مسلمان
ان کے مسلمان کا پیروکار اور ان کا کافر ان کے کافر کا پیروکار ہے۔
لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں
بھی اچھے ہوں گے۔ جبکہ وہ سمجھدار ہو جائیں۔

۲۷۸ :- بخاری نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امر قریش میں رہے گا اور تو شخص
ان سے عدولت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے منہ آگ میں گرا
دے گا۔

۲۷۹ :- طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اہل زمین
کو غرق ہونے سے بچانے کیلئے قوس باعث امان ہے۔ اور اہل زمین
کو اختلاف سے بچانے کے لئے قریش کی دوستی باعث امان ہے قریش
اہل اللہ ہیں اور جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ
ابلیس کا گردہ بن جاتا ہے۔ اور قوس جو قوس فزع کے نام سے مشہور
ہے۔ اس کا نام قوس فزع اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت
میں مزاحمت کے قزع پہاڑ پر سب سے پہلے نظر آتی تھی۔ یا اس وجہ
سے کہ قزع شیطان کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ

اسے قوس قریش نہ کہا کرو کیونکہ قریش شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور نوح علیہ السلام کے درمیان اس بات کی علامت مقرر ہوئی ہے کہ اب وہ اہل زمین کو طوفان سے غرق نہیں کرے گا۔
 ۳۰ :- ابن العرقہ البدری نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش سے محبت رکھو کیونکہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

۳۱ :- مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثقہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا ہے۔ پھر حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے نزار کو چنا ہے۔ پھر نزار میں سے مضر کو چنا ہے۔ پھر مضر سے کنانہ کو چنا ہے۔ پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے۔ پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲ :- احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی باتیں پہنچتی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے

انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا۔ پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلہ سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرانے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳ :- احمد، محاطی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان چھٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو اٹا پٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو نبی پر کشم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴ :- احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵ :- احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶ :- احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ قریش تم اس امر کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کر دو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہاری اس چھڑی کی طرح چھال اٹا دیں گے۔

۳۷ :- احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رجم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور حیران میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ انشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

۳۸ :- طبرانی نے جابر بن سمرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۹ :- حسن بن سفیان اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو لوگوں کو نہیں دیا گیا جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو دیا گیا ہے۔

۴۰ :- خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ قریش کو ہدایت دے کیونکہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے پھرے گا۔ اے اللہ جیسے تو نے انہیں عذاب کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی ان کو بخشش کا مزہ چکھا۔ اس عالم سے مراد حضرت امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے کیونکہ انہوں نے قریش کے لیے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم آفاق بین چیل ہوا ہے۔

۴۱ :- حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر تم پر قریش ایک جھٹی ٹکٹے غلام کو امیر بنا دیں تو اس کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو اسلام اور موت کے درمیان اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اُسے ترک اسلام اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ موت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

۴۲ :- احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو دیکھو اور ان کے اقوال کی پابندی کرو اور ان کے افعال کو چھوڑ دو۔

۴۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم اور بیہقی نے ام لانی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت دی ہے جو اس نے پہلوں میں سے کسی کو نہیں دی اور نہ ہی بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دے گا۔ ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ میں ان میں سے ہوں اور نبوت، حجابت اور ستائیت ان میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے انبیاء اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورت نازل فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورت لایلق قدیش

طہرائی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سولے قریشی کے اور کوئی آدمی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم اعیل کو ان کی نصرت فرمائی۔ حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل ہوئی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایق قدیش۔ پھر یہ کہ ان میں نبوت، خلافت اور حجاب و سقایت پائی جاتی ہے۔



فصل سوم

اس فصل میں حضرت فاطمہؑ اور حسنین کے متعلق احادیث سے بیان ہوگی

۱ :- ابو بکر نے الفیل نیا ت میں ابو ایوب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پیکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پلصراط سے گزرنے تک سروس کو جھکاے رکھو اور لگا ہوں کو نیچے رکھو آپ پلصراط سے ستر ہزار لوٹدنیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی۔ بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گی۔

۲ :- ابو بکر ہی نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پیکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! اپنی لگا ہوں کو نیچے رکھو تاکہ حضرت فاطمہ گزر کر جنت میں چلی جائیں۔

۱ :- اس حدیث کو ماہم اور تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن بشران، خطیب، ابو بکر الشافعی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن عراق نے بیان کیا ہے۔

۳۔ احمد شیعین، البوداؤد اور ترمذی نے مسو بن حرمتہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابیطالب سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت طلب کی۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس کے کہ عسلی بن ابیطالب میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے۔ اور ان کی بیٹی نے نکاح کرنا چاہے۔ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے قلع و اضطراب میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے۔ اور جو چیز اس کے لئے اذیت کا باعث ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

۴۔ شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا۔ مگر اس سال اس نے مجھے دو دور کرایے دیے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے۔ آپ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گے۔ اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵۔ احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف و اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف و اذیت دیتی ہے۔

۶۔ شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے فاطمہ کیا تو مومناتِ جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل میں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸۔ حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے مریم بنت عمران کے فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہ تجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰۔ احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت اسامہ بن زید اور بلال سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین نو جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱۔ ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسن اور حسین نو جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں

سے بہتر ہے۔

۱۲ :- احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کیلئے اجازت طلب کی ہے کہ حسن اور حسین نو جوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۱۳ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن، میری ہمیت اور سرداری اور حسین، میری جرات اور سخاوت کا نشان ہے۔

۱۴ :- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

۱۵ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۱۶ :- ترمذی اور ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اسے اللہ میں ان سے محبت رکھنا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۷ :- احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ
 اذما اموالکم واولادکم کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں
 فتنۃ -

میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو
 میں صبر نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے انہیں
 اٹھالیا۔

۱۸ :- ابو داؤد نے مقدم بن معدی کرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجتہد اور حسین علی سے ہیں۔

۱۹ :- بخاری، ابویعلیٰ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے میری خالہ کے بیٹوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے، حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ سوائے مریم کے جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۲۰ :- احمد اور ابن عساکر نے مقدم بن معدی کرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجتہد اور حسین علی سے ہے۔

۲۱ :- طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین عرش کی تلواریں ہیں۔

۲۲ :- احمد، بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے ابوبکر

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسن کے ذریعے۔

۲۳ :- بخاری نے ابوالمقدس اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلیٰ بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے اور میں اس سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا حسن اور حسین اسباط ہیں سے سبطین ہیں۔

۲۴ :- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسن اور حسین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵ :- احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶ :- ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نو جوانان بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ حسن کو دیکھ لے۔

۲۷ :- بغوی نے اور عبد الغنی نے الايضاح میں حضرت سلمان فارسی سے بیان کیا ہے کہ حضرت یارون نے اپنے بیٹوں کا نام شہر اور شہیر رکھا اور میں نے حضرت یارون کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں عرب جاہلیت میں یہ دونوں نام رکھا کرتے تھے۔

۲۸۔ ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارض طاف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہوگا۔

۲۹۔ ابو داؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحارث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آکر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسین کو عنقریب قتل کرے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا یعنی حسین قتل ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ قتل ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔
۳۰۔ بخاری نے اپنی معجم میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اس روز حضرت ام سلمہ کی باری تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا دروازے کی کھڑائی کرنا تاکہ کوئی آدمی داخل نہ ہو۔ ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حضرت

حسین اندر گھس آئے اور چھلانگ لگا کر آپ پر سوار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام انہیں پوسنے لگے۔ تو فرشتے نے آپ سے کہا کیا آپ کو ان سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوگا۔ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ ام سلمہ نے اسے لیکر کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو جاتم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور احمد نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے۔ لیکن اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ جبریل تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔ بہت بکسر الاول سخت ریت کو کہتے ہیں جو باریک اور نرم نہ ہو۔

املا کی روایت اور ابن احمد کی زیادہ السند میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر آپ نے وہ مٹی مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ جب یہ مٹی ہو ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں رکھ دیا اور میں کہا کرتی تھی کہ ایک دن یہ خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اور حضرت ام سلمہ ہی کی روایت میں ہے کہ قتل

حسین کے روز میں نے اسے پکڑا تو وہ خون ہو گئی تھی۔
 ایک روایت میں ہے کہ پھر جبریل نے کہا کیا میں آپ کو ان
 کے قتل گاہ کا مٹی دکھاؤں وہ چند ٹٹھیاں مٹی لے کر آیا۔ جسے میں نے
 ایک بوتل میں رکھ دیا حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب قتل حسین کی رات آئی
 تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا سے

اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں
 عذاب و ذلت کی خوشخبری ہو تمہارا بن داؤد ،
 موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ
 چکی ہے ۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو وہ
 مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ
 صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی کر بلا سے گذرے۔ یہ فرات
 کے کنارے نینوی بستی کے بالمقابل ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو
 کر اس زمین کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے کر بلا کہتے ہیں۔ تو آپ
 رو پڑے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر
 فرمایا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو آپ رو رہے
 تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں ہیں فرمایا۔ ابھی
 جبریل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک
 جگہ قتل ہو گا۔ جسے کر بلا کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے ایک ٹٹھی میں مٹی
 پکڑ کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علی سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی قبر حسین کے پاس سے

گزرے اور فرمایا یہاں ان کی سوار یوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں

ان کے کوچ کی جگہ ہے۔ یہ آل محمد کے نوجوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے

وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ایک کمرہ تھا۔ جس کی سڑھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی۔ جس سے

آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ جبریل علیہ السلام ملاقات

کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ کو حکم دے دیا کرتے

تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے حضرت حسین حضرت عائشہ کی لاعلمی میں

اوپر چڑھ گئے تو جبریل نے کہا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا

ہے۔ آپ نے حضرت حسین کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا تو جبریل نے

آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے کو، جبریل نے کہا ہاں! اور

اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقے کے متعلق بھی بتا دوں۔ جس

میں اسے قتل کیا جائے گا۔ تو جبریل نے عراق کے علاقے طف کی

طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ

کو دکھائی اور کہا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت حسین قتل ہو کر

گبری گئے۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام

سلمہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا اور

آپ کے سر اور داڑھی میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابھی حسین کو قتل کیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس نے نصف النہار کے وقت آپ کو سر اگندہ مٹو، غبار آلود صورت میں دیکھا۔ آپ بائیسہ میں ایک خون کی بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے پوچھا تو فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اس دن سے ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حسین حضور علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق ارض عراق میں، نواح کوفہ میں، کربلا میں شہید ہو گئے۔ یہ جگہ طف کے نام سے بھی معروف ہے۔ آپ کو سنان بن نحس نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور آدمی نے آپ کو ۶۰ سال میں دس عمر کو جمع کے روز ۵۹ سال چند ماہ کی عمر میں قتل کیا۔ جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو آپ کے سر کو نیرید کی طرف بھیجا اور پہلی منزل میں اتر کر سر سے پینے لگے۔ اسی اثناء میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا۔ جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا۔ اس نے خون سے ایک سطر لکھی ہے

کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ہے۔ یوم حساب کو اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے۔

پس وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شعر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر پایا گیا۔ اور وہ ارض روم کے ایک گرجا میں بھی رکھا ہوا تھا۔

یہ معلوم نہیں کہ اسے کس نے کھائے

حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوة میں ازویہ کی نصرت کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے کہا جب حضرت حسین بن علی قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنوئیں اور ٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ آپ کے قتل کے روز جو نشانات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان اس قدر بھونک ہو گیا کہ دن کے وقت سترے نظر آنے لگے۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے "نازہ خون پایا جاتا۔ ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔

ابن عیینہ نے اپنی داری سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خیر اُسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے انہیں چرہروں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ مصٹر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سبز ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو سترے نظر آنے

نے ایک روایت میں ہے کہ یہ شعر ایک گڑھے میں پایا گیا جسے ایک نجران کے آدمی نے کھودا تھا۔ اسے حکم ابو عبد اللہ نے اپنی امالی میں بیان کیا ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس قسم کی باتیں وضع کرنے والا حیا کو ترک کر دیتا ہے۔

لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرنے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا۔ اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک پکڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ثعلبی اور ابونعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنوئیں اور ننگے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں در و دیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سر حسین کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان روٹا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے انق قتل حسین کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شفق کے ساتھ جو

سرخی ہوتی ہے وہ قتل حسین سے قبل نہ ہوتی تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی قتل حسین سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ کی سرخی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے پس اس نے قاتلین حسین پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عباس کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔ پس حسین کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جب حضرت حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو حضرت نجا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میرے سامنے نہ آنا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں مجبوروں کو قتل کرنے والوں کو دیکھوں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات آپ نے اس امر کے باوجود کہی کہ اسلام ماقبل کی باتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی قلبی کیفیت قاتل حسین اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے کے دیکھنے سے کیا ہوئی ہوگی۔ آپ کے اہل کو اونٹوں کے کجاوے پر لاد کر لے جایا گیا۔ اور یہ بات جو بیان ہوئی ہے کہ شام یا دنیا میں جو پتھراٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔ یہ واقعہ حضرت علی کے قتل کے روز بھی ہوا جیسا کہ بیہقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے بیان کیا ہے کہ وہ شام آئے اور الغزو جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے عبدالملک کے پاس آکر اسے اطلاع دی حضرت علی کے قتل کے

روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔ پھر اُس نے کہا یہ بات میرے اور تیرے سوا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا پس تو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبد الملک کے علاوہ کسی اور آدمی نے یہ بات بتائی۔

بیہقی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قتل حسین کے وقت ہوا اور شاید خون دونوں کے قتل کے وقت پایا گیا ہو۔ اے ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں

اے ابن کثیر کہتے ہیں کہ شیعوں نے یوم عاشورہ کے متعلق بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے اور ایسی بیہودہ اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ اس دن سورج کو گھوم لگا۔ یہاں تک کہ ستارے نمودار ہو گئے اور ہر پتھر کے نیچے خون پایا گیا۔ اور آسمان کے اطراف سرخ ہو گئے۔ اور طوفان آفتاب کے وقت اس کی گہری خون کی طرح ہوتی تھیں اور سلسلے آپس میں ٹکرائے۔ اور آسمان نے سرخ خون برسایا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت جھوٹ بول ہے۔ اور باطل روایات بنائی ہیں، انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ابی مخنف لوط بن یحییٰ کی روایات ہیں جو شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ رافضیوں اور شیعوں نے یوم عاشورہ کو شامی خوارج کی مخالفت میں یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ وہ رذائض سے غناہ کے باعث اس روز دانے پکاتے، غسل کرتے، قیمتی کپڑے پہنتے اور اسے عید بنا یا مکر تے تھے۔



گفتگو کر رہے تھے کہ جس کسی نے ابھی قتل حسین میں معاونت کی ہے
 اُسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے
 بھی قتل حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ
 چراغ کو درست کرنے کیلئے اٹھا تو اُسے آگ نے بچڑ لیا۔ اور وہ
 آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا۔ مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا
 یہاں تک کہ مر گیا۔

مفسور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پکس
 کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور ایک راویہ کو پلا تاٹھا مگر وہ میرا
 نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ
 جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا رہا اُسے گردن پر رتھی کی طرح لپیٹ لیتا
 سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں
 ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتل
 حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بُری موت مرا ہے۔ تو میزبان نے
 اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل شہداء
 کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ پکس
 کر اس کے جسم کو لگسا گئی اور اُسے جلا کر رکھ دیا۔ سدی کہتے ہیں
 خدا کی قسم میں نے اُسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک
 شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہو یا اندھا
 ہو گیا یا روسیہ ہو گیا یا حقوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔
 سبط ابن جوزی نے واقعی سے بیان کیا ہے ایک بوڑھا

آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے پن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چڑے کی بساط پڑی ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی روسیاہی کی زیادتی پر اُسے بُرا بھلا کہا اور پھر خونِ حسین سے ایک سلاٹی اس کی آنکھ میں ڈالی جس سے وہ اندھا ہو گیا۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے مہربین کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ تار کول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ اُسے کہا گیا تو عربوں میں سے سب سے سیراب چہرہ آدمی تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے مہربین کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلہ زن آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور مجھے اس میں چھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے اُلٹے پاؤں لوٹتا ہوں جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے پس وہ مجھے دھکے دیتے ہیں۔ پھر وہ نہایت بُری حالت میں مر گیا۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قتل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فتنوں کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ آپ کے قاتلین میں سے دشمنوں کوئی کم ہی آفت و مصیبت سے بچا ہے۔ کسی کو مرض نے آیا۔ اکثر پاگل ہو گئے۔ حادثہ ثانیہ کے متعلق منصور نے جو بیان کیا ہے وہ مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور آپ ان کو خون سے متحفظ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں تو قتل حسین کے وقت موجود نہ تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تیری خواہش تھی کہ حسین قتل ہو پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ فاسق بن فاسق حسین کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے درستارے اس کی آنکھوں میں دے مارے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے مفسر سے بیان کیا ہے کہ اس نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی طرح تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا وہ ہر روز حضرت علی پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کو کئی ہزار مرتبہ اور اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی تھی۔ پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس نے ایک لمبا ثواب بتایا جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسن نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی تو آپ نے مجھ پر لعنت کی۔ پھر میرے چہرے پر حقوک دیا تو آپ کے حقوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک نشان ہو گیا۔

الملا نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنات کو فوجہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ مجھ کا خون پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا تو کئی لوگوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے پھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کو فراتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۹۰ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین سے میری بیعت لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ بھاگ آئے کوئیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے کہ آپ کو فہ چلے آئیں۔ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگزر فرمادیں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا۔ اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یار مددگار چھوڑ دیا۔ مگر حضرت حسین نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اس سے بھی آپ نے انکار کیا۔ تو حضرت ابن عباس

رو پڑے اور کہا مائے میرے پیارے حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو روکا۔ مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک مینڈھل ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہو گئی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں وہ مینڈھل بنوں اور حضرت حسن کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت حسین سے فرمایا کہ کوفہ کے بیوقوفوں کے درغلانے سے بچنا۔ وہ تجھے گھر سے نکال دیں گے۔ اور پھر بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ پھر آپ کو ندامت ہو گئی۔ مگر اس وقت کوئی چارہ کار نہ ہو گا۔ یہ بات حضرت حسن نے اس رات کہی جس رات آپ قتل ہوئے حضرت حسین نے آپ کے لئے رجم کی دھماکی۔ جب آپ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے آپ نے رو رو کر اس طشت کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ بلکہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آپ کے اس سفر سے غمگین نہ ہو آپ نے اپنی آنکھ سے قبل مسلم بن عقیل کو بھیجا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اُسے حضرت حسین کے مطلق انتباہ کیا۔ سفر کے دوران حضرت حسین کی ملاقات فرزدق سے ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ

لوگوں کی کوئی بات سناؤ۔ اس نے جواب دیا اے فرزند رسول !
 حالات سے واقفیت رکھنے والے کے نزدیک موت کا وقت آگیا ہے
 لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں نبی امیر کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ
 آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
 حضرت حسین پلٹتے جا رہے تھے آپ کو اس بات کا علم نہ
 تھا کہ مسلم کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔ جب آپ قادسیہ سے تین روز کی
 منزل پر رہ گئے تو آپ کو ابن زبیر تمیمی نے خبر دی اور کہا واپس چلے
 جائیے۔ میں اپنے پیچھے تمہارے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا۔
 جس کی امید میں آپ آگے جانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کو تمام واقعہ
 اور ابن زبیر کی آمد اور اس کی تیاریوں کے متعلق مکمل اطلاع دی تو آپ
 نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ تو مسلم کے بھائی نے کہا خدا کی قسم ہم بدلہ
 لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے
 فرمایا تمہارے بعد جینے میں کوئی مزا نہیں۔ آپ پھر آگے چلے
 تو آپ کو ابن زبیر کا ہر اول دستہ ملا تو آپ آٹھ محرم سال کو کربلا
 کی طرف مڑ گئے۔ جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے
 سنا کہ دلائل کا امیر عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے بارہ ہزار جنگجو
 آدمیوں کو آپ کی طرف تیار کر کے بھیجا ہے۔ جب وہ آپ کے
 پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے التماس کی کہ آپ ابن زیاد کے حکم
 کو مان کر زبیر کی بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں نے
 آپ سے جنگ شروع کر دی آپ سے جنگ کرنے والوں کی
 اکثریت خارجی تھی۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی بیعت

کی تھی۔ پھر جب آپ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے وعدہ
 غلافی کی اور دیر کی بھلائی پر فوری حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے
 دشمنوں سے جا ملے۔ آپ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ
 کے ساتھ اپنے اہل اور صحابیوں میں سے اسی سے کچھ آدمی زیادہ
 تھے۔ اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ آپ کے
 دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ تک پہنچ رہے
 تھے۔ اور جب آپ نے تلوار سو نہت کر ان پر حملہ کیا تو آپ نے یہ
 اشعار پڑھے۔

میں ابن علی ہوں جو آلِ ہاشم میں سے ایک عالم تھے اور
 فخر کیلئے مجھے یہی بات کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول
 اور تمام انسانوں سے معزز ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان ہماری
 حیثیت روشن چراغ کی سی ہے۔ اور میری ماں فاطمہؓ احمد علیہ السلام
 کی اولاد ہے۔ اور میرے چچا جعفر کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور
 ہم بھی میں کتاب الہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت
 وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ لوگ تدبیر کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمیان
 حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پاسکتے۔ کیونکہ آپ وہ
 شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جاسکتے۔
 جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے کھا
 گیا تو آپ سے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اُسے دیکھ رہا ہوں
 گویا اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے

ایک قطرہ نہ چکھے گا۔ حضرت حسین نے اُسے فرمایا۔
 اے اللہ اسے پیاسا مار دے وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود
 سیر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین نے پینے
 کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ
 کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ
 اسے پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت ادراس
 کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پکھے تھے۔ ادراس
 کے پیچھے کانور پڑا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے
 پاس ستوا، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پی لیتا تو ان
 کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر پیتا اُسے پھر پلایا جاتا
 یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ
 کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مڑا رہا۔
 یہاں تک پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسین نے باڈر
 بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اس وقت
 یزید بن ابی سرحہ الراسخ و سمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا
 اور کہا اے ابن رسول اللہ اگرچہ میں آپ کے خلاف خرمن کرنے
 والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہونا ہواں۔
 شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر
 وہ آپ کے روبرو لڑا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ نے
 ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو آپ نے حملہ کر کے
 ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت مارے

لوگوں نے حملہ کر دیا اور آپ کے اور آپ کے حرم کے درمیان
 حائل ہو گئے۔ تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا اپنے جوتونوں کو
 عورتوں اور بچوں سے روکو۔ پھر آپ مسلسل لڑتے رہے۔ یہاں تک
 کہ انہوں نے زخموں سے آپ کا خون بہا دیا۔ اور آپ زمین پر
 گر پڑے تو انہوں نے عاتقہؓ کے روزِ سلاطین میں آپ کا سر کاٹ
 لیا۔ جب اُسے عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے قاتل
 نے یہ شعر پڑھے۔

میری سولہویں کو سونے اور چاندی سے بھر دو
 میں نے ایک ایسے بادشاہ کو مارا ہے۔ جسے
 چمپا یا گاما تھا اور جو یحییٰ میں قبلتین میں نمنا
 پڑھتا تھا۔ اور نسب میں سب سے بہتر تھا۔
 میں نے اُسے قتل کیا ہے۔ جو لوگوں سے ماں
 اور باپ کے لحاظ سے بہتر آدمی تھا۔

ابن زیاد نے ان شعروں کو سن کر غصے میں آکر کہا جب
 تو اسے اس قسم کا آدمی سمجھتا تھا تو پھر تو نے اُسے قتل کیوں کیا۔
 خدا کی قسم تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور میں تجھے ضرور
 اس کے ساتھ ملا دوں گا۔ پھر اس نے اُسے مار دیا اور اس کے
 ساتھ آپ کے بھائیوں اور آپ کے بھائی حضرت حسن کے بیٹوں
 اور حضرت جعفر اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے انیس آدمیوں اور
 ایک کے قول کے مطابق بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حسن بصری کہتے ہیں اس وقت روم نے زمین پر ان لوگوں

سکا کوئی ہمسر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اسے ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا۔ اور ٹرے فخر سے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے۔ اس وقت اس کے پاس حضرت انس موجود تھے۔ وہ آبدیہ ہو کر کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ دیاں حضرت زید بن ارقم۔ بیٹے تھے آپ نے اُسے فرمایا اپنی چھڑی کو اٹھا لو۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رؤفہ لگے۔ تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری آنکھوں کو رلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا۔ تو تیری بکواس پر میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا تو آپ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اسے لوگو آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ابن مرہبہ کو امیر بنالیا ہے خدا کی قسم یہ تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کر دے گا۔ اور تمہارے برے آدمیوں کو غلام بنائے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو۔ جو دولت اور عار سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں تجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا۔ جو اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر

بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ۔ اے اللہ
میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا
ہوں ۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
امانت کا کیا حال ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ
لیا ۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس
کے سر کو لایا گیا اور اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں
نصب کیا گیا تو ایک سانپ اگر سروں میں گھس گیا ۔ یہاں تک کہ اس
کے نیتھے میں داخل ہو گیا ۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر اگر دو
تین بار ایسے ہی کیا ۔ اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں
حضرت حسین کے سر کو نصب کیا گیا تھا ۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی
عبید تھا ۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت حسین کو
بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے متندم تھا اور چاہتا تھا کہ اس
داغ کو دھو دیا جائے ۔ اور مختار کے پیروکاروں میں سے ایک
گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین سے جنگ کرنے والے
چھ ہزار آدمیوں کو بُری طرح قتل کیا ۔ اور ان کا سردار عمر بن سعد بھی
قتل ہوا ۔ اور حضرت حسین کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کی مطابق
مزید عذاب دیا گیا ۔ اور اس کے سینے اور کپشت کو گھوڑوں سے
روندہ کیا ۔ کیونکہ اس نے حضرت حسین کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا ۔
لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا ۔ لیکن آخر میں اس نے
نہایت خباثت سے کام لیتے ہوئے خبر دی اور اُسے یہ خیال آیا

کہ اس پر رومی ہوتی ہے۔ اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں۔ اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار لشکر کے ساتھ مصل میں پڑاؤ کیا تو مختار نے ۶۸ھ میں اس کے لئے ایک کردہ تیار کیا۔ جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے تو اس نے انہیں وہیں نصب کر دیا، جہاں حضرت حسین کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر اُسے دہاں سے ہٹا دیا گیا۔ یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا۔ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت حسین کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا۔ پھر میں مختار کے پاس اسی قصید امارت میں گیا۔ تو ابن زیاد کے سر کو دہاں پڑا پایا اور لوگ اسی طرح اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو دہاں اسی طرح پڑے پایا۔ میں نے اُسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تجھے پانچواں سر دہاں نہ دکھائے۔ اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسین کے سر اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو اتارا تو انہیں آل حسین کے قیدیوں کے ساتھ نینید کی طرف بھیجا۔ جب یہ نینید کی طرف پہنچے تو کہتے ہیں کہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اور ابن زیاد سے بانداز تجاہل پیش آیا۔ اور آپ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا۔

سبط ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے مشہور بات یہ ہے کہ وہ شامیوں کو اکٹھا کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا۔ اور اس نے پہلی بات کو بر ملا کہا اور دوسری بات کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر قمر بنی ہاشم نے کہ اس نے ابن زیاد کے قتل کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا کہ اسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا موجب تعجب نہیں جس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے اور عورتوں کو برہنہ منہ اونٹوں پر سوار کر کے لے گیا۔

کہتے ہیں بلکہ سر اس کے خزانے میں تھا۔ اس نے کہ سلیمان بن عبد الملک نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لا لطفت کرتے اور خوشخبری دیتے دیکھا۔ اس نے حضرت حسن بصری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ شاید تو نے آپ کی آل سے کوئی ٹیکہ کی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے سر حسین کو زبرد کے خزانے میں دیکھا تو میں نے اسے پانچ کپڑے پہنائے۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نثارِ جوارہ پڑھی اور اسے قبر میں دفن کر دیا۔ تو حسن بصری نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے اظہارِ رضامندی فرمایا ہے۔ تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔

یزید نے سر حسین کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا بیان گذر چکا ہے۔ اس وقت اس کے پاس قیصر کا ایچی موجود تھا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا کہ ہمارے پاس ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسیٰ

کے گھر سے اکٹھے رہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آکر اس کا حج کرتے ہیں۔ اور نذرین مانگتے ہیں۔ اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو اور ایک ذمی نے کہا میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر آباء کا فاصلہ ہے۔ اور یہودی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگا یا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑا کرتے اُسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اُسے ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اُسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت بُرے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اُسے دھویا خوشبو لگائی اور اُسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا۔ کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ دیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا۔ اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ اُن پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے قیدیوں کو کھولا تاکہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ایک طرف یہ بکھا ہوا ہے ولا تحسبن الله فاعلاما يعمل الظالمون اور دوسری طرف وسیع الاموال الذین ظلموا اسی منقلب ینقلبون کے الفاظ سمجھ ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رکنا چاہیے۔ حضرت حسین کے حرم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا۔ تو اہل کوفہ رو پڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسین نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے روتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں ہے۔ اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے۔ کیونکہ اس فقرہ نے متقی لوگوں سے تعصبات اور مقابلہ تک فوجت پہنچا دی تھی۔

حضرت امام زین العابدین علم وزہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف تھے۔ آپ جب نماز کے لئے وضو کرتے۔ تو آپ کا

اے ابو بکر الشافعی نے الغیلائیات میں اس حدیث کو موضوع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے ابو نعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا آپ
 نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ
 آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ابن جردن
 نے زہری سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک آپ کو مدینہ سے بہت
 وزنی بیٹریاں ڈال کر کے لایا۔ اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا
 زہری آپ کو الوداع کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ
 میں آپ کی جگہ اس حالت میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوگا
 کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اگر میں چاہوں تو یہ تکلیف نہ
 ہو۔ یہ لو! مجھے عذاب الہی کی یاد دلاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ
 پاؤں بیڑیوں اور ستھکڑیوں سے نکلے۔ پھر فرمایا میں مدینہ سے
 دو روز تک ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گزرنے کے
 بعد آپ ان سے روپوش ہو گئے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش
 میں مارے مارے پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔ زہری کہتے
 ہیں میں عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے بارے میں
 مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ اس نے کہا جس روز وہ
 روپوش ہوئے ہیں اس دن میرے پاس ان کے مددگار آئے
 اور وہ بھی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ مجھ سے کیا نسبت۔ میں
 نے کہا میرے ملاں قیام فرمائیے تو انہوں نے جواب دیا میں آپ
 کے ملاں قیام کرنا پسند نہیں کرتا پھر وہ چلے گئے۔ خدا کی قسم ان
 کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اسی وجہ سے پھر عبدالملک نے
 حجاج کو لکھا کہ وہ بنی عبدالمطلب کی خونریزی سے اجتناب کرے

کرے اور اُسے حکم دیا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھے۔ حضرت زین العابدین پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبد الملک کو لکھا تو نے فلاں دن حجاج کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبد المطلب کے حق کے بارے میں اس اس طرح سے رازداری سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں تمہاری قدر دانی کی ہے۔ اور اس خط کو اُسے بھیج دیا۔ جب وہ خط سے مطلع ہوا تو اس میں وہی تاریخ درج تھی۔ جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے اہلچی کو بھیجا تھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ زین العابدین پر اس کے معاملے کا انکشاف ہو گیا ہے۔ تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے بوجھ کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیک دعائوں میں یاد رکھیں۔

ابو نعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو جھڑکی ویرہ سے حراسود ملک پہنچا اس کے لئے ممکن نہ ہو سکا تو نہرم کی ایک جانب اس کیلئے منبر نصب کیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ارد گرد اہل شام کے سیربرا آوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آگئے جب آپ حراسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حراسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں کہا میں انہیں نہیں

جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے بھلا، بیت اللہ اور حل و حرام
سب چانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی
کا بیٹا ہے اور یہ متقی، پاک، اوصاف اور جہد کے کسی
طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک
کہنے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر نو بیاں ختم
ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے
جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔

یہ ایک مشہور قبیہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی

ہیں۔

اے ہشام اگر تو اسے نہیں جانتا تو میں بتائے
دیتا ہوں کہ یہ فاطمہ نبول کا جگر گوشہ ہے۔ جس کے
نانا پر سلسلہ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول
اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کے بھانپنے
سے تو نے انکار کیا ہے۔ اُسے عرب و عجم پہنچاتے
ہیں۔

پھر اس نے کہا یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت
کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور ان کا قرب نجات
اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سعادۃ کی انتہا تک کوئی سعی
نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھی نہیں

کہا سکتی ۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو غضبناک ہو کر فرزوق کو عثمان مقام پر محبوس کر دیا ۔ امام زین العابدین نے فرزوق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی ۔ اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے ۔ فرزوق نے جواب دیا میں نے آپ کی مدد صرف خدا تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کی ہے کسی انعام کے لئے نہیں کی ۔ تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے تو فرزوق نے وہ درہم قبول کر لئے ۔ اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو لکھی ۔ اور اُسے بھیج دی ۔ تو اس نے فرزوق کو قید سے رہا کر دیا ۔ حضرت امام زین العابدین بڑے درگزر کرنے والے اور صاحب عفو تھے ۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام دی تو آپ نے تفاضل سے کام لیا ۔ اس نے کہا میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں ۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ

خذ العفو وأمر بالعرف عفو کو اختیار کر ۔ نیکی کا حکم دے واعرض عن الجاہلین ۔ اور جاہلوں سے اعراض کر ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ذلت سے سرخ اونٹوں کے حصول جیسی خوشی ہوتی ہے ۔ آپ نے ستاون سال کی عمر میں وفات پائی ۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا حضرت علی کے پاس رہے پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسن کے پاس

رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسین کے پاس رہے۔ کہتے ہیں ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ آپ کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو چھوڑ کر حضرت حسن کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

ابو جعفر محمد باقر علم دہر اور عبادت میں آپ کے وارث ہوئے۔ آپ کا نام باقر اس لئے رکھا گیا ہے کہ بقر زمین کو چاٹنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے احکام الہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور انکی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں۔ وہ خزانے بے بصیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو چاٹا۔ اُسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔ آپ پاک نفس صاف دل، پُرے صاحب علم و عمل اور صاحب شرف تھے۔ آپ کے اوقات اطاعت الہی سے معمور تھے۔ آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ علامات حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں در ماندہ ہیں بلکہ مکمل معارف میں آپ کے بہت سے کلمات ہیں یہ رسالہ ان کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا اور آپ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ ابن المدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپکو چھپٹے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ بات کیسے ہوئی، کہنے لگے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسین آپ کی گود میں تھے

اور آپ ان کھلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جابر بن حسین کے ہاں ایک بچہ ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ اسے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھادو سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خوردنی سے ہوئی آپ مال اور باپ کی طرف سے علوی ہیں۔ اور آپ کی تدفین یقین میں حضرت حسن اور حضرت عباس کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چھ لڑکے یہ چھ چھوٹے جو بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔

حضرت جعفر صادق۔ آپ امام باقر کے خلیفہ اور وصی تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کئے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔ اکابر ائمہ جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریر، مالک، سفیان بن عیینہ، ابو حنیفہ شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی والدہ فروعہ بنت القاسم محمد بن ابی بکر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ منصور نے جب حج کیا تو آپ کی چغلی کی گئی۔ جب چغلی گئی تو اسی کے لئے آیا تو آپ نے اُسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے اس نے کہا ہاں۔ اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر امیر المؤمنین اس کو حلف دیجئے۔ اس نے اُسے کہا کہ میں سے اللہ تعالیٰ کی قوت سے بیزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ جعفر نے اس اس طرح کیا اور کہا ہے تو وہ آدمی ایسا کہنے سے

رک گیا۔ پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ وہیں مر گیا۔ تو امیر المومنین نے حضرت جعفر سے کہا آپ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو زینب کو اپنے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے اس قسم کی حکایت سیکھی بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن المثنی بن الحسن السبط کی بھی ہے۔ کہ ایک زبیری آدمی نے رشید کے پاس آپ کی چغلی کھائی۔ تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا۔ تو وہ غلط بولنے لگا۔ رشید نے اسیے ڈاٹھا۔ پھر یہی کو اس سے قسم لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب ہو کر پیو کے بن گر پڑا۔ لوگوں نے اسے ٹانگ سے پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے سیکھی سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز ہے تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں ملتی۔ اور مسعودی نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ قصہ میرے بھائی سیکھی کے ساتھ ہوا جو موسیٰ الجون کے لقب سے ملقب تھا۔ کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کھائی اور ان دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ پھر موسیٰ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو اس نے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ حلف اٹھایا۔ جب اس نے حلف اٹھایا تو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو چھوڑ کر اپنی قوت و

طاقت کے پیچھے لگ گیا اور ایسا اس نے جھوٹا ہونے کی حالت میں کیا ہو
 تو اللہ تعالیٰ اُسے تین دن سے پہلے پہلے سزا دے دیتا ہے۔ قسم بخدا
 نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المؤمنین اب یہ
 بات مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زیری کو کوئی
 حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس نے یہ بات
 آپ پر چھوڑ دی۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زیری
 کو جزام ہو گیا اور وہ سوز کمرشکینے کی طرح ہو گیا۔ اور تھوڑا سا
 وقت گزرنے کے بعد مر گیا۔ اور جب اُسے قبر میں اتارا گیا تو اس
 کی قبر بلیو گئی۔ اور اس سے نہایت بد بو دار ہوا آئی۔ پھر اس میں
 کانٹوں کے ٹوکڑے ڈالے گئے۔ تو وہ دوسری دفعہ بلیو گئی۔ رشید
 کو اس کی اطلاع دی گئی تو اُسے بہت حیرانی ہوئی پھر اس نے موسیٰ
 کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور اس سے اس قسم کا راز
 پوچھا تو اس نے اُسے وہ حدیث بتائی کہ اس کے دادا نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایسی قسم کھاتا ہے جس
 میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے
 شرم محسوس کرتا ہے۔ اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی
 قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اُسے تین دن سے پہلے سزا
 دے دیتا ہے۔

ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات بھر نماز
 پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بد دعا کی تو اس کی
 موت کے متعلق آوازیں سُنی گئیں۔ جب اُسے حکم بن عباس کلبی کا

قول اس کے چا زید کے متعلق پہنچا کہ ہے
ہم نے زید کو تمہارے لئے کھجور کے تنے پر صلیب دی
ہے اور ہم نے کسی جہادی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔
تو آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی
کتا اس پر مسلط کر دے۔ تو اُسے ایک شیر نے چاڑھ کھلیا۔

آپ کے چچا زاد بھائی
عبداللہ المحض بنی ہاشم کے

آپ کے مکاشفات

شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔
بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے
بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور
جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کرے۔ مگر اس
نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ پلان دونوں سے حسد کرنے کی ہمت لگائی
گئی، آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی
ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص نے لگا۔
جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلے گئے۔ ان دنوں منصور
عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر کی پیش گوئی
ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اُسے
بادشاہ بنا دیا۔ اور حضرت جعفر سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر نے
منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدد
حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہمارا
حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا

کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیہ کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری۔ فرمایا تمہاری۔ اور اس بادشاہ سے تمہارے بچے اس طرح کھینیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی۔ از روہ زمین کا مالک ہوا۔ تو حضرت جعفر کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے سلاطین میں رنج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ البقیع میں چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب اے میرے رب یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا جی، یا جی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دیدے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا

اس لئے کہ آپ نے دعا کی ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں اس نے کہا آئیے اور کھائیے۔ میں آگے بڑھا اور انگوڑ کھائے۔ اس جیسا انگوڑ میں نے کبھی نہیں کھایا۔ اس کی گٹھلی بھی نہ تھی۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے کہا جمع نہ کرو اور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھو۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک کمانہ بند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ چادروں کو ہاتھ میں لئے نیچے اتر گیا۔ تو اسے سعی کی جگہ پر ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے ابن رسول اللہ اللہ نے جو تجھے پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنادیں۔ کیونکہ میں تنگاہوں تو اس نے دونوں چادریں اُسے دے دیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہے۔ اس نے کہا یہ جعفر صادق ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سنا چاہا مگر مجھے اس کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۱۸۰ھ میں نہر خورانی سے ہوئی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ کی تدفین اسی قبہ میں اپنے اہل کسے چھ مردوں اور بیٹی کیساتھ ہوئی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم | آپ علم و معرفت اور فضل و کمال میں حضرت جعفر صادق کے وارث

تھے۔ آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور علم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم کہتے ہیں۔ اہل عراق میں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ضروریات

کو پورا کرنے والا دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔ رشید نے آپ سے دریافت کیا آپ اپنے آپکو ذریت رسول کیسے کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی کی اولاد ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی ومن ذریتہ داؤد وسلیمان یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم نقل تعالوا لندع انباء ما رانا بکم الایاتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں بیٹے ہوئے۔

ابن جوزی اور راہب مزی
آپ کی عجیب و غریب کرامات
 رفیعو نے شفیقہ منی سے

بیان کیا ہے کہ میں ۱۴۱۷ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادسیہ میں لوگوں سے الگ تھلک دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان سو فیاء میں سے ہے۔ جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اسے زہر و تزیخ کرتا ہوں جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق

اجتنبوا کثیراً من الظن
 بعض الظن اثم
 بدگمانی سے بہت بچنا چاہیے۔ بعض
 بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا کہ وہ تسبیح کر لیں۔ مگر وہ آنکھوں سے نمائے ہو گیا۔ پھر میں نے انہیں اقصیٰ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اُن کے اعضاء مضطرب اور آسٹوٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے کہا

والفی لغافلین تاب وآمین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے الایاتہ۔ اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔

جب وہ زمانہ میں اترے تو میں نے انہیں ایک کنویں پر دیکھا جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں انہوں نے اس میں ریت بھینکی تو پانی ان کے لئے اوپر چڑھ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک پتیلے کی طرف گئے اور ریت انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیاسے اس سے جو پکچر ملے وہ مجھے کھلا دو۔ تو انہوں نے کہا اے شفیع ہم پر اللہ تعالیٰ کی غاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اس سے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ تو ستوا اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ میں اسے پی کر سیر ہو گیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پویشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔ جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی پغلی کی گئی۔ اور

اُسے کہا گیا کہ ہر طرف سے ان کے پاس اموال آ رہے ہیں۔ یہاں تک انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خرید لی ہے۔ تو اس نے آپ کو بچھڑا لیا اور لبصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا۔ جس نے آپ کو ایک سال تک مجبوس رکھا پھر رشید نے اُسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بددعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اس کے سلام کے لئے نہ بھیجے اور میرا ساتھ چھوڑ دے۔ رشید کو آپ کا یہ خط پہنچا تو اس نے سعدی بن ساہک کو ان کے سلام کے لئے لکھا اور یہ حکم بھی دیا کہ ان کو کھانے میں نہر دے دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کھجوروں میں نہر دیا گیا۔ جس سے آپ کو بخار ہو گیا اور تین دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

مسعودی نے بیان کیا ہے کہ رشید نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک برہمی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں اگر تو نے کاظم کو نہ چھوڑا تو میں تمہیں اس برہمی کے ساتھ ذبح کر دوں گا۔ تو وہ خوف سے بیدار ہو گیا اور اسی وقت اپنے پولیس آفیسر کو انہیں آزاد کرنے کیلئے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دیئے۔ اور کہا کہ میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مدینہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ اگر آپ قیام کریں گے تو میں آپ کی عزت کر دوں گا جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں نے آپ سے عجیب غریب بات دیکھی اور بتایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کلمات کے بتانے سے فخر ہوئے ہی اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ کہتے ہیں پہلے موسیٰ ہادی نے آپ کو قید کیا۔ پھر رہا کر دیا۔ کیونکہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے دیکھا کہ

فهل عسیتم ان تولیتهم کیا تمہیں زمین میں فساد کرنے اور ان تفسد وافی الارض قطع رحمی کے لئے حاکم بنایا گیا و تقطعوا الرحامکم ہے۔

تو جاگنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس سے آپ مراد ہیں۔ تو اس نے رات کے وقت آپ کو رہا کر دیا۔ رشید نے آپ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے جس کی ٹوکی پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دلوں کا امام ہوں۔ اور تو جھموں کا امام ہے۔ جب دونوں حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے اکٹھے ہوئے تو رشید نے کہا اسے عم زاد السلام علیہ۔ اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو اس کے ارد گرد تھے۔ تو موسیٰ کاظم نے جواب دیا اسے باپ السلام علیہ۔ مگر وہ اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو پکڑ کر اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ آپ اس کی قید سے بڑیاں پہنے ہوئے مڑ مڑ کر نکلتے۔ اور بغداد کی عزبی جانب دفن ہوئے۔ بظاہر یہ واقعات آپس میں منافی رکھتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو متعدد دفعہ قید کرنے پر مجبور کیا جائے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بچوں اور بچیوں

کی تعداد ۳۷ تھی۔ جن میں سے ایک علی الرضا بھی تھے۔

آپ ان سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت کے حامل تھے۔ مامون آپ کو اپنی جان کی طرح

عزیز سمجھتا تھا۔ اور آپ سے اپنی بیٹی کو بیاہ کر اس نے آپ کو اپنی حکومت میں شریک کر لیا تھا۔ اور آپ کو اپنا جانشین بھی بنالیا تھا۔

اس نے ۱۷۷ھ میں اپنے لڑکھوے سے ایک تحریکھی کہ علی الرضا میرا ولی

عہد ہوگا۔ اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ لیکن آپ اس

سے پہلے وفات پا گئے جس سے اسے بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے

اپنی موت سے پہلے بتا دیا تھا کہ وہ بھڑے ہوئے انگوڑ اور نار کھا کر

مریں گے۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ

ایسا نہ کر سکا۔ یہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں۔ جیسے

آپ نے اُسے بتایا تھا۔

آپ کے دوستوں میں سے معروف کرنی اور استاد سرعی نقطی

تھے۔ کیونکہ سرعی نقطی نے آپ کے لڑکھوے پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے

ایک آدمی سے کہا اے عبداللہ جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہو جا

اور اس بات کیلئے تیاری کر جس سے کوئی چارہ نہیں۔ تو وہ آدمی

تین دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اسے حاکم نے ردایت کیا ہے۔

حاکم نے محمد بن عیسیٰ عن ابی حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے

نواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے

شہر میں جاج فروکش ہوا کرتا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو میں

نے آپ کے لڑکھوے کی مدینہ کی کچھ روں کا ایک تھال دیکھا۔ جس میں

صیحاتی کھجوریں بھی تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میں آٹھ سو زندہ رہوں گا۔ بیس دن کے بعد جب علی الرضا مدینہ سے تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے تو لوگ آپ کو سلام کرنے کیلئے دوڑے۔ میں بھی آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں صیحاتی کھجوریں بھی ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے مجھے اپنے قریب کیا۔ اور انہی کھجوروں میں سے مجھے ایک ٹھٹھی کھجوریں دیں۔ تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی کھجوریں خواب میں حضور علیہ السلام نے دی تھیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ زیادہ کھجوریں دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو اہم بھی آپ کو زیادہ دے دیتے۔ جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے اور اس کے بازار سے گزرے تو آپ پر ایک سائبان تھا۔ جس کے ورے دیکھا نہ جاسکتا تھا۔ آپ کو دو حافظ ابو زرہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی ملے جن کے ساتھ بے شمار ملایان علم و حدیث تھے۔ انہوں نے بڑے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ آپ ہمیں اپنا چہرہ دکھائیں۔ اور اپنے آبا سے ہمارے لئے حدیث بیان کریں۔ آپ نے خیر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوانوں کو سائبان کے ہٹانے کا حکم دیا۔ اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ آپ کے گیسوؤں کی دولٹیں آپ

کے کندھے تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا ہے
تھے کچھ گرہ کناں تھے۔ کچھ مٹی میں غلطاں اور کچھ آپ کی پھر کے سٹوں
کو چوم رہے تھے۔ علماء لوگوں کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش
ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں حافظوں نے آپ سے
اطاء کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ موسیٰ
کاظم نے اپنے باپ جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ محمد الباقر
سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدین سے انہوں نے اپنے
باپ حسین سے انہوں نے اپنے باپ علی بن ابیطالب سے بیان کیا
کہ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے بیان فرمایا کہ میں
نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ
ہے۔ جو اسے پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور
جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ
ہو جائے گا۔ پھر یہ گرا دیا گیا۔ اور آپ پل پڑے۔ اصحاب
قلم و دوات کے شیار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس
ہزار سے اوپر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ روایت کی جانے
والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفت، قلب، اقرار زبان اور ارکان
پر عمل کرنے کا نام ہے۔ شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں۔
احمد کہتے ہیں اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اس
کا جنون جاتا رہے۔

بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل

کے سامنے اپنے شریف ہونے کا زعم کیا۔ اس نے پوچھا اس بارے میں مجھے کون بتائے گا۔ اسے بتایا گیا کہ علی الرضایہ بات بتا سکے گا وہ آئے تو اس نے آپ کو اپنے ساتھ چار پائی پر بٹھایا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولاد حسنین کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے درندوں کے آگے پھینک دے۔ جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی۔ تو اس نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کر لیا۔ پھر متوکل سے کہا گیا۔ کیا تو یہ تجربہ علی الرضا کے متعلق نہ کرے گا۔ تو اس نے تین درندے لانے کا حکم دیا جنہیں اس کے محل کے صحن میں لایا گیا۔ پھر اس نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اس کے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند کر دیا۔ اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کر دیئے جب آپ صحن میں بیٹھیں پھر چڑھنے کے لئے پہلے تو وہ درندے آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ پر ہاتھ پھرنے لگے اور آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی۔ پھر اترے۔ پھر ان درندوں نے پہلے کی طرح آپ سے سلوک کیا۔ یہاں تک کہ آپ باہر نکل گئے۔ تو متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے کہا گیا۔ اس طرح کہ جس طرح تیرے چا زاد بھائی نے کیا ہے مگر وہ اس کی جسارت نہ کر سکا۔ اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے
جن کا نام علی عسکری ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ بالاتفاق مامون کے
زمانے میں علی الرضا فوت ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے متوکل کا زمانہ
نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ آپ سے پہلے
پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی۔ جن میں سب سے بڑا
محمد الجواد تھا۔ لیکن وہ لمبی زندگی نہ پاسکا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے
ایک سال بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ
مامون کا وہاں سے گزر ہوا تو سب بچے جاگ گئے۔ لیکن محمد کھڑے رہے
اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی
محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اے بچے تجھے بھاگنے سے کس نے روکا۔
آپ نے فوراً جواب دیا اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں تھا۔ کہ میں
اُسے آپ کے لئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی حرم بھی نہیں کہ میں آپ سے
ڈروں اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے۔ کہ آپ بے گناہ کو
تکلیف نہیں دیتے۔ مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب
ہو کر کہنے لگا آپ کا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ محمد
بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ اور اپنے گھوڑے
کو چلا کر لے گیا۔ اس کے پاس ایک شکاری باز تھا جب وہ آبادی سے
دور ہو گیا تو اس نے باز کو ایک تیر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا۔ پھر فضا
میں سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی زندہ بھلی تھی۔
اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا۔ اس نے بچوں کو اسی حال میں دیکھا

اور محمد کو ان کے پاس کھڑے پایا۔ تمام بچے سوائے محمد کے جھاگ گئے۔ اس نے آپ کے قریب ہو کر کہا میرے ہاتھوں میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے اور ان سے اہل بیت مصطفیٰ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں۔ ناموں نے کہا آپ فی الحقیقت ابن الرما ہیں۔ پھر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور آپ کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ اور جب اُسے آپ کی صغیر سنی کے باوصف آپ کے علم و فضل و کمال و عظمت اور مہر و برکت پر جان کا پتہ چلا تو وہ ہمیشہ آپ سے مہربانی سے پیش آتا رہا اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کے ساتھ بیاہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ لیکن عباسیوں نے اُسے اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو ولی عہد ہی نہ بنا دے۔ جیسے ان کے باپ کو ولی عہد بنایا تھا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اس نے ایک بوا خود صغیر سنی کے تمام اہل فضل سے علم و معرفت اور حلم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے پسند کیا ہے تو انہوں نے محمد کے ان امور سے متعجب ہونے میں جھگڑا کیا۔ پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے امتحان کے لئے کسی آدمی کو بھیجیں گے۔ لیکن انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپ کے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ محمد کو ان سے الگ کر دے تو وہ اسے بہت کچھ دیں گے۔ پس وہ خلیفہ کے پاس حکومت کے خاص آدمیوں اور ابن اکثم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ناموں نے محمد کیلئے خوبصورت قمیض پہنانے کا حکم دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے تو یحییٰ نے آپ سے مسائل دریافت کئے۔ آپ نے ان کے نہایت اچھے اور واضح جواب

دئیے۔ خلیفہ نے آپ سے کہا ابو جعفر آپ نے بہت اچھا کیا ہے اگر آپ چاہیں تو یحییٰ سے بھی ایک مسند پوچھ لیں۔ تو آپ نے یحییٰ سے کہا اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو دن کے پہلے جلتے ہیں ایک ٹورٹ کی طرف حرام نظر سے دیکھے پھر دن کے بلند ہونے پر اس کیلئے حلال ہو جائے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جائے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عشاء کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر آدھی رات کو حرام ہو جائے پھر فجر کو حلال ہو جائے۔ یحییٰ نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ تو محمد نے کہا یہ وہ لونڈی ہے جسے ایک اجلبی نے بغیر شہوت دیکھا جو حرام ہے پھر دن کے بلند ہونے پر اسے خرید لیا اور ظہر کے وقت آزاد کر دیا اور عصر کے وقت اس سے شادی کر لی۔ اور مغرب کے وقت اس سے ظہار کر لیا اور عشاء کے وقت کفارہ دے دیا اور نصف رات کے وقت اسے طلاق رجعی دے دی اور صبح کو اس سے رجوع کر لے۔

اس موقع پر مامون نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا۔ پھر آپ کو بیوی کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آپ کی شکایت کی کہ انہوں نے اور شادی کر لی ہے۔ تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو حرام کر دیں۔ اس لئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر ۲۸ محرم ۱۹۵ھ

میں آپ معتمد سے درالوں کی اجازت لے کر اس کے ساتھ آئے اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے۔ اور اپنے دادا کی پشت کی طرف قریش کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں۔ جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

علی العسکری

آپ کو عسکری اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپکو بدیعہ نبویہ سے طلب کر کے۔ من راسی کی طرف بھیجا اور وہیں آپکو ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے۔ اس لئے آپ عسکری کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ علم و سخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے کوئم کے ایک بدو نے اگر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر ناقابل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے اور اس کی ادائیگی کیلئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔ آپ نے دریافت کیا تجھ پر کتنا قرضہ ہے اس نے کہا دس ہزار درہم آپ نے فرمایا انتا اللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہیے۔ پھر آپ نے اسے ایک رقم لکھ دیا جس میں اس رقم کو اپنے ذمہ قرضہ ظاہر کیا۔ اور اسے فرمایا یہ رقم مجھے مجلس عام میں دے کر مجھ سے سختی کے ساتھ مطالبہ کرنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے اس سے تین دن کی ہملت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو آپ نے اس بدو کو دے دی۔ اس نے کہا اے فرزند رسول میں

ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے
مختصر سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا۔ اور سب رقم بدو کے
سپرد کر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت
کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات
یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانہ میں ہوا اور وہی ان کا امتحان
لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے۔ بلکہ
آپ کو دیکھ کر جھپک گئے اور مطمئن ہو گئے۔

مسعودی و قزو کا بیان بھی اس سے موافقت رکھتا ہے
کہ یحییٰ بن عبد اللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب
دولیم کی طرف بھاگے۔ پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا۔ اور اس
نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔ جس میں
درندے تھے۔ جنہیں جھوکار کھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپ کو کھانے سے روکے
رہے اور آپ کے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کے قریب
آنے سے ڈر گئے تو اس نے آپ کے زندہ ہونے کی حالت میں آپ پر
پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ آپ کی وفات جمادی الآخرہ ۳۵ھ میں
سمرن رومی میں ہوئی۔ آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر چالیس
سال تھی۔ متوکل نے آپ کو مدینہ سے ۳۵ھ میں اس جگہ جلا وطن کر
دیا تھا۔ آپ یہیں اقامت گزریں ہو گئے۔ یہاں تک کہ چار بچے بھڑک
را بگڑائے آخرت ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے ابو محمد الحسن
الخالص تھے۔

ابن خلد کان نے کہا ہے یہ وہ عسکری
ہے جو ۲۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ آپ

ابو محمد الحسن الخالص

کے ساتھ بہلول کو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ بہلول نے آپکو بچپن
میں روتے اور دیگر بچوں کو کھیلتے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ
ان چیزوں کو دیکھ کر حسرت سے روتا ہے۔ جو ان بچوں کے ہاتھوں
میں ہیں۔ تو آپ نے کہا میں تجھے وہ چیز خرید دوں جس سے تو
بھی کھیلے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے
پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا ہماری پیدائش کس لئے ہوئی
ہے۔ آپ نے جواب دیا علم و عبادت کیلئے۔ بہلول نے پوچھا یہ
باتیں آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ
کے اس قول سے کہ

اَنْجَسْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ
عِبَادًا وَاَنْتُمْ الْبَيِّنَاتُ
تُرْجَعُونَ۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو
عبث طور پر پیدا کیا ہے اور تم ہماری
طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

پھر انہوں نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو آپ نے بطور
نصیحت انہیں چند اشعار سنائے پھر حسن عشق کا گھر پڑے۔ جب انہیں
ہوش آیا تو آپ نے انہیں کہا آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے آپ
تو چھوٹے بچے ہیں اور آپ کا کوئی گناہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا
بہلول چلے جائیے۔ میں نے اپنی والدہ کو بڑی کڑیوں کو آگ لگاتے
دیکھا ہے مگر وہ چھوٹی کڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ
کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی کڑیوں میں سے نہ بن جاؤں۔

جب آپ کو قید کیا گیا تو سرزنش رائی میں لوگوں کو شدید قحط
 نے آلیا تو خلیفہ معتد بہ متوکل نے تین دن باہر جا کر استسقاء پڑھنے
 کا حکم دیا۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ پھر عیسائی باہر نکلے ان کے ساتھ ایک
 راہب تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتا تو موسلا دھار بارش
 شروع ہو جاتی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل قسک
 میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات بڑی گراں
 گزری تو اس نے حسن انی لہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا
 اپنے نانا کی اُمت کو ہلاک ہونے سے پہلے پہلے بچالیں۔ حضرت حسن
 نے فرمایا وہ کل استسقاء کیلئے نکلیں گے اور انشاء اللہ اس خشک کو
 دور کر دیں گے۔ پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے
 بارے میں گفتگو کی، تو اس نے انہیں رہا کر دیا۔ جب لوگ استسقا
 کے لئے نکلے اور راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھایا تو
 آسمان پر بادل آگئے۔ حضرت حسن نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا۔
 تو اس میں ایک آدمی کی ہڈیاں تھیں آپ نے اُسے ہاتھ سے پکڑ
 لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بادل چٹ گئے
 اور سورج نکل آیا۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے
 حسن سے کہا اے ابو محمد یہ کیا بات ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ یہ
 ہڈیاں ایک نبی کی ہیں۔ جو اس راہب نے ایک قبر سے حاصل کی
 ہیں۔ اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں نمایاں ہو جائیں
 تو موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کی آزمائش
 کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی۔ جو آپ نے فرمائی تھی۔ اور

لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسن اپنے گھر واپس آ گئے اور نہایت عزت کے ساتھ رہے اور سرمن رُہی میں وفات تک آپ کو خلیفہ کے اعانات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

ابوالقاسم محمد الحجة

باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منسٹر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور بارہویں آیت میں آپ کے متعلق رافضیوں کا قول بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ مہدی ہیں۔ میں نے اس بات کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے۔

مے ماہرین الناب نے سیدنا علی کی اولاد اور آپ کی اولاد کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ اس کی وضاحت اس وقت ملے گی جب آپ اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے ذخائر النبی، صحاح الاخبار، قایمہ الاختصار اور جمہور ابن حزم کے ساتھ ملا کر دیکھیں گے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کی اولاد کے باقی بچے پانچ تھے۔ اور حسن کی اولاد زید سے اور حسن منشی سے تھی اور حسن منشی کے پانچ بچے تھے۔ جن میں ایک عبد اللہ الحنفی اور الحنفی کے چوبیس بچے تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین کی اولاد علی الصغر تھے جنہیں زین العابدین کہتے ہیں۔ جیسا کہ عاصی کی الہامی المستطاب میں ہے اور سید زینب کے لڑکے علی۔ ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جعفر عون اور عباس بھی آپ کے لڑکے پیدا ہوئے۔

خاتمہ

اس میں میرے صحابہ کرام، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جنگ اور حضرت حسنؓ کے خلافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے برحق ہونے اور نیز بد کے کفر کے بارے میں اختلاف اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کا بیان ہو گا۔ نیز اس کے ضمن میں آنے والے امور اور تہمتوں کا ذکر ہو گا۔

میں نے اس کتاب کا آغاز صحابہ کے ذکر سے کیا ہے اور انہی کے ذکر پر اسے ختم کر دیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصود بالذات، صحابہ کو ان افتراؤں سے پاک ٹھہرانا ہے۔ جو ان پر شقی لوگوں نے کئے۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر حماقت کی چادریں اوڑھ لیں ہیں اور دین سے نکل کر ملحدین کے راستہ پر چل نکلے ہیں۔ اور اندھیروں میں ٹامک ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ کا عذاب عظیم سے کر لوٹے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ اور رحمت سے ان کا تدارک نہ کرے اور وہ خیر الامم اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں۔ وہ وبال و مٹال کے گڑھوں میں گر پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہ کی محبت میں موت دے گا اور ان کے ذمہ میں ہمارا حشر ہو۔ آمین۔

جہاں ایسے کہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ سب معاہدہ کو لازم کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعن زنی نہ کریں۔ اور ان کی شاکریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے۔ کنتم نعیوا متہ اخوحت للناس پس اللہ تعالیٰ نے ریگڑ امتوں پر ان کی بھلائی کو ثابت کیا ہے۔ اور کوئی چیز اس الہی شہادت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی خوبیوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے بلکہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ خیر الامم ہیں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ یہی ایمان و اعتقاد رکھے۔ اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی خبروں کی تکذیب کرتا ہے بلاشبہ وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے خبر دے چکا ہے شک کرتا ہے وہ مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتا ہے

كذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس
اس طرح ہم نے تمہیں بہترین امت
بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو
علی الناس۔

حقیقتاً اس سے پہلی آیت اور اس میں معاہدہ کو حضور علیہ السلام کی زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الہی پر غور کر اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے۔ تاکہ یہ قیامت

کے روز بقیہ امتوں پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں کیسے اس قسم کی گواہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان رافضیوں کو ذلیل کرے اور ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ یہ کس قدر جھوٹے، جاہل اور افترا پر رازی اور ہتھان طرازی سے گواہی دینے والے ہیں کہ سوائے چھ آدمیوں کے سب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَوْمَ لَا يَخْذِي اللَّهُ النَّبِيَّ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ فَرِيقًا
لِإِسْعَىٰ بْنِ مَرْيَمَ وَ
بِإِيمَانِهِمْ -

اس روز اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے
ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان
کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں
طرف دوڑتا ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوائی سے بچالیا ہے اور اس
روز وہی لوگ رسوائی سے بچیں گے جن کی وفات کے وقت اللہ
اور اس کا رسول ان سے راضی تھے۔ پس ان کا رسوائی سے بچ
جانا اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور خالص
احسان پر ہوئی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمیشہ
ان سے راضی رہے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
جب مومنین نے درخت تلے آپ کی
بیعت کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ

مومنین سے راضی ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اظہارِ رضا مندی فرمایا ہے اور یہ کوئی چودہ سو کے قریب آدمی اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس کی موت کفر پر نہیں ہو سکتی کیونکہ جو شخص اسلام سے وفاداری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس نے اسلام کی حالت میں مرنے اور جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں مرنے ہے۔ اس کے بارے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں۔ یہ آیت اور ما قبل کی آیت صریح طور پر ملحدین اور قرآن پاک کے منکرین کے مزعومات کی تردید کر رہی ہے جبکہ قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صواب کو خیر الامم، عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مکذب ہے۔ اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تمذیب کرے جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ وہ کافر، منکر، ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُجَاهِدِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

اتبعوهم يا حسان رضى الله عنهم ورضوا عنه يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين . للفقراء الذين المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون . والذين تبوء الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ، والذين جاؤا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم .

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جو صفات بیان کی ہیں ان پر غور کرنے سے ان پر اعتراض کرنے والوں کے انحراف اور الزامات لگانے والوں کی گمراہی معلوم ہو جائے گی۔ حالانکہ صحابہ ان الزامات سے بری ہیں۔

پھر فرماتا ہے

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود . ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطاها فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار ، وعد الله الذين امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة

واجباً عظیماً۔

یہ آیت بن عظیم مطالب پر مشتمل ہے ذرا ان پر غور کیجئے
محمد رسول اللہ ————— یہ جملہ مشہور ہے کو واضح کرنے

والا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق الى شهيداً

اس قول میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی گئی ہے

پھر آپ کے اصحاب کی تعریف اس قول الہی میں ہے کہ والذین معہ

اشدا علی الکفار رحماء بینہم جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو

فسوف یأتی اللہ بقورۃ بہم ویحبونہ اذ لہ علی المؤمنین

احزۃ علی الکافرین بجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون

لومۃ لانہم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع

علیم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی شدت اور سختی کفار

کے لئے ہے۔ اور ان کی نرمی، نیکی، مہربانی اور مہارحمتی مومنین

کے لئے ہے۔ پھر ان کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

فضل و رحمت اور اس کی رضامندی کے حصول کیلئے اخلاص اور

بڑی امید کے ساتھ بجز اعمال بجا لاتے ہیں۔ اور ان کے اعمال

صالحہ کے اخلاص کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہاں تک

کہ جس شخص نے ان کی طرف دیکھا ان کے حسن کی علامات ہدایت

نے اُسے حیران کر دیا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب عیسائیوں نے شام کو فتح

کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم، حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ *ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ* یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گاجھانڈا لیتی ہے۔ پھر اسے مضبوط بناتی ہے پھر وہ موٹا ہو کر جوان ہو جاتا ہے۔ اور پورے والے کو اپنی شدت و قوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گاجھانڈی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں۔ اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے نفرت رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جیسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے

بہت سی احادیث ہم اس کتاب کے ابتدائی حصے میں بیان کر آئے ہیں۔ صحابہ کیلئے یہی شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوسری آیات میں ان سے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ منہم میں من کا لفظ تبعض کیلئے نہیں بلکہ بیان جنس کیلئے آیا ہے کہ ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ وہ نہ اُسے پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل کرتا ہے اور وہ سميع و عليم ہے۔ ہم نے اس جگہ جن آیات اور احادیث کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کی تعدیل کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے۔ اگر ان میں سے اللہ اور اس کے رسول نے کچھ بھی بیان نہ کیا ہوتا پھر بھی ان کی حالیہ کیفیت جو ہجرت، جہاد، جانفشانی، مالی قربانی، قتل، آباء و اولاد، دین و غیر خواہی اور ایمان و یقین پر مشتمل تھی۔ ان کی تعدیل اور اعتقاد کی پاکیزگی کا قطعی ثبوت پیش کرتی۔ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے افضل اور ان کی تعدیل کرنے والے ہیں۔ تمام علماء کا یہی مذہب ہے اور ان کا بھی جو ان کے قول پر اعتقاد کرتے ہیں۔ اس کی مخالفت ان چند بدعتیوں نے کی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ پس ان کی طرف توجہ کرنے یا ان

پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابو زرہ عمیرہ الرازی نے کہا ہے جو اپنے زمانے کے امام اور مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے۔ اور یہ سب صحابہ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے۔ وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر نکالت، زندقت اور کذب و فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب درست ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ
انْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتِلَ أَوْلَئِكَ اعْظَمُ
دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ
انْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا
وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَى

جن لوگوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی ہے وہ ان لوگوں کے مساوی نہیں۔ جنہوں نے فتح سے قبل خرچ کیا اور جنگ کی ہے انکا درجہ بہت بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے۔

پھر فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ
مِنَ الْحَسَنَى أُولَئِكَ

جن لوگوں کے متعلق ہماری طرف سے نیکی سبقت کر گئی ہے وہ دوزخ

عنها معدون۔ سے دور رکھے جائیں گے۔

پس ثابت ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلی آیت کے مخاطب ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے لئے جنت کو ثابت کیا گیا ہے اور وہ جنت ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اتفاق یا قتال کی قید یا ان کے متبعین کے ساتھ احسان کی قید۔ ان لوگوں کو جو ان صفات سے متصف نہ ہوں گے۔ ان کے زمرہ سے خارج کر دے گی۔ اس لئے کہ ان قیود کا ذکر غالب صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ پس ان کا اور کوئی مفہوم نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالقوی یا بالعزم بھی ان سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا۔

مآوردی کا خیال ہے اسے کہ عدالت کا حکم اس سے مختص

لے یہ مذہب اصولیوں کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ جن میں مازری بھی شامل ہے اور سعد الدین نقارانی کامیلان بھی اسی طرف ہے۔ مگر یہ مذہب ورود ہے۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اکثر لوگوں جیسے بخاری اور خطیب وغیرہ کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ مؤلف اس کے ذریعے ان بدعتوں اور معتزلہ کا رد پیش کرتا ہے جو حضرت علی سے لڑنے والے غزاقیوں اور شامیوں کو فاسق قرار دیتے ہیں اور انہوں نے صراحت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور حضرت عائشہ اور ان تمام صحابہ کے بارے میں

ہے۔ جو آپ کے ساتھ رہے اور جس نے آپ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو کسی دن آپ کے پاس رہے یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ کے پاس آیا جس سے آپ اس سے متفق نہ تھے اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے شیخ الاسلام العلائی کہتے ہیں یہ ایک غریب قول ہے جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔ جیسے وائل بن حجر، مالک بن نویرث، عثمان بن ابی العاص اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو آپ کے پاس آئے اور تھوڑے عرصہ آپ کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ اس قول میں عمومیت مراد ہے جیسا کہ جمہور نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی بات معتبر ہے۔

اس کی تردید میں ایک بات بھی کہی گئی ہے کہ صحابہ کی تعظیم کرنا، خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ شدہ

جو حضرت علی کے عہد میں تھے۔ یا تو وہ آپ کے ساتھ لڑ رہے تھے یا دونوں لشکروں سے الگ تھے۔ اور انہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ ان میں ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص شامل ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود، ابوذر، عمران بن حصیر، اور ابو موسیٰ اشعری دونوں فریقوں سے الگ رہے ہیں یہ سب مجتہد متاویل تھے۔ جو کچھ ان سے ہوا وہ اس عدالت سے خارج نہیں ہو جائے کیونکہ حضرت علی نے ان کی شہادت کی قبولیت اور ان کے ساتھ نماز کی اجازت دے رکھی تھی کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اجتہاد کیا ہے۔

بات ہے۔ خواہ وہ تھوڑا عرصہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہوں۔

ابوسعید خدری سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت امیر معاویہ کے پاس آیا آپ اس وقت کچھ لگائے بیٹھے تھے۔ وہ آدمی بھی بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں حضرت ابو بکر اور ایک دیہاتی آدمی ایک ایسے گھر میں فوکش ہوئے۔ جہاں ایک عورت حاملہ تھی۔ دیہاتی آدمی نے اس عورت سے کہا میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس نے کہا اگر تو مجھے ایک بکری دے دے تو تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اُسے بکری دے دیا۔ اس آدمی نے اس عورت کے مسجع اشعار سننے پھر وہ بکری کی طرف گیا اور اُسے ذبح کر کے پکایا۔ اور ہم اُسے کھانے لگے۔ اور حضرت ابو بکر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب انہیں اس قصہ کا علم ہوا تو تمام کھائی ہوئی چیز کا تہ کر دی اور یہی کہتا ہے کہ پھر میں نے اس دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر کے پاس آیا۔ اور انصار کی ہجو کرنے لگا۔ تو حضرت عمر نے انصار سے کہا اگر اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں نہ جانتا کہ اس نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے۔ اور تم اُسے کافی ہو جاتے۔ دیکھئے حضرت عمر نے اُسے سزا دینے کی بجائے اس پر ناز و منگی میں بھی توقف کیا ہے۔ کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کو ملا تھا۔ اور اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اس جگہ ایک واضح

دلیل پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ صحابہ کی شان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کوئی چیز اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ بھی نہ کر سکے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ میری مدد کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:-

ان الله اختار اصحابي الله تعالى نے انبیاء اور مرسلین
على التقليل سوى کو چھوڑ کر جن و انس پر میرے صحابہ
النبیین والمرسلین۔ کو ترجیح دی ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں ستر امتوں کا ثواب دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اس امت کے سالحین کی تفضیل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد آنیوالوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑ لی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایک دفعہ مجھ پر ایمان لایا اُسے

مبارک ہو اور اُسے بھی مبارک ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور
مجھ پر سات بار ایمان لایا ۔

حضرت عمرؓ کی اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی
ہے ۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کے
لحاظ سے کون سی مخلوق افضل ہے ؟ ہم نے کہا فرشتے ۔ آپ
نے کہا انبیاء سب سے افضل ہیں ۔ فرمایا ان کا بھی یہ حق ہے مگر
یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا ایمان کے لحاظ
سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں
کی پشتوں میں ہیں ۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ۔ وہ ایمان
کے لحاظ سے افضل لوگ ہیں ۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے جس
میں آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے ۔ نہیں معلوم
اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری ۔

اور اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے ۔ کہ
مسیح ضرور ایسے لوگوں کو پائے گا جو تم جیسے یا تم سے بہتر ہوں گے
یہ بات آپ نے تین بار فرمائی اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز سوا
نہیں کرے گا جس کے آغاز میں ، میں اور مسیح اس کے آخر میں ہوگا ۔
اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ ایسا
زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو بیچاس آدمیوں کا اجر ملے
گا ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ عامل ان میں سے ہوگا یا ہم میں

سے فرمایا تم میں سے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب کی سیرت کے متعلق کچھ بتا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔ تو سالم نے آپ کی طرف لکھا کہ اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے کیونکہ آپ کا زمانہ حضرت عمر کے زمانے جیسا نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے آدمی حضرت عمر کے آدمیوں کی طرح ہیں۔

آپ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات لکھ کر بھیجی تو سب نے سالم کا سا جواب دیا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اپنے تو اتر طرق اور حسن کے اس بات کے متقنی ہیں کہ اس اُمت کا اوّل اور آخر اہل بدر و حدیبیہ کو چھوڑ کر فضیلت عمل میں برابر ہے۔

حدیث خیر الناس قری فی میں عمومیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں منافقین اور کبائر کے مرتکب بھی جمع تھے۔ جن میں سے بعض پر آپ نے حدود کو بھی قائم کیا تھا۔

پہلی حدیث میں افضلیت کا کوئی شاہد موجود نہیں اور دوسری حدیث ضعیف ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

لیکن حاکم نے اسے صحیح اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

یہ حدیث جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر لوگ ہیں، ہم

آپ کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ فرمایا تمہارے بعد
کچھ لوگ ہوں گے وہ جھوٹے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں
دیکھا۔ اسکا اور عیسوی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جو
کسی طرح سے آئی ہے۔ جن کے باعث یہ صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔
چوتھی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی حسن ہے اور پانچویں حدیث جسے ابو داؤد
اور ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفصل میں کوئی ایسی
خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح شخص زیادتی
اجر سے انصافیت مطلقہ لازم نہیں آتی۔ ایسے ہی دونوں کے درمیان
بہتری اس اعتبار سے ہے جس میں وہ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں اور
دوسرے مومنین کے درمیان مشترکہ طاعات کا عموم ہے۔ اس لحاظ
سے بعض ان لوگوں کا جو صحابہ کے بعد آئیں گے بعض صحابہ سے افضل
ہونا بعید نہیں۔ باقی رہا صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بعض باتوں میں شخص
ہونا۔ جیسا کہ ان کا آپ کے رشتہ الزور اور آپ کی ذات مکرم کو دیکھنا
اور مشاہدہ کرنا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ خواہ کوئی کس قدر عظیم الشان
کام کرے اور دوسرے عقل اس انصافیت کو پاتا تو درکنار اس کا محافل
بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جن کا علم و محالہ شان
ہی آپ کے لئے کافی ہے سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ اور
حضرت عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ
لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا وہ غبار جو
معاویہ کے ناک میں داخل ہوتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے
آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیدار اور صحبت کی فضیلت سے کوئی چیز دوسری نہیں کر سکتی۔
 اسی سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے قصیدہ میں ابو عمر کے استدلال کا
 جواب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کے ہم عصر لوگوں نے آپ سے کہا
 کہ آپ حضرت عمر سے افضل ہیں۔ یہ بات تو صرف اس صورت میں
 ہو سکتی ہے کہ دونوں میں رعیت میں عدل و انصاف کے لحاظ سے
 تسادی کی نسبت تصور کی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول اور
 حضرت عمر کے حقائق قرب اور دین و علم اور فضل کی خوبیوں کے
 حصول کا تعلق ہے جن کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز یا
 کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے
 صحیح بات وہی ہے جو سلف و خلف جمہور علماء نے کہی ہے۔ جسکا بیان
 ابھی ہو گا۔ ابو عمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استثناء کیا ہے اس سے
 پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کے بارے میں نہیں بلکہ ان صحابہ
 کے بارے میں ہے جنہوں نے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو حاصل نہیں
 ہو سکتی۔ اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال بجالا سکتے ہیں بجا
 لائیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو درکنار وہ اس کے مساوی بھی
 نہیں ہو سکتے۔ پس ان صحابہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو
 یہ خصوصیات بھی رکھتے تھے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ کے زمانے میں آپ کے حکم سے جنگ
 کی۔ یا آپ کے بعد آنے والوں کے لئے شریعت کا کچھ حصہ نقل کیا یا

آپ کے سبب سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا۔ بلا اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٍ أُولَٰئِكَ أَطْعَمَ رَحْمَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا وَاللَّهِ الْكَافِرُ

سلف و خلف جہود کے مسلک کی تائید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ صحابہ انبیوں اور خواص اور مقرب ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ بسبب کہ میں کتاب کے آغاز میں فضائل صحابہ میں بیان کر چکا ہوں۔ دلائل پر بہت سی شہادتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو وہ ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔“ اور صحیحین ہی کی ایک روایت کافی خطاب کے ساتھ ہے۔

ترندی کی روایت میں لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ كَهْرَ الْفَلَاكِ لَمْ يَكُنْ بِمَنْفَعَةٍ لِقَوْمِهِ نَفِيفٌ لَوْ أَنَّ فُلَانًا كُنِيَ كَهْرَ الْفَلَاكِ لَمْ يَكُنْ بِمَنْفَعَةٍ لِقَوْمِهِ نَفِيفٌ لَوْ أَنَّ فُلَانًا كُنِيَ كَهْرَ الْفَلَاكِ لَمْ يَكُنْ بِمَنْفَعَةٍ لِقَوْمِهِ نَفِيفٌ

اُسے ہیں۔ نفیف، فون کی زیر کے ساتھ نصف کو کہتے ہیں۔ دارمی اور ابن عدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی آپ اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث ہے کہ میری صدی سب سے بہتر صدی ہے۔ یا میری صدی کے لوگ سب سے بہتر ہیں۔ یا میری امت کے بہترین لوگ میری صدی کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو

ان کے ساتھ ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔
 قرن کا لفظ ایک قریب زمانے کے لوگوں پر بولا جاتا ہے
 جو وصف مقصود میں مشترک ہوں۔ اور مخصوص زمانے پر بھی اس کا اطلاق
 ہوتا ہے۔ اس میں دس سالوں سے لے کر ایک سو بیس سالوں تک
 اختلاف کیا گیا ہے۔ سوائے نوے اور ایک سو دس کے۔ قائل نے
 ان دونوں اقوال کو یاد نہیں رکھا اور نہ ہی ان دونوں اقوال کے سوا جو
 کسی نے کہا ہے اُسے یاد رکھا ہے۔ سب سے منصفانہ قول صاحب
 المحکم کا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر زمانے کے لوگوں کی اوسط عمر کو قرن کہتے ہیں۔
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرن سے مراد
 صحابہ ہیں۔ اور بلا اختلاف علی الاطلاق ان میں سے سب سے آخر میں
 فوت ہونے والے ابو الطیف عامر بن واثلہ البیثی ہیں جیسا کہ مسلم
 نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ
 ان کی موت سنہ ۱۷ میں ہوئی۔ بعض نے ان کی موت سنہ ۱۸ اور
 بعض نے سنہ ۱۹ میں بتائی ہے۔ اور ذہبی نے اسے حدیث صحیح
 سے مطابقت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے
 کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے
 فرمایا کہ روئے زمین پر جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے ایک سو
 سال تک کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ مجھے اس رات بتایا گیا ہے کہ
 ایک سو سال تک کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا۔ اس سے آپ
 کی مراد یہ ہے کہ گفتگو کے وقت سے ایک سو سال تک صدی کا

ختم ہونا مراد ہے ۔

یہ قول کہ عکراش بن ذرّیب واقعہ جل کے بعد سو سال تک زندہ رہے ۔ درست نہیں ۔ اور علی سبیل التمثیل کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کے بعد ایک سو سال کی عمر پوری کی نہ یہ کہ وہ سو سال تک اس کے بعد زندہ رہے ۔ جیسا کہ ائمہ نے کہا ہے اور جو ایک جماعت نے رتن الہندی اور عمر المغزی اور اس قسم کے لوگوں کے متعلق کہا ہے ۔ ائمہ نے خصوصاً ذہبی نے اس کے جعلی اور باطل ثابت کرنے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اسے شائع نہیں کر سکتا ۔

اے موصوفہ شاہی کتب میں علما و نے ان کذابین کے بارہ میں ایک خاص باب باندھا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے ۔ انہوں نے ان لوگوں میں سرانگ ہندی جبرین عارث ، عمر بن بربک ، قیس الابیش ، عثمان بن خطاب بلوی ، خطوط بن مرہ اور رتن الہندی کا ذکر کیا ہے ۔ ذہبی نے رتن اور اسکی اخبار کے متعلق کتاب کا ایک جز تالیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ سو سال کے بعد ہم اس کے وجود اور ظہور کو درست بات قرار دیں تو پھر یا تو وہ شیطان ہے جس نے بشر کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت اور حدود و طول عمر کا ادعا کیا اور یہ ڈیر سار سے افترا کئے یا وہ کوئی گمراہ بوڑھا تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر جہنم میں اپنے گھر کی بنیادیں رکھیں ۔ اور صفحہ ۱۷۱ رتن کی اخبار کی تقویت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اُسے قاضی برہان الدین ابن جلیلت نے رد کیا ہے ۔

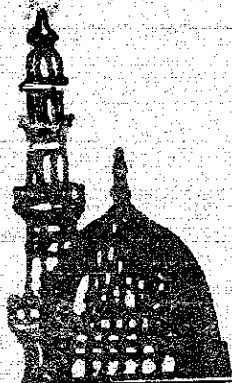
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدی کے لوگوں کا، ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا معاملہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ انفرادی۔

ابن عبد البر کا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہی بات تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سیرہ کاروں کے بارہ میں ہوگی۔

صحابہ کی اقسام

پھر صحابہ کئے کتنے اقسام ہیں مہاجرین، انصار اور ان کے جانشین۔

نیز جو کہ فتح مکہ کے روز یا اس کے بعد اسلام لائے، مجمل طور پر ان میں سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد مذکورہ ترتیب کے مطابق آنے والے صحابہ افضل ہیں اور تفصیلاً انصار۔ مہاجرین صحابہ سے افضل ہیں اور پہلے مہاجرین، پہلے انصار سے افضل ہیں پھر وہ۔



ان متاخر اسلام لانے والوں سے قرب میں متفادرت ہیں۔
 جیسے حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ سے افضل ہیں۔ حالانکہ حضرت بلالؓ متقدم الاسلام
 ہیں۔ ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اہل سنت
 کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکرؓ، حضرت
 عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، جنگ
 احد اور حدیبیہ کے بقیہ اور بیعت الرضوان کرنے والے لوگوں میں سے
 باقی رہنے والے لوگ، اس کے بعد باقی صحابہ۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اجماع کے متعلق جو
 اعتراض کیا گیا ہے اُسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر ان دونوں حضرت
 کے بارے میں اجماع سے مراد اہل سنت کی اکثریت کا اجماع ہے تو یہ
 بات درست ہے۔

انساری نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابو بکرؓ کاش میں اپنے بھائیوں سے ملتا
 حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں
 تم میرے صحابہ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھے بغیر میری
 تصدیق کی اور مجھ سے محبت کی ہے۔ یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر
 ایک کو اس کے بیٹے اور باپ سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ صحابہ نے
 عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں تم میرے
 صحابہ ہو۔ اے ابو بکرؓ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ایک قوم
 میری محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھے۔ تو ابھی ان سے محبت رکھو
 جو میری محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اور میرے قریبوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسے لوگوں میں سے درستی، میرے دامادوں اور میرے صحابہ کے بارے میں میرا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی زیادتی کا تم سے مطالبہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ ان چیزوں سے نہیں ہے جسے بخشا جائے گا۔ اس روایت کو غلعلی نے بیان کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی افواہیں کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔ اس حدیث کو غلعلی نے بھی بیان کیا ہے یہ اور اس سے قبل بیان ہونے والی حدیث، صحابہ کے متعلق وصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ان سے محبت کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے اور ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا گیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے۔

رکھنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحیحہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا نام مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو برا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ
مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَالَّذِينَ يُوَادُّونَ
الَّذِينَ حَادَّوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
يَسْخَرُ اللَّهُ مِنْهُمْ
وَيُجْزِيهِمْ جَزَاءً
كَبِيرًا يُسَخَّرُونَ لَهُمْ

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائل مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو بُرا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔
 لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ
 مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
 أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ مُلْكًا كَثِيرًا مِمَّا
 كَانُوا يُؤْتُونَ
 قُلُوبَهُمْ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 اَللّٰهُ تَعَالٰی

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا تباہ و
برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ اور ان سے محبت و توقیر سے
پیش کرنا ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا اور ان کی سنت، آداب اور
اخلاق پر چل کر ان کی اقتداء کرنا اور ان کے اقوال پر عمل پیرا ہونا
ایسی چیزیں ہیں جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی
مزید شنا اور حسن کی بات یہ ہے کہ تفہیم کے ارادے سے ان کے
اوصاف جیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی
بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ اور جس کی تعریف اللہ
کرے اس کی ثنا واجب ہوتی ہے۔ اور اسی سے ان کے لئے
استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جنہوں
نے صحابہ کو بُرا کہا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے اصحاب کے لئے
استغفار کریں۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ استغفار کا
زیادہ فائدہ استغفار کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے
مزید ثواب ملتا ہے۔ سہل بن عبد اللہ تستری جو علم و زہد اور معرفت و
جلالت میں بڑی شان کے حامل ہیں فرماتے ہیں وہ شخص رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی
توقیر نہیں کی۔

اسی طرح مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے
والے اختلاف و اضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جابلانہ
اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے
ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔ پس جو شخص کوئی بات سنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محقق کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سنانے کی وجہ سے اسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اسے کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اس کی تحقیق کرے۔ یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ثابت ہو جائے۔ پھر بھی اس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی سی تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جیسا کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے۔ جن کا بیان طوالت کا باعث ہو گا اور ان سے بعض کے متعلق بعض واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ اور جو جنگیں اور تنازعات ہوئے ہیں ان کی تاویلات اور محامل ہیں مگر ان کے بارے میں سب و شتم سے کام لینا اور ان پر طعن کرنا جیسے کہ حضرت عائشہؓ پر بہت لگنا اور آپ کے والد کی صحبت کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ ایسا کہنے والا دلیل قطعی کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو یہ بات بدعت و فسق ہوگی۔

اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کی حقیقت پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ

پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت معاویہ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چاچا زاد بھائی تھے۔ حضرت علی اس خیال سے ان کا مطالبہ کو پورا کرنے سے رُکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ ان کو فوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا زلزلہ اور اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے۔ اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابتدائی حالت میں تھی۔ حضرت علی نے ان کو تائید سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا۔ تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں ممکن حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔

جنگ جمل کے روز جب آپ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو نکال باہر کریں گے تو قتیہ چلا کہ حضرت عثمان کے بعض قاتل حضرت علی کے خلاف بغاوت اور جنگ کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کے درپے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھی۔ جیسا کہ ان کے ہمارے کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے قاتلوں میں مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو، ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی گئی ہے۔

کو قہر اور لبرہ وغیرہ کی جماعتیں بھی آپ کے قتل میں شامل تھیں۔ یہ سب لوگ مدینہ آئے اور جو کچھ یہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

اس بات کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لئے مشکل امر تھا کہ وہ قاتلین کو ان کے سپرد کر دیں۔ لہذا وہ ایسا کرنے سے رُکے رہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو باغی خیال کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہو۔ مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے آپؐ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز خیال کیا کہ وہ آپؐ کی کئی باتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسے کہ آپؐ نے اپنے چچا اور بھائی مروان کو اپنا کاتب بنایا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپؐ اُسے واپس لے آئے تھے۔ اور آپؐ اپنے رشتہ داروں کو ٹھہرے سپرد کرتے تھے اور محمد بن ابوبکرؓ کے قصص کی وجہ سے جسکا مفصل بیان حضرت عثمانؓ کی خلافت کی بحث میں گذر چکا ہے۔ انہوں نے جہالت اور غلطی سے جو کچھ کیا اُسے مباح خیال کر لیا اور باغی جب امام عادل کا مطیع ہو جائے تو جنگ میں اُسے جو نقصان ہو اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ خواہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مرنج قول یہی ہے اور یہی بات دوسرے علماء نے بھی کہی ہے۔ اگرچہ ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر پہلی بات زیادہ

قابل اعتماد ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمان کے قابل باغی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے بے سر یا شبہات کی وجہ سے ظالم اور سرکش تھے۔ اور اس لئے بھی کہ انہوں نے شبہات کے دور ہونے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر اصرار کیا اور ہر شبہ کرنے والا مجتہد نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شبہ تو ہوتا ہی اس شخص کو ہے جو درجہ اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے مذہب میں جو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں بلا تاویل شوکت حاصل تھی۔ اور باغیوں کی طرح جو وہ جنگ میں نقصان کر چکے تھے اس کے ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ نے جنگ نہیں کی بلکہ آپ نے جنگ سے منع فرمایا تھا یہاں تک کہ جب حضرت ابوہریرہ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ابوہریرہ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ میری جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے بچانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے سعید المقبری سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے زمانہ میں خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور زیادہ سے زیادہ ان کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر مل سکتا ہے اور حضرت علی کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرے صحیح اجتہاد کا۔ بلکہ ان کے لئے دس اجر ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں

ہے کہ جب مجتہد صلیح اجتہاد کرے تو اسے دس اجر ملتے ہیں۔ حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت معاویہ کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کی بیعت کھل کر ہو گئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر وہ ملکیت میں بدل جائے گی۔ اور حضرت علی کی وفات پر تیس سال گزر چکے تھے۔ اور آپ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علی کی وفات پر تیس سال مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۴۰ کے رمضان میں ہوئی۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ۱۲ ربیع کو ہوئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے اور آپ دونوں کی وفات کا درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم بنتا ہے۔ اور حضرت حسن کی مدت خلافت کو شامل کر کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علی کی وفات پر حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسن نے ان کو خلافت سپرد کر دی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گزر چکے تھے اور مالغین خلافت معاویہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت حسن کا امر خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں۔ آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امر خلافت کو حضرت حسن کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت

حسن خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے
آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے امر خلافت کو ترک
کر دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ
مبہمی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن ابامحق اور پیٹھے خلیفہ تھے۔ آپ کے
ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ
کیا جاسکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اسے حضرت معاویہ
کے سپرد کرنا اضطرابی نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے
دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے بہت سی شروط
لگائیں۔ جن کی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا۔ اور
صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت
حسن سے صلح کی درخواست کی۔ اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ
گذشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جو حضرت ابو بکر سے مروی
ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک
بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے اور
فرماتے میرا یہ بیٹا مر رہا ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے
مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائے گا۔ پس رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے ذریعہ اصلاح کی اُمید فرما رہے ہیں۔ اور آپ واقع
کے مطابق امر حق ہی کی اُمید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسن سے اصلاح
کی اُمید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں
آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا۔ اور اگر حضرت

حسن خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت، نفاذ تصرف، واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشغول ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن سے یہ اُمید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت حسن کے فعل کی صحت پر بھی دلالت پائی جاتی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ آپ اس معاملہ میں مختار تھے اور اس سے یہ شرعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی خلافت اور ان کا مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق تصرف کرنا درست تھا اور یہ سب باتیں اس صلح پر مرتب ہوتی ہیں۔ پس اس ذمت سے حضرت معاویہ کی خلافت کا یہ ثبوت بن گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق اور سچے امام بن گئے۔ ترمذی نے بیان کیا ہے اور عبد الرحمن بن عمیرہ صحابی سے اسے حسن قرار دیا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا

اللہم اجعلہ ہادیاً اے اللہ معاویہ کو ہادی اور ہدی مہدیا بنا دے۔

احمد نے اپنی مسند میں عربی بن ساریہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

اللهم علم معاویۃ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب
الکتاب والحساب سکھا۔ اور اُسے عذاب سے بچا۔
وقفہ العذاب۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور طبرانی نے الکبیر میں
عبد الملک بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے
کہا کہ جب اسے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
اے معاویہ جب تو بادشاہ بن جاؤ تو حسن سلوک سے کام لینا اس
وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں۔ اے

اے ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں ہو سکی کہتے ہیں حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے
میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی
تھے۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد عرابی کی حدیث ہے کہ اے اللہ اس
اللہ اے کتابت سکھا دے۔ اس کے بعد ابن ابی عمیر کی حدیث ہے کہ اے اللہ اس
کو دیکھا اور مہمکا بنا دے۔ اسے ابن عساکر نے تشریح الشریعہ میں بیان کیا ہے
سید علی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں آنے والی احادیث
بہت کم ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جب تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا اسے
یہی نے اسماعیل بن ابراہیم بن ہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور
حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب
تصنیف کی ہے اسی طرح ابو عمر ثعلب کے قلام اور ابو جریر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے
باتی باتوں کو ہم تطہیر الجنان کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے۔ اور یہی مناقب ہیں

پہلی حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجئے کہ اے اللہ معاویہ کو بادی اور مہدی بنا دے۔ اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑ لی جاسکتی ہے۔ اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔ اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اسے کوئی ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے اجر لکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے لئے لکھی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچائے جائیں۔ اور بلاشبہ حضور علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ اجر ملے گا جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسلام میں اسے حضرت حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فرقوں میں حریت اسلام باقی ہے۔ اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ برابر مسطح پر ہیں۔ پس دونوں میں سے کسی ایک کو فسق اور نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ دونوں میں سے ہر کوئی ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا۔ لیکن وہ بغاوت تھی فسق نہ تھا۔ کیونکہ اس کا مدد و تاویل کی وجہ سے سچا تھا جیس کی وجہ سے اصحاب بغاوت کو معذور خیال کیا جاسکتا ہے۔ اور

اس بات پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا۔ اور آپ نے اُسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حق دار تھے۔ کیونکہ آپ کا انہیں احسان کا حکم دینا، بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کی حقیقت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا ناسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے۔ وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا، اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے بلیغ افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ مغلوب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں مراجعت سے بتاتے۔ جب آپ نے صراحت کی بجائے اس طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد سچے امام اور برحق خلیفہ تھے۔ اس طرف احمد کا کلام اشارہ کرتا ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمینی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفاء کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی، میں نے پوچھا حضرت معاویہ کے متعلق آپ کا کیا

خیال ہے۔ فرمایا حضرت علی کے زمانے میں ان سے زیادہ خلافت
 کا کوئی حقدار نہ تھا۔ پس آپ کے کلام سے سمجھ لیجئے کہ حضرت علی کے
 زمانہ کے بعد اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ تمام لوگوں
 سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے المصنف
 میں سعید بن جبہ ان سے جو بیان کیا ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا
 کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ اس نے کہا زرقاء
 کے بیٹوں نے حبوط بولا ہے۔ وہ بدترین بادشاہوں میں سے
 ہیں۔ اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ تھا۔ اس سے یہ درہم نہ ہو
 کہ معاویہ کو خلافت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ
 اسے خلافت صحیحہ حاصل تھی مگر وہ اس پر بادشاہ کی طرح غالب
 آگیا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت سے امور میں خلفائے راشدین کی
 سنت کے خلاف تھی۔ اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد اور ارباب
 حل و عقد کے اتفاق سے خلافت حقہ صحیحہ تھی۔ یہ اس لئے کہ اس
 میں وہ امور وقوع پذیر ہوئے جو ایسے اجتہادات کی پیداوار تھے
 جو واقع کے مطابق نہ تھے۔ جن کی وجہ سے مجتہد گنہگار نہیں ہوتا بلکہ
 وہ واقع کے مطابق صحیح اجتہادات کرنے والوں کے مقام سے پیچھے
 تھے۔ اور وہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس جن لوگوں
 نے حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا ہے وہ انہیں ان اجتہادات کی وجہ سے
 کہتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جو ان کی ولایت کو خلافت
 سے موسوم کرتے ہیں وہ حضرت حسن کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد
 کے اتفاق کی وجہ سے انہیں خلیفہ برحق اور الیہا مطاع کہتے ہیں۔ جس کی

اسی طرح اطاعت کی جانی چاہیئے۔ جیسے کہ ان سے پہلے خلفائے راشدین کی کی جاتی تھی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس معاملہ میں ان کے بعد آنے والے لوگوں کی طرف دیکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اہل اجتہاد نہیں بلکہ ان میں عاصی اور نافرمان لوگ ہیں۔ جنہیں ایک وجہ سے خلفاء میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر بھی ان میں شامل ہیں۔

باقی رہے وہ بدعتی جو آپ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں۔ تو اس بارے میں حضرات شیعین، حضرت عثمان اور اکثر صحابہ ان کے لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور نہ ان پر اعتماد کرو۔ کیونکہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس دلدی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بُری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کے سروں پر المسندت کو تلواریں اور واضح دلائل وبراہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان نے عامل مقرر کیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر نے جب شام کی طرف فوج بھیجی تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ کو دمشق پر اپنا جانشین بنایا تو حضرت ابو بکر نے ان کو دیں

مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی انہیں وہیں مقرر کیا۔ اور تمام شام کو آپ کے زیر نگین کر دیا۔ آپ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ کعب الاحبار کہتے ہیں جس طرح حضرت معاویہ نے اس امت کو کنٹرول کیا ہے۔ کوئی اس طرح کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ وہی کہتے ہیں کہ کعب حضرت معاویہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہیں۔ اور کعب سے جو بات منقول ہے۔ وہ سچ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ بیس سال خلیفہ رہے۔ اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا جھگڑا نہیں کیا۔ بخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے۔ کیونکہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے۔ اور کعب نے حضرت معاویہ کی خلافت سے قبل جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض اسمانی کتب میں آپ کی خلافت منصوص ہے۔ کیونکہ کعب ان کتب کے عالم تھے۔ جنہیں ان کے احکام کے متعلق پوری واقفیت تھی۔ اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے فائق تھے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیت خلافت کو تقویت ملتی ہے۔ کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربيع الاخر یا جمادی الاولیٰ ۴۰ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت کی وجہ سے عام البجاعتہ کہا جاتا ہے۔ لے

لے ابو بکر بن العری نے التوامم میں بیس سالہ خلافت دلی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا

اس بات کو بھی جان لیجئے کہ اہلسنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اس کے دلی عہد ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اسے سبط ابن الجوزی وغیرہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ کے سر کو پھڑکی سے مارنے اور زہری کے اشعار پڑھنے لگا کہ

”کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے“

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کفر و مرتد پر مشتمل ہیں۔

ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر صحیح ہے تو وہ معارضہ ہے پھر کہتے ہیں کیا صحابہ میں حضرت معاویہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کو سنبھالنے والا تھا ہم کہتے ہیں بہت سے آدمی تھے۔ لیکن حدیث معاویہ میں بہت سے تضامیل جمع تھے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے سارے شام پر اہلین حکام بنا دیا کیونکہ آپؐ نے ان کی حسن سیرت، حمایت اسلام، سرحدوں کی بندش، فوج کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور مخلوق کے ساتھ سیاست کو دیکھا۔ تو انہیں مفرد قرار دیا۔ اور صحیح حدیث میں ان کے نقیہ ہونے کی گواہی موجود ہے۔ اور ام حرام کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت بھی موجود ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ اسراخس کی موجوں پر سوار ہوں گے۔ وہ خاندان، بادشاہ یا بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ اور یہ واقعہ آپؐ کی ولایت کے زمانے میں ہوا۔

سید ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا حضرت حسین کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ اور اس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی مار کا اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاوہ پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں۔ وہ میر حسین کو مدینہ لے گیا۔ اور اس کی ہوا متغیر ہو چکی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ایسا کفن سے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور مسرک و کھانا تھا۔ اُسے خوارِ حج اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا جائز تھا۔ ان کا بھی لوگ کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بددعا کا کینہ نہ ہوتا تو وہ حسین کا احترام کرتا۔ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا۔

ایک گروہ اُسے کافر نہیں کہتا کیونکہ ہمارے نزدیک جن اسباب سے کفر واجب ہوتا ہے وہ ثابت نہیں ہوئے۔ جب تک اس بات کا پتہ نہ چلے جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا۔ اور جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر پہنچا تو اس نے کہا اے حسین اللہ تجھ پر رحم فرما تجھے ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو نہیں سمجھا اور ابن زیاد سے بگڑ کر کہا تو نے اچھے اور بُرے دل میں میرے لئے عداوت کا بیج بو دیا ہے۔ اور حضرت حسین کی مستورات اور ان

کے بقیہ بیٹوں کو سرحدین کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا تاکہ اُسے وہاں دفن کر دیا جائے اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اسے اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کرتے رہیں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے متعلق توقف اختیار کیا جائے۔ اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے مخفی اسرار کو جاننے والا ہے۔ پس ہم اصلاً اس کی تلخیز کے بدلے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مسلمان ہے، وہ فاسق، شرمیہ، نشر باز اور ظالم بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیا ہے۔

ابو یعلیٰ نے اپنی سند میں ابی عبیدہ سے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا امر خلافت ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ سے ایک آدمی سب سے پہلے اُسے توڑے گا جسے یزید کہا جائے گا۔

الروایانی نے سند میں حضرت ابو الدرداء سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا۔ جسے یزید کہا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں وہی دلیل بیان کی گئی ہے جو میں اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خلافت ان لوگوں کی خلافت کی طرح نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے کہ امت کے امر خلافت کو شکستہ کرنے والا اور آپ کی سنت کو تبدیل کرنے والا پہلا شخص ینید ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ نے نہ امر خلافت کو شکستہ کیا اور نہ ہی آپ کی سنت کو تبدیل کیا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایک مجتہد تھے اور اس بات کی تائید امام جہادی کے اس فعل سے ہوتی ہے جسے ابن سیرین وغیرہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ کو آپ کے سامنے گالیاں دیں تو آپ نے اُسے تین کوڑے مارے اور اس کے ساتھ اُس شخص کو بیس کوڑے مارے جس نے آپ کے بیٹے یزید کو امیر المومنین کا نام دیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ پس ان دونوں کے فرق پر غور کرو اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یزید کے بارے میں علم تھا آپ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور بچوں کی امارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی اور آپ کو ۷۵ سال میں وفات دے دی اور ۶۰ میں حضرت معاویہ کی وفات اور آپ کے بیٹے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ نے اسی سال یزید کی ولایت سے اس کے برے احوال کو جان لیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضور علیہ السلام نے اس کے متعلق علم دیا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی

حکومت سے پناہ مانگی ۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کہا تو آپ نے فرمایا تو اُسے امیر المومنین کہتا ہے ۔ آپ کے حکم پر اُسے میں کوڑے مارے گئے ۔

اہل مدینہ نے اس کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جاتے کی وجہ سے اس کی بیعت چھوڑ دی تھی ۔ واقعہ یہ کہ کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن غنفلہ ابن الغنیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں حد شیعہ ہو گیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے ۔ وہ شخص لوگوں کی ماؤں ، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا ، شراب پیتا اور تارک الصلوٰۃ تھا ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یزید نے شراب پی کر جو کچھ اہل مدینہ سے کیا اور ناکردنی افعال سکئے ۔ ان سے لوگ برا فروختہ ہو گئے اور کئی لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی عمر میں برکت نہ دی ۔ ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے اسلام میں سرزد ہوئیں ۔ جب اُسے پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت چھوڑ دی ہے اور اس کے خلاف بغاوت کی ہے ۔ تو اس نے ان کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کیا اور اُسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ۔ اس لشکر کے آنے پر باب علیہ صرہ کا واقعہ پیش آیا تجھ کوں بتائے کہ حرہ کا واقعہ کیا تھا ۔ اس کا ذکر حسن مرہ نے کیا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم اس واقعہ میں ایک آدمی بھی نہیں بچا ۔ بہت سے

صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے فتنی پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص

اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس پر

لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے۔ اس نے اسے

احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب رد علی المتعصب العنید المانع

من ذم یزید میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے

بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اسے کہا وہ جس حالی میں ہے وہی

اُس کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے میں

نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار

دیا ہے۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے

بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابوالعلی الغزالی

سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں مسامح

بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ

سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید

کے دوست ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اسے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر

ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ جس پر اللہ

تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں

ہنیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ

یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اس قول

میں یزید پر لعنت کی ہے۔

فہل عسیتم ان تولیتہم ان ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو

تفسد وافی الارض و اور رشتہ داروں کو قطع کر دو۔ ایسے
تقطعوا ارحاکم اولئک لوگوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے
الذین لعنہم اللہ فاصمہم اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں
و اعلیٰ البصار ہم۔ کو اندھا کر دیا ہے۔

کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں اس شخص کے
بارے میں کیا کہوں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت
فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب تصنیف
کی ہے جس میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا
بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔ پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ جس
نے ازراہ علم اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اُسے خوفزدہ کرے گا اور
اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس بات
میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کے ساتھ اہل مدینہ
سے جنگ کی اور انہیں خوفزدہ کیا۔ جس حدیث کا انہوں نے ذکر کیا ہے
اُسے مسلم نے بیان کیا ہے۔ اور اس لشکر نے بہت سوں کو قتل کیا
اور فساد عظیم برپا کیا۔ لوگوں کو اسیر بنایا اور مدینہ کی بے حرمتی کی۔
اور یہ ایک شہور بات ہے یہاں تک کہ تین سو نوجوان اور اتنے ہی
صحابہ قتل ہوئے اور سات سو کے قریب قرآن کے قاری مارے
گئے۔ اور کئی روز تک مدینہ کی بے حرمتی ہوتی رہی۔ اور مسند نبوی
میں نماز باجماعت نہ ہو سکی۔ اور اہل مدینہ روپوش رہے۔ کئی روز

تک مسجد نبوی میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ گھٹوں اور
 جھپٹوں نے مسجد میں داخل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر
 پیشاب کیا اور یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کی
 تصدیق کر رہی ہیں۔ اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ
 لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کے غلام
 ہیں۔ خواہ وہ انہیں بیچ دے یا آزاد کر دے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم
 کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر انہیں قتل کر
 دیا گیا۔ یہ سب کچھ گذشتہ واقعہ صحرہ میں ہوا۔ پھر اس کا یہ لشکر حضرت
 ابن زبیر سے جنگ کے لئے گیا اور ان لوگوں نے منبغی سے کعبہ پر
 سنگباری کی اور اُسے آگ سے جلا دیا۔ پس ان بُری باتوں سے جو اس
 کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کونسی بات بڑی ہے اور یہ باتیں گذشتہ
 حدیث کا مصداق ہیں۔ کہ میری امت ہمیشہ امرِ خلافت میں انصاف پر
 قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک آدمی جسے یزید کہا
 جائے گا۔ اُسے توڑ پھوڑ دے گا۔

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔
 کیونکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو لعنت کی
 مقتضی ہو اور یہی فتویٰ امام غزالی نے دیا ہے۔ اور اس کے حق میں
 طویل بحث کی ہے اور یہی بات ہمارے ائمہ کے مصرعہ قواعد کے
 مطابق ہے۔ کہ خاص کسی آدمی پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ سوائے
 اس کے کہ اس بات کا علم ہو کہ اس کی موت کفر میں ہوئی ہے۔ جیسے
 ابو جہل اور ابولہب اور جس کے بارے میں اس بات کا علم نہ ہو اس

پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ زندہ معین کافر پر بھی لعنت کرنا
 جائز نہیں۔ کیونکہ لعنت کا مفہوم رحمت الہی سے دور ہونا ہے۔ جو
 یاس کو مستلزم ہے۔ یہ بات اس شخص کو کہنا مناسب ہے جس کے متعلق
 یہ علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ اور جس کے متعلق یہ علم نہ ہو
 اس کے بارے میں ایسا کہنا درست نہیں۔ اور اگر کوئی ظاہری حالت
 میں کافر ہو تو اس احتمال کے پیش نظر اس پر لعنت کرنا درست نہیں
 کہ شاید اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ صراحت بھی
 کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب
 آپ کو اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے یہ صراحت کی ہے تو آپ کو
 اس بات کا علم ہو گا کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ نیز
 پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ فاسق اور خبیث آدمی تھا
 اور اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے
 گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک خباثت منہدی۔ نہ یہ
 کہ ایسا کرنا جائز تھا یا اس نے اسے جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ
 حرکت ایک تاویل سے کی۔ اگرچہ وہ تاویل باطل تھی۔ پھر بھی اسے
 فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر۔ صیح بات یہ ہے کہ اس کی جانب
 سے قتل کا حکم دینا اور اس پر اظہار خوشی کرنا ثابت نہیں بلکہ اس
 کی جانب سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں
 پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اور احمد نے اللہ تعالیٰ کے قول اور لٹائے
 الذین لعنہم اللہ سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے اور
 دوسروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کیا ہے جو

مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ **وعلیہ لعنتہ اللہ واملأکناتہ والناس اجمعین**۔ ان دو اقوال میں خاص طور پر نیرید کا نام لیکر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور گفت گو صرف اسی امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے۔ کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں۔ اور یہ بات بلا نزاع جائز ہے اور پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اُسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا۔ بغیر نیرید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ شراب نوش پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ قاطع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کیلئے لعنت ہے۔ مستفاد طور پر ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے ایسا کہنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ پس احمد وغیرہ کس طرح کسی معین مخصوص شخص پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق موجود ہے۔ پس واضح ہو کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔ پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے

ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یزید کو قتل حسین کا حکم دینے والا سمجھ کر اس پر لعنت کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ سے قتال کا حکم دینے والا آپ کے قتل تک پہنچنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابلِ تحکیم قرار دیا ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ آپ کے قتل کا حکم دینے والا وائی عراق عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جو دواں موجود تھا۔ باقی رما یزید کو گالی دینا یا اس پر لعنت کرنا تو یہ مومنین کی شان نہیں خواہ یہ بات درست بھی ہو کہ اس نے آپ کو قتل کیا ہے۔ یا آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور ایک محفوظ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اور اس وجہ سے قاتل حسین کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ قتل پر صرف اس قاتل کی تکفیر کی جائے گی جو کسی نبی کا قاتل ہو۔ یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک فرقہ اس سے محبت اور دوستی رکھتا ہے۔ دوسرا فرقہ اسے گالیاں دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسرا فرقہ میانہ رو ہے۔ نہ اس سے دوستی کرتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس سے دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے خلفائے غیر راشدین کا سا سلوک کرتا ہے یہی فرقہ صحیح راہ پر ہے اور اس کا مذہب گذشتہ لوگوں کی سیرت اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کو جاننے والوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اختیار میں سے بنائے آمین۔ یہاں ابن الصلاح کی عبارت ختم ہو جاتی ہے۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اور وہ انوار، جو ہمارے متاخرین ائمہ کی کتب میں سے ہے۔ اس کی نص یہ ہے کہ باغی نہ فاسق ہیں اور نہ کافر ہیں بلکہ وہ اپنے افعال میں خطا کار ہیں۔ اور حضرت معاویہ پر طعن کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ بھی مومنین میں سے ایک تھا۔ آپ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چاہے اُسے عذاب دے یا معاف کر دے۔ یہ بات امام غزالی اور متولی وغیرہ نے کہی ہے۔ امام غزالی اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی داغظ وغیرہ کے لئے قتل حسین اور اس کے واقعات اور صحابہ کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے صحابہ کے متعلق بعضی طعن پر انگیزت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دین کے لیڈر ہیں۔ ائمہ نے ان سے دینی روایتا لیا ہے۔ اور ہم نے ائمہ سے دریافت کیا ہے۔ پس ان پر طعن کرنے والا مطعون ہے۔ اور وہ اپنے آپ اور دین پر طعن کرنے والا ہے۔

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث صحابہ کی عدالت و جلال کو بصراحت بیان کرتی ہیں۔ اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کے ذکر کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے قتل حسین کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں۔ جسے میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ

یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کی جلالت اور ان کے نقائص سے بڑی سورتے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس حیاہل واعظین موضوع اور جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ وضاحت، محامل اور اس حق کی توضیح بھی نہیں کرتے۔ جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہیئے۔ اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف عوام الناس کو صحابہ کے بعض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارا بیان ان کی جلالت شان اور پاکیزگی نفس کی تہ ہے۔

یزید کو اس کے بڑے اعمال کے باعث عمر نے اور اس کے باپ کی قبولیت دعا نے قطع کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اُسے یزید کو خلیفہ بنانے پر علامت کی گئی تو اس نے جملہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے یزید کو اس کے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اس کے متعلق جو امید کی ہے اُسے اس مقام تک پہنچا۔ اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے شفقت پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اُسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا کیونکہ اُس کی حکومت سترہ میں قائم ہوئی اور وہ سترہ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان صاحب بڑا تھا۔ اُسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدت خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی وفات ۶۲ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ

جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے۔ اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حق دار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اُسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اُسے آیا۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے دختر رسول کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی۔ اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس نے رو کر کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ کہ ہمیں اس کے بُرے انجام کا علم ہے۔ اس نے عترت رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ کو دیران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اُس کی تلخیوں کو گلے کا بار بنانا چاہتا ہوں۔ اپنے معاملہ کو تم خود سمجھو۔ خدا کی قسم اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ حاصل کر لیا ہے اور اور اگر بُری چیز ہے تو یوسفیان کی اولاد کے لئے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چُھپ گیا اور چالیس روز کے بعد فوت ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے بت دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہیے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان نے بتایا تھا۔ آپ کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک آدمی کو بتیں کوڑے

مارے تھے۔ آپ کے عظیم مدد والے، اچھے احوال اور کاموں کے
 باعث سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان
 کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت
 عثمان، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔ حضرت حسن اور ابن
 زبیر کو باوجود صلاحیت کے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے قبل
 یہ نص بیان ہو چکی ہے کہ حضرت حسن بھی ان میں سے ہیں۔ ان کا شمار
 خلفائے راشدین میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسن کی مدت خلافت
 بہت مختصر تھی۔ پھر جس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ پر امت
 کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ
 پر نہیں ہوا۔

ابن المسیب کہتے ہیں کہ خلفاء تین ہیں۔ حضرت ابو بکر،
 حضرت عمر اور عمر۔ عبید نے انہیں کہا حضرت ابو بکر اور حضرت
 عمر کو تو ہم جانتے ہیں۔ عمر کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر تو زندہ
 رہے تو مجھے اس کا علم ہو جائے گا اور اگر تو مر گیا تو وہ میرے بعد ہوگا
 حالانکہ ابن المسیب عمر کی خلافت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے
 کہ انہیں یہ بات بعض صحابہ نے بتائی تھی جنہیں حضرت نبی کریم ﷺ
 علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور صحابہ آپ کے بعد بکثرت تھے۔ جیسے حضرت
 البرہہؓ اور حضرت حذیفہؓ۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمر کے متعلق
 خوشخبری دی تھی۔ اس کا بیان ابھی آئے گا۔ کئی طرق سے یہ بات بیان
 ہوئی ہے کہ آپ کے ایام خلافت میں بھیڑیے، بھیڑوں کے ساتھ

چہرے تھے۔ جس رات آپ کی وفات ہوئی اسی رات بھڑویں نے بیڑوں پر حملہ کیا۔ آپ کی مال بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں۔ آپ اُسے بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ کو بچپن میں ایک چوپائے سے پیشانی پر مارا تھا۔ آپ کے والد خون پونچھتے جلتے تھے اور کہتے تھے اگر تو ہی نبی امیہ کا زخم خوردہ آدمی ہے تو اپنے باپ کے خیال کو سچ کر رکھا۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سنن ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک آل عمر میں سے کوئی آدمی خلیفہ نہ بنے گا۔ جو حضرت عمر کی طرح کام کرے گا۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر ایک تل تھا۔ لوگ اُسے وہ آدمی خیال کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لے آیا۔

بیہقی وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت انس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) سے بہتر آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی آپ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے اس نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا تو آپ ۵۸ھ

سے لے کر سلسلہ تک عید نہ رہے۔ ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی
عید سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عید کے روز حضرت عمر بن
عبد العزیز کے ہاں گئے۔ لوگ آپ کو سلام کر کے کہتے تھے اے امیر المؤمنین
اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قبول فرمائے۔ آپ انہیں جواب دے
رہے تھے اور میرا نہیں مانتے تھے۔ متاخرین میں سے بعض حفاظ فقہاء
نے کہا ہے کہ یہ بات عید سال اور جینے کو مبارک باد کہنے کا اچھا اصل ہے
اور آپ جیسا کہ کسی نے کہا ہے علم اور دین کا غرق اور ہدایت اور حق
کے امام تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناقب جلیلہ شاندار کارناموں اور قیمتی
احوال سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں سے بہت سوں کا ذکر ابن نعیم اور
ابن عساکر وغیرہ نے کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان میں
سے بکثرت روشن کارناموں کا ذکر کرتا لیکن میں نے جو بات اشارۃً
کہا ہے۔ وہی کافی ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ایک نفیس حکایت پر ختم کرتے ہیں جس
میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابو نعیم نے سند صحیح سے
ربیع بن عبیدہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نماز کے
لئے نکلے اور ایک بوڑھا آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ میں
نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بوڑھا بڑا سنگدل ہے۔ جب آپ نماز پڑھ
چکے اور گھرائے تو میں نے ساتھ مل کر کہا اللہ تعالیٰ امیر کو اس بوڑھے
سے سلامت رکھے جو آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے
فرمایا اے ربیع تو نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں!
فرمایا میں تجھے ایک صابج آدمی خیال کرتا ہوں۔ یہ میرا بھائی خضر تھا۔

جو میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں عنقریب اس امت کے معاملہ کا حاکم بنوں گا۔ اور میں اس میں تیری مدد کروں گا۔
 نرحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ اے

اے نوری نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ اکثر علما وکے نزدیک حضرت خضر مہم میں زندہ موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل صلاح اور سونید کے نزدیک متفقہ ہے اور اس بارے میں ان کے دیکھنے، ان سے ملنے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کرنے کی بہت سی حکایات موجود ہیں۔ مقدس مقامات پر ان کے وجود کا پایا چنانہ شمار و قطار سے زیادہ اور بیان کرنے سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابن الصلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ حضرت خضر وچہرہ علماء صالحین اور عوام کے نزدیک ان کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اور ابو اسحق تعلیم نے کہا ہے کہ حضرت خضر جمع احوال کے مطابق عمر رسیدہ نبی اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اصابع میں کیا ہے۔ اور ایک روایت میں بھی جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے حالات میں بیان کیا ہے۔ اس روایت کو ابو عزوبہ حرلی نے اپنی

تہذیب میں بھی بیان کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے یہ بات ایسی سند سے بیان کی ہے۔ جس کے بارے میں ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب میں جن اسناد پر میں مطلع ہوا ہوں یہ ان سب سے بہتر ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حافظ عراقی نے ان کی عدم حیات کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اس نے ان لوگوں کو پایا ہے جو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان میں علم الدین بطلی مالکی ہیں۔ جو ظاہر کے زمانے میں رقوق میں مالکیوں کے تلمذ تھے۔ اور حافظ نے ایک سال لکھا ہے جسکا نام الروض المنفر بانہا و انصر ہے اس میں بھی آپ کی حیات کی طرف میدان کا اظہار کیا گیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندے
 اور لیائے عارفین اور مقررین احباب میں شامل فرمائے۔ اور انہی کی محبت
 پر موت دے اور ان کے ذمہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمد
 اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی توفیق دے۔ اور محمد پر اپنی محبت اور
 رضا مندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہلسنت کے باعلیٰ ہادی اور ہدی المہدی
 علماء حکماء اور لیڈروں میں سے بنائے وہ اکرم، کریم اور ارجم یرم ہے۔
 ودعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام، وآخر
 دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ سبحان ربک رب العزیز
 عما یصفون، و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین
 والحمد للہ الذی ہدانا لهذا وما كنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ،
 والحمد للہ اولاً و آخراً وظاہراً و باطناً سرّاً و علناً، یا ربنا اللہ
 الحمد کما یشغی لجلال وجہک عظیم سلطانک احمداً طیباً کثیراً
 مبارکاً فیہ ملء السموات و ملء الارض و ملء ما شئت من شیء بعد اہل
 النہار و اللیلۃ الحق ما قال العبد و سکنائک عبدک لا مانع لہما اعطیت
 ولا منعی لا منعت ولا یمنع ذالجد مذک العبد و العلوۃ و السلام
 التامان الاکملان، علی اشرف مخلوق سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ
 و ازواجہ و ذریاتہ عدا خلقک و مرضا نفسک و زینت عرشک
 و ملا و کلماتک، کلاما ذکرک و ذکرک الذاکرون و غفل عن ذکرک
 و ذکرک الغافلون۔



تہذیب

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارا، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سجاد سی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے حوالے کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ مع زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکیدِ بات اور دوسری کو کشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت دہی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر

ششم

جب میں اس کتاب یعنی صوافی مرقمہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے مالک جیسے مغربا اقصیٰ، مادر اراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قذت کے باعث منسوخ عبارات کے حاشی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ مع زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکیدِ بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر الغنی فی مناقب ذوی القربی کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت دہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر

انہوں نے فروغ بنی غنیم اور فروغ بنی مطلب کے متعلق ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بیان کی ہمیں اس جگہ کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ اس کا اکثر حصہ مشہور و معروف ہے۔ کیونکہ اصل غرض ان باتوں کا اظہار کرنا ہے۔ جو اہل بیت سے مخصوص ہیں۔ جس کے کئی باب ہیں۔



باب

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں جن پر مجھے اعتماد ہے۔ اور جنہیں میں اپنے اسرار سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور ان پر مہر و مسکرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی مہربانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کر دو جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صاحبانِ اقتدار کی غلطیوں سے درگزر کرو۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قول قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ کی تفسیر

یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ ولادت و قرابت ہے۔ یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا پیچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے۔ اس کا خبیال رکھو۔ پس مجھے ایذا نہ دو۔ اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو محمد سے متنفر نہ کرو۔ جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہ پکارتے تھے۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیئے۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے۔ مگر آپ کے صہب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت قل لا اسئلكم سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو میں پیغام رسالت کے ابلاغ پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا آپ سے صرف یہ سوال ہے کہ آپ لوگ میری قرابت کا خیال رکھیں اور محمد سے محبت رکھیں۔ اس کے باوجود ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے۔ اور یہی بات ثابت ہے کیونکہ یہ دونوں صورتوں کے مناسب ہے لیکن پہلی وجہ مؤید ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابن جبیر کی تفسیر کی تردید کی ہے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں کیا اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی چھر کہ حضرت ابن عباس نے بھی ابن جبیر والی تفسیر کی ہے۔ اور اسے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے بیان کیا ہے کہ صحابہ نے نزولِ آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے لیکن اس کا شاہد مختصر صحیح بھی موجود ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ انصار نے اسلام میں اپنے شاندار کاموں کی وجہ سے قریش پر اظہارِ فخر کیا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ذلیل نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے فضیل تمہیں معزز بنایا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ فرمایا کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ کیا انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ مسلسل یہ باتیں ان سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ مصائب کا شکار اور خالی طمہ تھے۔ تو انصار نے آپ کے لئے مال جمع کیا اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے۔ اور آپ مصائب سے دوچار ہیں۔ اور آپ کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں۔

اس لئے ہم نے آپ کے لئے اموال جمع کر دیے ہیں۔ جن سے آپ معائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح روایت میں آپ کے جملے ہونے کا ذکر آیا ہے کیونکہ

عبدالمطلب کی والدہ ہونجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہر کہہ نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں پس ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ

آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل

ہوئی ہے کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت

بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے۔ اور آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے

آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑھ نکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا۔

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔

اور ہم ہی قرآن بتا رہے ہیں۔ اُس نے کہا آپ وہ قرآن ہیں آپ نے جواب دیا غل! اسے جراتی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں

فرمایا کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں۔ جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے
قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجبر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا۔
ہم اس کے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنا دیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد
ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ
میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے
میں دریافت کر دوں گا۔ اور مقتدر احادیث میں اہل بیت کے متعلق
صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم
لوگوں میں درجیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تسک
کر دو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک
دوسری سے بڑی ہے کتاب اللہ خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان
سے زمین تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت اللہ یہ دونوں احوض کو شریک
ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق
تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن
غریب کہا ہے دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا
ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست
نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے
کہ آپ نے ایک ماہ وفات پہلے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت
راہ کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں درجیزیں چھوڑ
جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور و ہدایت

ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہے۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا، ہاں !

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان دیکھنا ان کے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو۔ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جھگڑا نہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہونے تک کبھی جھگڑا نہ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث مستند طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسکو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام تقیین رکھا ہے۔ یہ ان کے عظمت شان کو بڑھانے کے لئے فرمایا ہے کیونکہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لئے انہیں ثقل کہا ہے کہ اللہ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ انا سئلنی علیہ قولاً ثقیلاً، یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن و انس کو بھی تقیین کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں زمین کے دو حصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو۔ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے نمائندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلانا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام و احترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر، حسب اور نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیشقدمی نہ کرو

اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو۔ اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے بارے میں آئی ہیں۔ اور جب یہ بات تمام قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل و امتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخوی معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور اخوی مفہوم میں وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاریہ بار بار جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے۔ حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا اذما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرا ،

ایک روایت میں ہے کہ اسے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے ان کیساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کر کے بعد فرمایا تو کو بھلائی پر ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوں

جاؤں تو آپ نے فرمایا تو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کے
 دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 میری کیا حیثیت ہے فرمایا تو میرے اہل بیت میں سے ہے یہی بات
 حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے اس وقت فرمائی۔ جب انہوں
 نے اپنے بارے میں استفسار کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت
 علی سے فرمایا کہ مہمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے
 پس آپ انہیں اپنے لئے اختیار کر لیں اور انہیں صدق صحبت، قرب عظیم
 اور دوستی کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔ اور سند میں ہے کہ یہ سب
 مسلم کی روایت کے علاوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسامہ، ظہر العطن، ہم اہل بیت میں سے
 ہے۔ احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے بارہ
 میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے چاروں میں اپنے چچا عباس
 اور ان کے بیٹوں کو بھی شامل کیا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے چچا
 اور میرے باپ کے مماثل ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں اسی
 طرح آگ سے بچائو۔ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔
 اور مسلم کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت عباس اور
 آپ کے بیٹوں والی مذکورہ حدیث کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی
 اہل بیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس کے
 دو اطلاق ہیں۔ ایک عام معنوں میں جو کبھی تمام آل اور زوجات
 اور محبت و دوستی میں صادق آدمیوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ دوسرا

خاص معنوں میں اور یہ اخلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کی صراحت حضرت حسن نے فرمائی ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک آدمی نے چھلانگ لگا کر سجدہ کی حالت میں آپ کو منخر مارا۔ جو آپ کو اچھی طرح نہ لگا۔ آپ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا اعرابو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور جہان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انھا یسلو اللہ لیزھبہ عنکم الرجس اهل البیت ویطھروکم تطھیروا انہوں نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ فرمایا ہاں۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوٰۃ کے عوض فخر اور فہریت سے محسوس کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورہ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے۔ اور ان میں ذوی القربی سے بھی لوگ مراد ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربی کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور فضیلت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ صلوات پڑھنے کا حکم دیا گیا

ہے اور وہ ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ۔ اور انہیں غصہ دیا گیا ہے پس نبی ﷺ اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوة و سلام میں شامل ہیں ۔ جو ہم آل نبی پر نزل الغن و فوائض میں پڑھتے ہیں ۔ اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو نبی ﷺ تک محدود رکھا ہے ۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لئے اس کا جواز ہے ۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربی کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز قرار دیتے ہیں ۔ اکثر حنفیہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں ۔ اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں ۔ اسی لئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ اور محبوب طبری نے حدیث و میرے اہل بیت کے متعلق صن سلوک کی وصیت کر دی کہ نہ کہ میں ان کے بارے میں گل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مد مقابل ہوں گا ۔ اُسے میں جھگڑے میں زیر کروں گا ۔ اور جسے میں زیر کروں گا وہ آگ میں داخل ہوگا ۔ حافظ سمناوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کے ہمد و محبت کا لحاظ رکھو ۔

باب

اہل بیت سے محبت کے متعلقہ ترغیب اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے نگران

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے۔ ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور محمد سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہی رفیہ تے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خذہ روٹی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر بہت

نے اسی حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اُسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس کے متعلق پید بیان ہو چکا ہے۔

برا فروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے اللہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملے اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کر دیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا کہ جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو گا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قربت کی وجہ سے محبت نہ کرے گا احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قربت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طہرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قربت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا مطلب (مراد کا ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔ اور جو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

طرائف ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اسے نبوت شریف میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو نجیب اور رحمدل بنا دے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو مجھے میرے اہلبیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قریبداروں سے محبت نہ کرے بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی ایک سند

ضعیف اور دوسری واجبات ہے کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برا فرد خنکی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا لوگو! کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قرابتداروں کو پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں۔ جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے قرابتداروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ جس نے میرے قرابتداروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ امّ لثانی نے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہا کہ خمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے ہاں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ امّ لثانی نے اگر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی۔ میری شفاعت تو مین کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی صفیہ بن عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے واسطہ کیا تو حضور علیہ السلام

نے انہیں میری تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمر نے انہیں کہا تو اس لئے چلاتی ہے کہ تمہاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری ہے وہ تو اللہ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں۔ اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سن لیا۔ اور آپ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمر کی بات آپ کو بتا دی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دے گی۔ خدا کی قسم میرے رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔ اور اسے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرہ میں آئی ہیں۔ کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْبَلِيْنَ نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر سر خاص و عام کو فرمایا میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات

کہی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا۔ یا وہ تغلیط و تنہیر کے مقام سے نکل چکا ہو گا۔ یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کریں گے۔

حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا بڑا ہوشم سے اللہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا بڑا ہوشم اگر ہمیں بغیر آپ کے علی سے اطاعت کے آپ کی قرابت داری فائدہ بخش ہوئی۔ تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دو گنا عذاب دیا جائیگا۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے چڑا دیا ہے۔

ابوالفرج اصبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے۔ اور اس وقت آپ نو عمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توہم سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا۔ پھر آپ نے اُن کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پھونک کر اس سے بگڑی ہوئی اہم سے اہم نکلیت ہوئی۔ پھر کہا آپ

شفاعت کے متعلق کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس قبل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی، تو آپ نے فرمایا مجھے شفعہ لوگوں بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رہا ہوں۔ کہ قاطع میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اُسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو وہ کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی۔ حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس شخص کی شفاعت کا اُردو مند ہوں۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر تادمہ نہ دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اُردو تیرے اہل بیت اور تمہارے وہ مومب جنہوں نے میرے صحابہ کو کالی دینے وغیرہ کی بدعت اختیار نہیں کی حوض کوثر پر میرا پ اور سفید رو حاضر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیروکاروں

اور تیرے پیروکاروں سے محبت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔
 ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ اے اللہ عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کو
 ظاہری اور باطنی رنگ میں ایسی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے
 دے اے اللہ ان کی اولاد کا خلف ہو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے انصار، ان کی اولاد در اولاد اور ان کے محبتوں کے لئے
 بھی مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔

محب طبری نے روایت کی ہے کہ مومن اور متقی اہل بیت
 سے محبت رکھتا ہے۔ اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور
 دہلی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ
 قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ
 مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اسماء
 اور میرے قریبوں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل سے محبت رکھو اور علی سے محبت
 رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھے گا وہ میری شرافت
 سے محروم رہے گا۔ ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موقوف ہے۔
 اور یہ حدیث کہ آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال

کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے
 محبت رکھنا سات پڑھوں مقامات پر نافذ بخش ہے۔ اور حدیث آل محمد
 کی معرفت آگ سے نجات ہے اور حب آل محمد بطور کا یا سپورٹ ہے
 اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ شہادی کہتے ہیں کہ میرے

نزدیک یرتینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک رخت ہوں اور فاطمہ اس کا پور ہے اور علی اس کا دودھ ہے اور حضرت حسن اور حسین اس کا پھل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔ موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستكمل الایمان مرے گا۔ اُسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکیر اُسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے داہن کو اُس کے خادد کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہلسنت والجماعت کے طریق پر مرے گا۔ اور جو شخص آل محمد کے بعض میں مرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں اُسے حکاکہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا۔ میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے

گھا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے
محبت رکھے گا۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا۔ وہ اس کے
ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک
ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
تین نعمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین
اور دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ
تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ
حرمین کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ
کی حرمت،

ابوالشیخ اور دہلی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار
اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے۔ یا اس
کی ماں نے اُسے بغیر طہر کے حمل میں لیا ہے۔ اے

اے اس حدیث کو ابودردی، ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ عبدی کہ
راؤز الاحادیث میں ہے۔ الزانیہ لام تعریف کے ساتھ زنا کا اسم ہے۔



باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتعینے میں سے اہل بیت پر درود پڑھنے کے مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم (الحديث) اور فقیر روایت میں ہے کہ یا رسول اللہ تم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد (الحديث) پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ غور و خوض اور غور و خوض میں اور وہ اہل بیت سے اہم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اہم ہے۔

ابو داؤد کی حدیث بھی اسی قسم سے ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا ماپ لینا چاہتا ہے وہ کہے کہ اللہم صل علی محمد و آلہ وعلیٰ اصحابہ وعلیٰ اہل بیتہ وعلیٰ اہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم و آلہ وعلیٰ اصحابہ وعلیٰ اہل بیتہ (الحديث) وائلہ سے بلند متعین بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام

نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن و حسین کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللہم قد جعلت صلاتک ومغفرتک ورحمتک

ورضوانک علی ابراہیم و آل ابراہیم انہم منی وانا منہم فاجعل صلاتک ورحمتک ومغفرتک ورضوانک علی وعلیہم ۔

واکہ کہتے ہیں میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر بھی تو آپ نے فرمایا اللہم وعلی وائلہ ۔

واقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائیگی ۔

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میرے درود پڑھنے کا حکم ہے کہ ہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد، اور امر واجب کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقتہً آصح ہے اور باقی ان احادیث کے تہات اور طرق ہیں جنہیں میں نے اپنی کتاب "الدر المنثور" میں بیان کیا ہے۔ اے

اے سنو! میں نے اقوال الیدیع میں کہا ہے کہ فرمایا پر درود پڑھنے کے حکم کے متعلق علماء کے کئی مذاہب ہیں۔ یہ کہ مطلق طور پر بلا استقلال یا بالتبع پڑھنا منع ہے۔ اور یہ کہ مذہب یہ ہے۔ قرطبی اور میں سے ابوالمعالی

نے اپنی پسند پر بات چھوڑ رکھی ہے اور امام ابو حنیفہ فقط بالبیع کے قائل ہیں، احمد کرامت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ بخاری مطلق جواز کے قائل ہیں اور ابن قیم کا تفصیلاً ذکر یہ ہے کہ وہ آل رسول آپ کی ازواج و ریت، ملائکہ اور اہل اہل بیت پر عموماً مطلق جواز کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی اور دوسروں پر بغیر تعین کے کرامت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ اور جیسے رافضی حضرت علی پر شعار بنا کر درود پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔

باب

قابلیتِ کریم نسل کے متعلق آپ کے دعائے برکت

نسائی نے عملِ ایوم والیلہ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علی سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہ تریں۔ یہ بات سن کر حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہ کی معافی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابوالطالب مجھے کیا حاجت ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے موجبِ اہلا کے سوا آپ کو اور کوئی مات نہ فرمائی۔ حضرت علی انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرا ہوا۔ آپ نے کہا مجھے انہوں نے مرجا اور احلا کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رجب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ آپ کے لئے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔

جب شبِ زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے

مے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگو کر وضو کیا پھر اُسے حضرت
 علی اور حضرت فاطمہ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا اللہم باریک فیہما
 وبارک علیہما وبارک لہما فی نسلہما۔ دوسرے لوگوں
 نے بعض الفاظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔



باب ۵

اس نسل کے لئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارہ میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے لئے مخصوص شفا گریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فاطمة احصنت نرجھا فخدم اللہ ذریتھا علی النار فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے۔ اور ہزار

اور طبرانی نے

فخدمھا اللہ وذریتھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔
علی النار
کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اور حضرت علی سے بسند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو

چار کا جو تھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں ہیں تو حسن اور حسین داخل ہوں گے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے میں کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں میں، تو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دینی نے اپنی سند میں روایت کی ہے کہ ہم بنو عبد المطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور ہماری سروران بہشت ہیں۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرانے کے بارہ میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا۔ اس تک یہ السلام پہنچا دوں گا میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ

ان اللہ غیر معذبک
ولا ولدک
اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۔ جامع الصغیر میں یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم کی روایت سے بیان ہوئی ہے۔
۲۔ اس حدیث کو طبرانی نے بیان کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور اس کے معنوں کے متعلق پہلے قول بیان ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اے چچا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو آگ سے پناہ دے رکھا ہے۔

محب طبری، دہلیی اور اس کے بیٹے نے بلا اسناد حدیث روایت کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ محب نے علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ میرے رسول کی اولاد ہیں ان کے خطا کار کو ان کے حسن کی وجہ سے بخش اور ان کو میری وجہ سے بخش تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے عرض کیا کیا کر دیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہاری وجہ سے ان کو بخش دیا اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے بخش کر دے گا۔

حدیث میں ہے نسخا وی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بیٹوں اور تیرے شیعوں اور تیرے شیعہ کے مجبوں کو بخش دیا ہے جو بخیر ہو کیونکہ تو خوش کو شر سے سیراب ہونے والا ہے۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں

کو چنوں تو تم سے آغاز کروں۔ اور ایک ضعیف السند حدیث میں ہے۔ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔
صحیح روایت میں ہے کہ سب لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے ہماجرین کے پر اگندہ موفرا ہوں گے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہا نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے امت میں سے سب سے پہلے اپنے اقرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی۔ پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی۔
بزار، طبرانی اور ابن شامین وغیرہا کی روایت میں ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی۔



باب

امت کے امان

ایک جماعت نے ضعیف سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں۔ جو امت کے استیصال کا باعث ہو گا۔ جب کوئی عہد قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کی پارٹی بن جاتے ہیں۔

اور بیت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال

اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی اس کی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہو گا نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا غرق ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہو گا محفوظ ہو جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب عطر کی سی ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا نجات پائے گا۔

حضرت حسین سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کی۔ اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوة میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی ہوں گے جو اس دین سے غایبوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے ہیں گے

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ
 علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو
 دور کرتے رہیں گے اور ابن عبد البر وغیرہ کا مستند یہ ہے کہ
 ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات
 نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔



باب

ان کے عظیم کرامات پر دلالت کرنے والے مخصوص میاں تھے

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے بحال
موتق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور
نسب منقطع ہو جائیں گے اور ایک روایت میں یقطع یوم القیامۃ الا کے
الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ما خلا سببی و نسبہ یوم
القیامت کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں وکل ولدکم۔
اور ایک روایت میں وکل ولد آب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لئے
کہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ سوائے اولادِ خاتمہ
کے، ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عمر
نے حضرت علی کے لئے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی
بیٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے ان کو
صغیر سی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں شہوت کی غرض سے ایسا
نہیں کیا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
یہ کہ آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا! میں چاہتا ہوں کہ
میرا بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسب یا سببی تعلق ہو
جب آپ نے شادی کر لی تو لوگوں سے فرمایا تم مجھے مبارکباد کیوں

ہنہیں دیتے ! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
پھر مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے
سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائے گی ۔ ایک روایت
میں جس کی سند میں ضعف ہے ۔ بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں
کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں
سوائے اولادِ فاطمہ کے ۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں ۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی ان کا باپ اور میں
ہی ان کا عصبہ ہوں ۔ اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق
سے یہ حدیث آئی ہے ۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے
اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں
رکھا ہے ۔ اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جسے
ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفائت
وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ یہاں تک کہ کسی شریفیہ
یا شہمی کی بیٹی ، غیر شریفیہ سے کفائت نہیں کرتی ۔ اور اس کے
غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے
نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف ۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنہ پر
ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت

حسن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سترار بیٹا ہے اور غنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بہت ہی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے جانیوں کو بھی بیٹا کہا حضرت حسن سے پسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکروے کے پاس سے گزرے۔ تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اُسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ البوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث

بیان کی ہے کہ مہدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا۔ اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

البوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور نے اس کا نام رکھا ہے۔ غنقریب اس کی سلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نفاذ پڑھیں گے۔

ابن عباس سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ ہم میں سفاح، منذر، منصور اور ہمدی ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کئے پھر فرمایا ہمدی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر پور ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہوں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے مونس اور چاندی کے ستونوں کی طرح اٹھ کر دے گی۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ ہمدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ یا اس حدیث کی طرح ہے کہ میرا چچا عباس ابوحنظفہ ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور اور ہمدی ہوں گے۔ اسے چچا اس امر کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے ایک آدمی پر اسے ختم کر دے گا۔ دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اگر ان دونوں کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو یہ ہمدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے جیسا کہ اس میں بنی الحسین کا حصہ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمدی اولادِ حسن میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علی سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمدی کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا۔ جو متوسطِ قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کر دیگا۔

اور اس کے عدل سے ہر ظلم کو مٹا دے گا۔ پھر اس کے بعد بارہ آدمی
ولی الامر بنیں گے جن میں سے چھ اولاد حسن سے اور پانچ اولاد حسین
سے ہوں گے اور آخری ان کے غیروں میں سے ہوگا۔ چہرہ نوت ہو
جائے گا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور حدیث لامہدی الا عیسیٰ معلول ہے یا اس سے مراد
یہ ہے کہ علی الاطلاق کامل ہمدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک
روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے منب سے
زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث
میں ہے کہ حضرت فاطمہ، یات، گفتگو اور چال و حال میں آپ سے مشابہ
تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسن چہرے اور اوپر
کے لطف دھڑ میں اور حضرت حسین باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ ہمدی
کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار
دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک
قوی جماعت ہے۔ گذشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خلوتے
میں مشابہت رکھے گا۔ غلطی میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی
ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے کھڑا
ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس
سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم اہل بیت شجرۃ النبوة ہیں۔ جن کے
طاہر اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت، رحمت
اور کان علم ہیں۔

حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم نجیب
لوگ ہیں اور ہمارے فرط، انبیاء کے فرط ہیں۔ اور ہمارا گروہ
حزب الہی ہے۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے۔ اور جو ہمیں
اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔



باب

صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کا اہل بیت سے عزت سے پیشے آنا

حضرت ابو بکر سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قربت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لانا چھو بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ کیونکہ عباس کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدین حضرت ابن عباس کے پاس آئے تو آپ نے کہا مرحبا بالجلیب ابن الجلیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لئے ایک خچر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی رکاب پکڑ لی تو آپ نے کہا اے ابن عمر رسول اسے چھوڑ دیجئے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔ عبد اللہ بن حسن بن حسین حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس

کسی حاجت کے لئے آئے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجو دیا کریں یا کچھ کر بھجوا دیا کریں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔ حضرت ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں اگر میرے پاس حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی کسی کام کے لئے آئیں تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے حضرت علی کا کام پہلے کروں۔ اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کو جب کسی صحابی کی طرف سے کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس صحابی کے پاس جاتے۔ جب آپ اُسے قیلولہ کرتے دیکھتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور وہاں آپ کے چہرے پر دھول ڈالتی۔ یہاں تک کہ وہ باہر نکل کر آپ سے کہتے آپ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں آپ کے پاس آ جاتا تو حضرت ابن عباس انہیں کہتے مجھے آپ کے پاس آنے کا زیادہ حق ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے

پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اُسے مقدم کرتے۔ اور خود اُس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آگیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہوگی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا ہے۔

جب منصور دینار آیا تو اُس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے تعاصم لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے۔ میں نے اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرا بتداری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے معین کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اُسے کیسے دیکھا ہے۔ فرمایا آنکھیں اُسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اُسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ نہ مری نے ایک گناہ کا ارتکاب

کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اُسے فرمایا
 تیرا خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے
 بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیثۃ یجعل رسالۃ اللہ
 چہرہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گیا۔ ہشام بن اسماعیل
 امام زین العابدین اور اہل بیت کو دکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علی
 سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اُسے معزول کر دیا اور اُسے
 لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری
 سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گزرا تو کوئی اس
 سے متعرض نہ ہوا۔ تو اُس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیثۃ یجعل
 رسالۃ اللہ۔



باب ۹

اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دیے گئے

طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اُس شخص کو احسان کا بدلہ نہ دیا تو کل جیب وہ مجھے ملے گا۔ تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ دیے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک ضعیف سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ جو میرے اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا۔ اور ان کی مندریات کو پورا کرے گا اور جیب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا۔ اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اسے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جیب وہ مجھے ملیگا تو میں اُسے اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور جس نے میرے اہلبیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

باب

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کو قتل و جلا وطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں جہنم نے نصیحت قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نبی ماسم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت مصائب اور جلا وطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیسا حال ہو گا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کے زندگی کیا ہوتی ہے۔



باب

اہل بیت سے بغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلقے انتباہ

اس سے قبل حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بد بخت منافق کے سوا اور کوئی شخص بغض نہیں رکھتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے واقع ہوئی۔ قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ کے الفاظ لکھے ہوں گے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں جس نے ہم سے عداوت کی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسن سے بے شد ضعیف بیان ہوا ہے

کہ ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و بغض رکھنے والے کو خوف کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو۔ لیکن اس روایت کی سند تاریک ہے۔ اور ابن جوزی نے عقلی کی طرح اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں۔ کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور رزے رکھے پھر وہ آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہلبیت کو بُرا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو قریش اہل جنگ ہیں۔

جس نے انہیں مصیبت میں ڈالنے کی ٹھانی ۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوبارہ متصنوں کے بل گرے گا ۔ جو قریش کی ذلت کا خواہاں ہو گا اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کرے گا ۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الہی کے منکر محارم الہی کو حلال کرنے والے ، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور تارک سنت پر لعنت فرمائی ہے ۔



باب

اہم امور کے متعلق اختصاراً بیان

اول یہ بات متعین ہے کہ کوئی شخص سوائے صحیح صورت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کر سکتا۔ بخاری میں ہے عظیم ترین جھوٹوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے۔

اسی طرح یہ روایت بھی کی گئی ہے جو شخص جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر جنت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور ایک جماعت نے دیگر احادیث بھی بیان کی ہیں کہ نسب کا جھوٹا ادعاء یا اس سے اظہار بیزاری کفر ہے۔ یعنی کفران نعمت ہے یعنی غیر باپ کی طرف انتساب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفران نعمت ہے۔

اس جگہ بہت سے لوگوں نے انتساب کے ثبوت یا انقضاء

خصوصاً اہل بیت کے طاہر و مطہر نسب میں دخل اندازی کے بارے میں عادلانہ فیصلے سے توقف کیا ہے۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ایک ادنیٰ مزحجہ اور جھوٹے قرینہ سے اس کاثبات کرنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ اس بارے میں اس دن ان سے پوچھا جائیگا جب مال اور اولاد کوئی غائدہ نہ دے گی۔ سوائے اس کے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔

دوم اہل بیت کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد، عمل، عبادت، زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مدنظر رکھیں کہ ان کو حکم عند اللہ اتقا کہہ، اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو ملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابل عزت ہے۔ فرمایا اکرمہم عند اللہ اتقاہم للہ۔ ان میں زیادہ قابل اکرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا ان کے جاہلیت کے زمانہ کے اچھے لوگ جبہ بن کوسجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کوئی آدمی کسی آدمی سے سوائے تقویٰ کے مکرم نہیں ہو سکتا۔ احمد کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تو کسی احمد و اسود سے بہتر نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ جائے۔ انہوں نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے کہ اے لوگو!

تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو غمی پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور طہرانی میں ہے کہ مسلمان آپس میں جھگڑائی جانی ہیں کسی کو دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤ اجداد پر غصہ کرنے کے عیب کو دُور کر دیا ہے۔ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک متقی اور اللہ کو پیارے، دوسرے شقی، جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
 إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ
 ان اکر مکرم عند اللہ انقاکم ان اللہ علیمہ
 اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں تعارف کی خاطر شعوب و قبائل میں تقسیم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ قابل عزت ہے جو زیادہ تقویٰ سے کا لیتا ہے اور

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اپنے متعلق یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ بالفرض ایسی اقوام

بھی ہوں گی جو اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد پر فخر کریں گی۔ وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں۔ یا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس گبریے سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ جسے وہ اپنے ناک سے لڑھکاتا پھرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ آدمی صرف مومن متقی ہوتا ہے یا بد بخت فاجر، سب لوگ اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال و اشکال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب و اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ تمہارے یہ انساب کسی کے لئے عار کا باعث نہیں۔ تم سب اولادِ آدم ہو کسی کو دوسرے پر سوائے دین اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ ابن جریر اور مسکری کی روایت ہے کہ لوگ آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ اللہ قیامت کے روز تم سے تمہارے حسب نسب کے متعلق نہیں پوچھے گا۔ اہل اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قابلِ عزت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور ابن الکمال اور مسکری کی روایت ہے کہ سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ وہ صرف صورت میں برابر اور اعمال میں متفاوت ہیں۔ اس آدمی سے صحبت نہ رکھو جس میں تو تو خوبی دیکھتا ہے۔ مگر وہ تجھ میں کوئی خوبی نہ پائے۔

ابو یعلیٰ وغیرہ سے روایت ہے کہ مومن کا دین اس کی عزت، اس کی عقل، اس کی جوانمردی اور اس کا خلق اس کا حسب ہے۔ حضرت عمر اس شخص کو جو آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہوئے اپنے

آپ کو فلاں بن فلاں کہتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر تیرا دین ہے تو تو معزز ہے
 اگر تیرے پاس عقل ہے تو تو جو افراد ہے۔ اگر تیرے پاس مال ہے تو تجھے ترف
 حاصل ہے۔ ورنہ تو اور گدھا برابر ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے جس کے
 عمل نے اُسے پیچھے رکھا ہے اس کا نسب اُسے نیز نہیں کر سکتا۔ اور طبرانی
 نے روایت کی ہے کہ میرے اہل بیت کا خیال ہے کہ وہ سب لوگوں کی نسبت
 میرے زیادہ قریب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تم میں سے میرے سب سے
 زیادہ قریب متقی ہیں خواہ وہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ شیخین نے
 روایت کی ہے کہ فلاں شخص کی آل، میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو
 اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔ بخاری نے اس پر عاصیہ کا اضافہ کرتے
 ہوئے کہا ہے لیکن ان کی جھوٹے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی
 کروں گا۔ اور طبرانی نے صحیح کبیر میں ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے کہ یہ طایفہ
 کی جھوٹے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔ اسی طرح یہ
 روایت صحیح مسلم میں بھی آئی ہے۔ مگر اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو
 ان میں سے غیر مسلم ہیں وگرنہ ان میں تو حضرت علی اور حضرت جعفر بھی شامل
 ہیں۔ جو مقدم الاسلام ہوئے اور ناصر دین ہوئے کے باعث آپ کے
 اخص لوگوں میں شامل ہیں۔ بلکہ حدیث میں موقوف و موقوفہ پر
 وارد ہے کہ حضرت علی صالح مومنین میں سے ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ
 اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرا دوست وہ ہو گا جو صالح ہو گا۔ اگرچہ
 وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور رہا ہو اور دوسروں کے نزدیک
 اس کے یہ معنی ہیں کہ میں قرابت کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا
 اور میں خدا سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ اس کا بندوں پر واجب

حق ہے اور صالح مومنین سے میں خدا کی رضا مندی کی خاطر محبت رکھتا ہوں اور ایمان و صلاح سے دوستی رکھنے والوں سے میں دوستی رکھتا ہوں خواہ میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں۔ اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا۔ اور یہ اس حدیث کی مؤید ہے کہ ہر متقی آل محمد میں سے ہے۔ جب بلا شمی نے ابی عنیاء سے کہا کہ تو ہر نماز میں اللہ صل علی محمد و علی آل محمد کہہ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے پھر مجھ سے لاپرواہی کیوں کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا میری مراد طیب اور ظاہر لوگوں سے ہوتی ہے اور تو ان میں شامل نہیں ہے۔ ایک انصاری کو کسی نے جواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے اس نے کہا کس چیز کے باعث، اس نے کہا اس مشابہت کی وجہ سے جو میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی۔ اس سے پوچھا گیا تو شریف ہے اس نے کہا نہیں پوچھا گیا پھر یہ مشابہت کہاں سے آئی اس نے کہا جیسے کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی ہے۔ ابن العیثم کہتے ہیں میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو انصاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک اور آدمی نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو علم خصوصاً علم حدیث کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور وہ آپ پر بکثرت درود پڑھتا رہتا تھا۔

تنبیہ | جو لوگ کفارۃ کو نکاح میں معتبر خیال نہیں کرتے۔ انہوں نے آیت اور گذشتہ احادیث سے تمسک کیا ہے۔ لیکن جہوں نے کفایت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن جو بات بیان کی گئی ہے۔ اسکا کوئی شاہد نہیں کیونکہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں سود مند نہ ہوگی۔ بہار ہی گفتگو اس بارے میں نہیں۔ بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ کیا عقلمند لوگ دنیا میں عالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جسے ولی نسب میں کفایت نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا۔ اسے خسارے اور عار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد کی جھلائی کرنا آخرت میں فائدہ دیتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح والحقنا بیہم ذریا قہم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو قیامت کے روز اس کے درجہ میں اٹھا کر لے جائے گا۔ خواہ وہ عمل میں اس سے کمتر ہی ہو۔ اسی طرح دکان ابوہماصلہ کے بارے میں آپ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی اچھائی کی رعایت کے لحاظ سے یہ بات کہی ہے اور ان دونوں کی اچھائی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آدمی جنت میں داخل ہو کر کہے گا میرے ماں باپ اور بیوی بچے کہاں ہیں۔ اُسے کہا جائے گا کہ انہوں نے میرے جیسے عمل نہیں کئے۔ وہ کہے گا میں اپنے اور ان کے لئے عمل کرتا تھا پس انہیں کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ پھر آپ نے یہ آیت

پڑھی۔ جنات علت یدخلونہا ومن صلح من آبائہم وازواجہم
 وذریائہم، جب صالح باپ ساتویں پشت تک کی عام اولاد کو ناندہ
 پہنچا سکتا ہے تو سید الانبیاء کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ وہ
 اپنی طاہر اور طیب اولاد کو کس قدر ناندہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا
 ہے کہ حرم کے کبوتروں کی اس لئے عزت کی جاتی ہے کہ وہ ان دو کبوتروں
 کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے غارتور کے منہ پر گھونٹنا بنا لیا تھا
 جس میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چھپے تھے۔

فقہی فاسی نے بعض ائمہ سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ اور شرفائے مدینہ کی تعلیم میں بڑے مبالغہ سے
 کام لیا کرتے تھے اور ان کی تعلیم وہ اس وجہ سے کرتے تھے کہ اہل مدینہ
 میں سے ایک شخص تھا جس کا نام مطہر تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو انہوں نے
 اس کا جنازہ پڑھنے سے توقف کیا کیونکہ وہ کبوتروں کے ساتھ کھیلتا
 تھا۔ اس نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے
 ساتھ حضرت فاطمہ الزہرا بھی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے اس شخص سے منہ
 پھیر لیا۔ اس نے مہربانی کی التجا کی تو آپ نے اس کی طرف توجہ کر کے
 نازل ہوئے ہوئے فرمایا کیا ہمارے اکرام کی وجہ سے تیرے سینے میں
 مطہر کے متعلق الشراح نہیں بٹوا۔

اسی طرح ابی محمّد بن ابی سعد حسن بن علی بن قتادہ الحسن
 سالم مکہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیخ
 عقیف الدین الدیلمی نے ان کی جنازہ نہ پڑھی۔ انہوں نے خواب
 میں حضرت فاطمہ الزہرا کو دیکھا کہ وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ انہیں

سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض سے کام لیا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا اور انہوں نے اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا کچھ فوت ہوتا ہے۔ اور تو اس پر نماز نہیں پڑھتا تو انہوں نے ادب اختیار کیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی انہوں نے کی تھی اس کا اعتراف کیا۔

ثقی مقرر می، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ جب مدینہ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے رؤفہ مکرمہ میں کہا کہ میں بنی حسین کے اشرف مدینہ سے رفیق کی مدد کی وجہ سے بغض رکھتا تھا۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف متہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا دوسرے کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا پہلے میں انہیں بُرا نہیں سمجھتا میں تو صرف اس تعصب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں جو انہوں نے اہل سنت کے بارہ میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ توفیق کا مسئلہ ہے کیا عاق کیا ہوا کچھ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاق کیا ہوا کچھ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسین کے ہر آدمی کا ارادہ اکرانہ کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمال محمد عجمی مقتب اور اس کے نائب اور پیروکار ماسید عبد الرحمن بلابلی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا مقتب نے مجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں مقتب کی آمد بہت گراں گذری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا

اعتراف کرتا ہوں تاکہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں آپ نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان ظاہر کے پاس رقوق میں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بات مجھ پر گراں گذری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمد کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھنا ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت شریف رو پڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی۔ پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

ثقی بن فہد حافظ ہاشمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقیل بن حمیل آئے۔ اور وہ اُسراٹے ہوا شام میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کچھ نہ کیا۔ اسی رات یا کسی دوسری رات کو میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں اعراض نہ کروں۔ میرا ایک بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرتا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا وہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو میں نے شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضری توفیق تھا۔ اس کے مطابق ان سے حسن سلوک بھی کیا۔

جمال عبدالغفار انصاری جو ابن نوح کے نام سے معروف ہیں وہ نجم الدین بن مطروح کی والدہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک نیک

عورت تھیں کہتی ہیں کہ مکہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ جس میں لوگوں نے چڑے بھی کھائے ہم اٹھارہ افراد تھے۔ ہم نصف پیانہ گندم کے برابر کام کر لیتے تھے جو ہمیں کافی ہو جاتا تھا۔ ہمارے پاس چودہ پیانے گندم آئی تو میرے خاوند نے دس پیانے اہل مکہ میں تقسیم کر دیئے اور چار ہمارے لئے باقی رہ گئے جب وہ سویا تو روتے ہوئے بیدار ہوا میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت فاطمہ الزہرا کو ابھی دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرما رہی ہیں اسے مزاج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد دھوکا ہے۔ تو اس نے اٹھ کر جو کچھ باقی تھا سب اشراف میں تقسیم کر دیا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور جھوک کے باعث ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔

مقرنی بن معز الدین بن عز جو خنابلہ کے قاضی اور ملک مؤید کے ہاشمین تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں ہیں اور قبر شریف کھل گئی ہے۔ اور حضور علیہ السلام اس سے باہر نکل کر اس کے کنارے پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ کا کفن بھی آپ کے اوپر ہی ہے۔ آپ نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ کے قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا مؤید سے کہئے کہ وہ عجلان یعنی ابن سعید امیر مدینہ کو جلد راکھ دے۔ انہیں علیہ السلام میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں مؤید کے پاس گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسے بتایا اور اسے حلف اٹھا کر کہا کہ میں نے اس عجلان کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ جب مجلس رخصت ہوئی تو وہ تیر کے نشانے کے قاصد پر گیا اور عجلان کو بیز حسہ ملا کر رکھ کر دیا اور اس سے حسن سلوک بھی کیا۔

تقی مقرر می کہتے ہیں میرے پاس بنی حسن اور بنی حسین کے بارے میں اس قسم کی متعدد صحیح حکایات ہیں۔ پس خواہ وہ کسی حالت میں ہوں تو انہیں جنگ میں ڈالنے سے بچ۔ کیونکہ بٹیا خواہ اچھا ہو یا بُرا، بٹیا ہی ہوتا ہے۔

تقی مقرر می کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادیس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادہ بن ادیس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی پھرا دی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد حمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گذاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں نظر آنے لگا اور ان کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو گئیں۔ اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا کر ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی پھرتے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس کے پاس عادل گواہی گذاری گئی کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ مدینہ میں اندھے ہونے کی حالت میں آئے تھے۔ پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیباں کی جن سے سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

یہی بعض ان صالح اشراق نے بتایا ہے جن کی صوت نسب

صلاح اور ان کے اباؤ کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے کہ میں مدینہ شریف میں تھا میں نے ایک شریف کو کسٹم دانے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اُسی کا لباس پہنے تھا مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے رات گزار دی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھری مجلس میں دیکھا لوگوں نے آپ کو صف در صف گھیرا ہوا ہے۔ اور میں بھی اس صف کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کا غذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کا غذات آپ کے حضور لائے گئے جن پر شاہی فرمان رکھتے جاتے ہیں۔ اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک آدمی ان کا غذات کو حضور کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کو یہ کا غذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کا غذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کا غذا دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کا غذا اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کا غذات اسے دے دیئے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارے میں ناراضگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس کا اس کسٹم دانے کا کھانا کھانا ضرورت کے تحت تھا جو مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے جو مجھے اشرف و صالحین میں
 میں سے ایک آدمی نے بتائی ہے کہ جب نامراد اور خدیث حجاج نے
 سید شریف محمد ابی نمی حاکم مکہ کے گھر پر منی میں یوم النحر کو اسے اور
 اس کی اولاد کو ایک ہی ساعت میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا۔ اللہ
 انہیں اس سے بچائے تو اس نے کامیاب ہو کر ابی نمی اور اس کی فوج
 کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابونہی کو حجاج کے متعلق یہ خبر ہوئی کہ وہ
 اسے سب سے آخر میں قتل کرے گا۔ پس کوئی رسی باقی نہ رہی۔ اس
 لئے وہ مارنے سے رکھا۔ پھر وہ حملہ کی رات کو مکہ چلا گیا اور لوگ
 دُبرا میں پڑ گئے۔ مگر یہ جاہل مزید سرکشی میں بڑھ گیا۔ اس نے اعلان
 کر دیا کہ شریف کو معزول کر دیا جائے۔ جب بددلوں نے یہ بات سنی
 تو وہ حاجیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے بے شمار اموال کو لوٹ لیا۔
 اور سارے مکہ کو لوٹنے، حاجیوں کے استیصال اور امیر حجاج اور اس
 کی فوج کو ختم کرنے کا ہتھیہ کر لیا تو شریف (اللہ تعالیٰ اسے حاجیوں کی طرف
 سے جزا دے) نے سوار ہو کر فخریہ عربوں کا خون بہایا اور بعض کو قتل کیا
 جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ یہ سرکش مکہ میں ہی رہا اور لوگ ہڈی
 میں رہے جبکہ اکثر مناسک حج اور جماعت معطل ہو گئے اور ایسے
 خوف اور سختی کو لوگوں نے برداشت کیا۔ جس کی مثال کبھی نہیں سنی
 گئی۔ پھر یہ سرکش چلا گیا اور شریف کو یہ دھمکی دی کہ وہ سلطان کے
 پاس اس کے عزل و قتل کے بارے میں کوشش کرے گا۔ یہ واقعہ
 ۵۵۵ھ میں ہوا۔ یہ شریف کہتا ہے کہ انہی دنوں میں مکہ سے نکل کر مدینہ
 جا رہا تھا اور مجھے شریف اس کی اولاد اور مسلمانوں کے بارے میں بہت

پریشانی اور خوف دامن گیر تھا۔ جب فجر سے تھوڑی دیر پہلے میں حدہ کے قریب پہنچا تو میں ایک گھڑی آرام کے لئے ٹھہر گیا تاکہ فیصل کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے۔ جن کے ہاتھ میں ایک مڑے ہوئے سردالاعصا تھا۔ گویا وہ اُسے سید شریف ابی نبی کی طرف سے مار کر مجھے کہتے ہیں۔ اُسے اطلاع دو کہ وہ ان لوگوں کی پرواہ نہ کرے اور اللہ اُسے ان پر غلبہ دے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سلطان کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے سید شریف کی بہت تنظیم کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اس مفسد اور جنہوں نے اُسے اس امر پر برا بھلا کہتا ہے ان پر غلبہ بخشا ہے۔ اور مسلمانوں کی حکومت اسی کی طرف واپس آگئی ہے۔ جس سے انہوں نے عہد ولایت کیا تھا۔ مجھے ایک آدمی نے بتایا ہے کہ میں نے یوم النحر کو اس سخت دن میں ابی نبی کے والد سید برکات کو دیکھا وہ ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی ولایت کا حال بیان کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہا جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ابی نبی کی مدد کیلئے۔ یہ روایا اس فاجر کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ناکام و نامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں بیشمار ایسی خوابیں دیکھی ہیں جن میں ابی نبی اور اسکی اولاد کی سلامتی کی طرف اشارہ تھا۔ یہیں بتایا گیا ہے کہ عین کا ایک صالح آدمی اپنے عیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو چلا گیا وہ جب

پہنچا تو اسے کسٹم والوں نے تلاش کیا۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر حاکم مکہ سید برکات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا ٹونے تار کی ہیں اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی کہ وہ اشرف میں سے کسی سے متعرض نہیں ہو گا۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کیلئے ایک شریف زادی کو زیر دستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ عشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی۔ اور اب اس اقدام کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اسے بلایا اور گرفتار کر لیا اور وہ شریف زادی صبح سلامت پہنچ گئی۔ اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی اس فاجر کے لئے پیغام اجل بن گئی۔ مجھے ایک مابعلم نے بتایا کہ فاس شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بارشا نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کر۔ قاضی نے کہا اس کا قتل تو ضرور ہوا ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل

کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی
 تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے روز
 بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بنا پر شریعت کو ترک
 نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنی بار آئے اور اُسے قتل کے لئے لے
 گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ولی الدم کو شہید کرنے کی تلقین کرتا
 ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آگئے تھے اور وہ
 معاف نہ کرتا تھا۔ اور اس نے صرف اس سے بات کی اور اس نے
 معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس آدمی کو
 حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا تو اس نے
 پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے قتل کیا ہے میں
 اور وہ دونوں ایک ہی قاضی کے آدمی تھے۔ اس نے ایک شریف زاد کا
 سے بدکاری کا ارادہ کیا تو میں نے اُسے زنا کاری سے روکنے کیلئے
 قتل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین بار یہ نہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو۔
 ان کی تعظیم و توقیر ان کی شان کے مطابق کرنی چاہیئے
 اور ان سے بآدب پیش آنا چاہیئے تاکہ ان کا شرف معلوم
 ہو اور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے کیونکہ ان کی محبت
 اور اکرام کا واضح اثر ہوتا ہے۔

سوم

نجم الدین بن فہم اور مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایک قاری
 جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گذرا تو اس نے آیت خذوا

فغلوۃ ثم الجحیم صلوۃ الایۃ بتکرار پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں ہیں۔ اور تیمور لنگ آپ کے پہلو میں ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمن خدا تو یہاں بھی پہنچا ہے۔ اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو سے اٹھا دوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محب ہے پھر میں ڈرتے ہوئے بیدار ہو گیا اور خلوت میں میں اس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے جو کچھ پڑھا کرتا تھا اُسے ترک کر دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض الموت میں بیمار ہوا تو ایک دن اُسے شدید اضطراب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کے کیفیت کو بیان کیا گیا تو اس نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ چلے جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محب اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے۔ اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔

جب اہل بیت کی محبت اس شخص کو بھی فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدے دے گی۔

ابوالعیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرف

میں بڑھاتی ہے۔ اور ملوک غلام کو اس قدر بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا بیٹھتا ہے۔ ان کی محبت میں افراط سے بچنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابوالعلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محبوب مفروط اور تیرے بعض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے۔ اور حضرت زین العابدین نے اہل بیت کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا! اے عواقیہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

ایک قوم نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے انہیں فرمایا تمہیں خدا پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دلائی ہے۔ ہم تو اپنی قوم کے صالح آدمیوں میں سے ہیں اور ہمارے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

ایک آدمی نے جبکہ اہل بیت کی ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ سے دریافت کیا، کیا آپ میں سے کوئی مفترض الطاعت بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جس نے ہمارے بارے میں یہ بات کہی۔ خدا کی قسم وہ کذاب ہے۔ اور حسن بن حسن بن علی نے ایک آدمی کو جو ان کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا بڑا ہوسم سے اللہ محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بعض رکھو۔ ہمارے بارے میں

یہ بات کہو۔ کیونکہ جو تم چاہتے ہو اس میں یہ سب سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔

قائدہ

حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبد الملک کے پاس گئے اور اُسے خلیفہ کہہ کر سلام کہا اور گفتگو کی۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک لونڈی زادے ہو کر اس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ! امیر المؤمنین آپ کا چھوٹا بھائی عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس نے کہا آپ جواب دیں۔ آپ کیا اور آپ کا جواب کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی نبی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولید انبیاء و رسول تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ ان کی ماں حضرت اسماعیل کی ماں کے ساتھ ایسے ہی تھی۔ جیسے میری ماں تیری ماں کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی نے اس سے نبی کریم جیسے سے نہیں روکا اور وہ خدا تعالیٰ کا محبوب تھا۔ وہ اب العرب اور خیر النبیین قائم المرسلین کا باپ تھا اور موت، خلافت سے بڑی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنی ماں کے ذریعہ بلند ہوا ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب کا بیکہ ہے۔ پھر آپ ناراض ہو کر دہان سے نکل گئے۔

جب سفاح حاکم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا۔ اور عبدالحمید طائی نے رسانہ میں ہشام کی قبر کھودی اور صلیب

دی اور آسے آگ میں جلایا اور اس نے مسجدے میں گر کر کہا الحمد للہ میں نے حسین بن علی کے بدلے بنی امیہ کے دوسو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور زید بن علی کے بدلے میں نے ہشام کو صلیب دی اور میں نے ابراہیم کے ساتھ مل کر مردان کو قتل کیا۔

علامہ ابوالسعادات بن الاثیر کی کتاب ”المختار فی مناقب الایثار“ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یمن کی طرف گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں از قبیلہ کے ایک شیخ کے ہاں آترا جو بڑا عالم تھا۔ جس نے کتب کو پڑھا اور لوگوں سے بہت علم حاصل کیا تھا اور اس کی عمر تین سو نوے سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا آپ مجھے حرم کے علاقہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں اہل حرم میں سے ہوں۔ اس نے کہا آپ تیم قبیلہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ہاں میں تیم بن مرہ سے ہوں اور میں عبداللہ بن عثمان بن عاص ہوں۔ اس نے کہا آپ کے باپ سے میں ایک بات میرے پاس ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیے۔ میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ آپ مجھے بات بتائیں اس نے کہا مجھے علم صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کی مدد ایک نوجوان اور ایک ادھیر عمر شخص کرے گا۔ نوجوان مصائب میں گھسنے والا اور مشکلات کو دور کرنے والا ہوگا۔ اور ادھیر عمر شخص سفید رنگ، کمزور اور اس کے پیٹ پر ایک تلی ہوگا اور اس کی بائیں ران پر نشان ہوگا۔ جو کچھ میں نے

تجھ سے کہا ہے اگر تو وہ مجھے دکھائے تو کیا حرج ہے۔ مجھے تجھ میں وہ
 صفات پوری نظر آتی ہیں۔ سوائے اس کے جو مجھ سے پوشیدہ ہے۔ حضرت
 ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے
 میری ناف کے اوپر سیاہی دکھ لیا اور کہا۔ رب کعبہ کی قسم! تو وہی شخص
 ہے میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرنے لگا ہوں۔ اس کے متعلق
 احتیاط سے کام لینا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے اس نے کہا ارأیت
 سے کج روی اختیار کرنے سے بچنا اور درمیانہ طریق سے تمسک کرنا اور
 اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے
 ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں میں نے یمن میں اپنی ضرورت
 کو پورا کیا۔ اور پھر شیخ کے پاس اوداع کیلئے آیا تو اس نے کہا میں نے
 اس نبی کے بارے کچھ شعر کہے ہیں۔ کیا تو انہیں میری طرف سے لے جایگا
 میں نے جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا ہے

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے خود کو اور اپنی قوم کو چھوڑ

دیا ہے۔ اور میں قبیلے میں، جاٹے امن ہو

گیا ہوں۔ اور میں تین سو نوے سال

زندہ رہا ہوں اور زمانے میں آدمی کیلئے

بڑی عبرت ہے۔

اس کے بعد اس نے متعدد اشعار سنائے جن میں سے یہ

شعر بھی ہیں۔

میری طاقت کا شمارہ بھج چکا ہے۔ اور میں نے ایک

ایسے بوڑھے کو پایا ہے جس سے کفایت و عداوت نہیں

رکھ سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیہ طور پر
جس شہر میں آتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے
سلام پہنچا دیا۔ میں ان کے دین پر زندہ ہوں اگرچہ
میں مر جاؤں۔

حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور اشعار
کو حفظ کر لیا اور رکھ لیا۔ اور حضور علیہ السلام کی بعثت ہو چکی تھی۔ میرے
پاس عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور قریش کے
مناوید آئے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی مصیبت ہوئی
ہے یا کوئی عظیم بات وقوع پذیر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ابو بکر! بڑی کمر
بات ہوئی ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا
اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم انتظار نہ کرتے
اب جب آپ آگئے ہیں تو آپ ہی اس معاملے کو نبٹائیں۔ حضرت ابو بکر
فرماتے ہیں۔ میں نے انہیں آپ کے متعلق بہت بُری باتیں کرتے پایا
میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ
آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر
تشریف لائے۔ میں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے گھر
والوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے آپ پر فتنہ کا اتہام
لگایا ہے۔ اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے
آپ نے فرمایا اے ابو بکر! میں تیری اور ان سب لوگوں کی طرف اللہ
کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیے۔ میں نے کہا

آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جسے آپ یمن میں ملے تھے میں نے کہا یمن میں میں کہتے ہی مشائخ سے ملا ہوں۔ خرید و فروخت کی ہے۔ مال دیا اور لیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے آپ کو اشعار دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا میرے دوست آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس عظیم بادشاہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کو خبر دیتا رہا ہے۔ میں نے کہا یا تھوڑا سی ہے۔ میں گو اسی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں واپس لوٹا تو دونوں پہاڑوں کے درمیان میرے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہ تھا۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حضرت علی کو فضیلت دی اس نے دونوں پر عیب لگایا اور خود حضرت علی پر بھی عیب لگایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی علیہ السلام نے فرمایا اے جابر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراقی کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر لے دے کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محب ہیں اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اللہ کے ہاں ان لوگوں سے بُری ہوں۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں حکمران بن جاؤں تو میں ان کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔

سیمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن الحسین بن الحسن کے پاس
 تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے ۔ ہم
 چاہتے ہیں کہ ایک آدمی کے شرک پر آپ کو گواہ بنائیں ۔ فرمایا میں گواہی دیتا
 ہوں کہ رافضی مشرک ہیں ۔ وہ مشرک کیسے نہیں ہو سکتے جب تو ان سے سوال
 کرے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گناہگار تھے تو وہ کہیں گے ہاں !
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں ۔ اور
 اگر تو ان سے پوچھے کہ کیا حضرت علی گناہگار ہیں تو وہ کہیں گے نہیں اور
 جس نے آپ کے بارے میں یہ بات کہی اس نے کفر کیا ۔ اور محمد بن علی
 بن الحسین فرماتے ہیں کہ جس نے ہمیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت
 دی ۔ اس نے ہمارے ایمان کی سنت کو چھوڑ دیا ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے
 حضور اس کے مقابلہ میں پیش ہوں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی ۔ ان کی ایک علامت ہے
 کہ انہیں رافضی کہا جائے گا تو انہیں جہاں پائے قتل کر دینا کیونکہ وہ
 مشرک ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا
 وہ تیری بے جا تعریف کریں گے اور سلفِ اول پر زبانِ طعن دراز
 کریں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ایک قوم ظاہر
 ہوگی جنہیں رافضی کہا جائے گا ۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا پھر
 اس بات کی ایمان و معرفت بھی ضروری ہوگی کہ نبیوں اور رسولوں کے

بعد سب سے افضل اور بہتر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے زیادہ تقدیر ابو بکر صدیق، عبداللہ بن عثمان، عتیق ابن ابی تمحافہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روئے زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ پھر ان کے بعد ان اوصاف کے حامل علی الترتیب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علوی حوض کوثر سے سیراب ہونے والے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا۔ سنت مکمل ہوئی اور دلیل صحیح قرار پائی۔

ہم بغیر کسی استثناء اور شک و شبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اصحاب ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ ان لوگوں سے فضل و خیر میں کوئی شخص آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار جنتی ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین زہد و انانیت کے سردار ہیں۔ اور ہم جمیع مہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی پھر حضرت عائشہ صدیقہ جن کی برکت جبریل علیہ السلام

کی زبان مبارک سے ہوئی۔ جسے قرآن پاک میں قیامت تک پڑھنا
 جائے گا، کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں حضور
 علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور وہ دنیا و آخرت میں ام المومنین
 ہیں۔ جو شخص اس بارے میں شک کرے یا طعن کرے یا توقف سے
 کام لے تو اس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں شک کیا اور اسے غیر اللہ کا کلام
 خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعظمہ اللہ ان تعودوا المثلہ ابدا
 ان کلماتہ مومنین سے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو
 تو دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ اور جو شخص اس کا انکار کرے اس کا ایمان
 سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب
 مراتب محبت رکھتے ہیں۔ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔ ہم ابو عبد الرحمن
 معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بھائی اور تمام مومنین کے ماموں اور کاتب وحی تھے۔ ان کے لئے
 رحم کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ہم
 ان کے بارے میں وہ روایت بھی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بیان کی۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس راستہ سے اہل جنت میں سے
 ایک آدمی آپ کے پاس آئے گا۔ تو حضرت معاویہ داخل ہوئے لئے

لے بقیہ حدیث یہ ہے کہ پھر آپ نے دوسرے روز بھی یہی فرمایا تو حضرت معاویہ

پس ان کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیجئے۔ پھر جس نے ان کی اطاعت کی خواہ وہ تمھارے دور اور تیری دنیاوی مراعات کا مخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر محبت رکھ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کی خواہ وہ تیرا قریبی اور موافق ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر بغض رکھ۔

قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلی کی کتاب ”الغنیۃ“ سے منقول ہے کہ ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص صلی اور اشارہ النص سے ثابت ہے۔ اور یہ مذہب حضرت حسن بھری کا ہے اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت کا۔ اس روایت کے متعلق یہ نقطہ نظر ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی گئی ہے۔ جسے انہوں نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مجھے

داخل ہوئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص ہے پھر آپ نے فرمایا اسے معاویہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور تو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر اس طرح مزاحمت کر گیا جس طرح درمیانی اور شہادت کی انگلیاں مزاحمت کرتی ہیں۔ اسے دیکھی نے ابن عمر سے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے الواہبیا میں، وہ کہتے ہیں اس روایت میں عبداللہ بن دینار ہے جس سے حجت نہیں پڑھی جاسکتی اور اس سے عبدالعزیز بن یحییٰ المروزی نے روایت کی ہے۔ جسے ابوی نے المیزان میں مہول کہا ہے۔ گو یہ اس نے حدیث کا مرقعہ کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ اس کے مخالف یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر امت کا فرعون ہوتا ہے۔ اور اس امت کا فرعون معاویہ ہے مگر یہ ساقط ہے

معراج ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے بعد علی بن ابیطالب کو خلیفہ بنا دے تو فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ کے بعد ابو بکر خلیفہ ہوگا۔ اور ابن عمر کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابو بکر ہوگا وہ تھوڑا عرصہ ہی رہے گا۔ اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اہل بدعت سے بکثرت میل جول نہ رکھو۔ نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ انہیں سلام کہو۔ کیونکہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس نے بدعتی کو سلام کہا اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سے محبت کی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی انہیں عید اور خوشی کے مواقع پر مبارک باد دو اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے لئے رحم کی دعا کرو بلکہ حضور علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خاطر بدعتی کی طرف بغض کی نظر سے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ اور جس نے اُسے ڈانٹا اللہ تعالیٰ سخت گھبراہٹ کے روز اس کو سکون بخشتے گا اور جس نے اُسے حقیر سمجھا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجات بلند کر دے گا۔ اور جو اُسے خندہ روئی سے بلا یا ایسی صورت میں جس سے اُسے خوشی ہو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ تعلیم کا استخفاف کیا۔

حضرت میسرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نور ایمان کو خارج کر دیگا اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کے بارے میں چلتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے اللہ سے امید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اُسے بخش دے گا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو فرماتے سنا ہے کہ بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ آجائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد رہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس کے فرائض اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

باب

در بارہ تنخیس و خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مرسلین کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ مستفیضہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جن میں کوئی علت اور سقم نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فضل کے لفظ کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے۔ اور یہ بات بلا اختلاف ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کے متعلق ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وثانی اثین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن۔ یہ آیت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کی رجبیت صحبت سے ہوئی ہے آپ نے انہیں سکذیت کی بشارت دی اور ثانی اثین کے لقب سے آپ کو ملقب فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ان دو سے کوئی افضل ہو سکتا ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

پھر فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق به۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قول حضرت جعفر صادق اور حضرت علی کا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد حضرت ابو بکر ہیں۔ اس سے بڑی منقبت

اور کیا ہو سکتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ سابقین کے ساتھ بعد میں آنے والے برابر کی نہیں کر سکتے ۔ فرماتا ہے ۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ، اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی ۔

بخاری کی حدیث میں لکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں چادر ڈال کر آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکر کعبہ کے گرد دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے
اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا يَقُولُ رَبِّي كَيْتَم اس آدمی کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے ۔

تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ۔ اور آکر حضرت ابو بکر کو مارنے لگا ۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر آپ کی ناک پہنچانی نہ جاتی تھی ۔ آپ جہاد و قتال اور نصرت دین کرنے والے پہلے شخص تھے ۔ آپ ہی کے ذریعے دین قائم اور غالب ہوا ۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک روز ہم در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسرے کے فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں میں ابو بکر موجود ہیں ۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی کو ابو بکر پر فضیلت نہ دے ۔ وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں ۔

اور ابوالدرداء کی یہ روایت تو مشہور ہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا ابوالدرداء تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ بنیوں اور رسولوں کے بعد سورتج ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک طرح سے یہ روایت یوں آئی ہے کہ کیا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تم سے بہتر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ سب اہل مکہ سے افضل ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں۔ فرمایا سب اہل مدینہ سے بھی اس نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں۔ فرمایا زمین و آسمان میں بنیوں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی نہیں۔

ہم بہت سی روایات کا ذکر کریں گے جن میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کو بہترین شخص قرار دیا گیا ہے۔ ان میں ایک روایت ابی قتادہؓ کی ہے جسے امام مالک نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے منبر پر سوال کیا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے۔ انہوں نے فرمایا ابوبکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ پھر میں۔ انگریزوں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تو میرے کان پر سے ہوا نہیں۔ اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں دیکھا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے افضل، پاکباز اور بہتر آدمی پر سورتج طلوع و غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا اور میں آپ کی گود میں تھا۔ اے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر آدمی کون ہے۔ فرمایا: ابوبکر، میں نے کہا پھر کون، فرمایا عمر، پھر میں نے نو عمری میں کہہ دیا پھر آپ، فرمایا تیرا باپ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے۔ جو ان کیسے ہے۔ وہی اس کے لئے ہے۔ اور جو ان پر ذمہ داری ہے وہی اس پر ہے۔ ابوہریرہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور اہل زمین و آسمان کے بہتر آدمیوں سے ابوبکر سب سے بہتر آدمی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین میرے اہل ہیں۔ اور ابوبکر اور عمر اہل اللہ ہیں۔ اور اہل اللہ میرے اہل سے بہتر ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اگر ابوبکر کے ایمان کا تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت عمار بن یاسر کی روایت تو شہور ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حضرت عمر کے فضائل کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبریل سے پوچھی تھی۔ جبریل نے مجھے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح کی عمر کے مطابق یعنی نو سو پچاس سال رہوں اور حضرت عمر کے فضائل بیان کرتا رہوں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔ عمر ابوبکر نیکیوں میں سے

ایک نیکی ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر میں تیرے باپ
ابراہیم کے بعد کسی کو خلیل بناتا تو ابیکر کو بناتا اور اگر تیرے بعد کسی کو
حبیب بناتا تو عمر کو اپنا حبیب بناتا۔ یہ سب کچھ لغوی رحمتہ اللہ علیہ کی
تفسیر القرآن سے نقل کیا گیا ہے جو آپ نے سورہ شکر کے آخر میں
آنے والی آیت والذین جاؤ امن بعد ہم کے متعلق لکھا ہے اس
سے مراد تابعین ہیں جو انصار و مہاجرین کے بعد قیامت تک اُنہیں گے
پھر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے متعلق اور سابق الایمان لوگوں کے لئے مغفرت
کی دعا کرتے ہیں۔ یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم۔
پس جس کسی کے دل میں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی حسد و بغض
ہے اور وہ سب کئی رحمت کی دعا نہیں مانگتا وہ ان لوگوں میں شامل
نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مراد لئے ہیں اس لئے کہ
اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے تین مقام مرتب کئے ہیں۔

المہاجرین والذین تبوء الدار والایمان والذین جاؤ امن بعد ہم
پس کوشش کرو کہ تم مومنین کی اقسام سے خارج نہ ہو۔

ابن ابی یعلیٰ کہتے ہیں کہ لوگ تین مراتب کے ہیں۔ الفقراء

المہاجرون والذین تبوء الدار والایمان والذین جاؤ امن بعد ہم
کوشش کرو کہ تو ان مراتب سے باہر نہ رہے

اخبرنا ابو سعید الشریحی أنبانا ابواسحاق الثعلبی أنبانا عبد اللہ

بن جلید، حدثنا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان حدثنا ابن نمیر حدثنا ابی

عن اسماعیل بن ابراہیم عن عبد الملک بن عقیل عن مسروق عن عائشہ

وہ فرماتی ہیں۔ تمہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا اور تم نے انہیں برا بھلا کہا۔ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی۔ جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لعنت نہ کرے گا۔

مالک بن معرور کہتے ہیں۔ عامر بن شریح الشیبی نے کہا، اے مالک یہود و نصاریٰ ایک بات میں رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں یہود سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحاب مرسلی علیہ السلام، نصاریٰ سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، رافضیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہیں ان کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے انہیں گالیوں دیں۔ ان پر قیامت تک تلوار سونتی رہے گی۔ ان کی کوئی حجت قائم نہ ہوگی۔ اور نہ ان کو ثوابِ قدمی حاصل ہوگی نہ ان میں وحدت پیدا ہوگی۔ جب کبھی انہوں نے جنگ کیلئے آگ جلائی خدا تعالیٰ نے انکی خورزی، ان کی جمعیت کی پرکندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اُسے بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کن خواہشات سے بچائے مالک بن انس فرماتے ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرے گا یا اس کے دل میں ان کے بارے میں کینہ ہوگا اس کا فنی میں کوئی حق نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ يَهَانُكُم کہ آپ اس آیت تک آئے لِّلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَالَّذِينَ بَوَّؤا

الدار والايمان والذين جاؤا من بعدهم الی قوله روف رحيمه
 بغوی نے اللہ تعالیٰ کے قول ثانی اٰمنین کے بارے میں
 نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا تو
 میرا بار نماز اور غرض کو ترک پر میرا ساتھی ہے۔

حسن بن فضال کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابو بکر حضور
 علیہ السلام کے صاحب نہیں وہ نقص قرانی کے انکار کی وجہ سے کافر ہے
 اور حبيب وہ دیگر صحابہ کے صاحب ہونے کا انکار کرے تو وہ بدعتی
 ہو گا نہ کہ کافر، والحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا
 محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم، تسلیماً کثیراً دائماً ابداً

خاتمہ

شیخ الاسلام اور اپنے زمانے کے مجتہد التقی اسبکی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں ۷۷۷ھ کی ۱۶ جمادی الاولیٰ کو سو مواع کے روز ظہر
 کی نماز کے وقت جامع اموی میں تھا تو ایک شخص نمازیوں کی صفوں کو چیرتا
 ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور شکر لے کر رہا تھا
 کہ میں نے آل محمد پر کیم کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ میں نے
 اس سے دریافت کیا وہ کون شخص ہے۔ اس نے کہا ابو بکر! میں نے
 کہا ابو بکر صدیق اس نے کہا ابو بکر، عمر، زید اور معاویہ، میں نے
 اسے قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا پھر قاضی
 مالکی نے اسے پکڑ کر مارا۔ مگر وہ اس پر مصر تھا۔ اور اس نے مزید یہ
 بات کہی کہ فلاں دشمن خدا نے اس کے خلاف گواہی دیا ہے اور میرے
 پاس اس کے دو گواہ ہیں۔ اور کہنے لگا وہ حق کی موت نہیں مرا۔ اس

نے حضرت فاطمہؑ پر میراث کے بارے میں ظلم کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے اس نے حضرت فاطمہؑ کو میراث سے روکنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوٹ بولا۔ مالکی قاضی نے سوموار اور ساتھ واسے بدھ کے روز اُسے دوبارہ مارا۔ مگر وہ اسی بات پر مصر تھا۔ پھر جمعرات کے روز اُسے دارالعدل میں حاضر کیا گیا اور اس کے رو برو اس کے خلاف گواہی دی گئی اس نے نہ انکار کیا نہ اقرار، جب کبھی اسے دریافت کیا جاتا تو نے یہ بات کہی ہے وہ کہتا اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہے۔ یہ سوال اُس سے کئی بار کیا گیا اور وہ یہی جواب دیتا رہا پھر اسے معذرت کرنے کو کہا گیا تو اس نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔ پھر اُسے کہا گیا تو یہ کہ، اس نے کہا میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، اس سے بار بار توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہتا مجلس میں اس کے کفر اور عدم قبول توبہ پر بحث لمبی ہو گئی تو نائب قاضی کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا میرے نزدیک جس استدلال کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے اس کا قتل آسان ہے۔ اس بات سے اس کی تکفیر ہو اور عدم توبہ کی وجہ سے اس کے قتل پر میرا اصرار صدر ہو گیا اور اُس سبب کی طرف میرے سوا کسی نے مہمت نہیں کی۔ سوائے اس کے جو نووی کے کلام میں عنقریب بیان ہو گا مگر اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ سبکی نے اس بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ مع زائد بیان کے جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے۔ ذکر کرتا ہوں اور اس پر میں آیات اور دیگر باتوں کو اپنی طرف سے اضافہ بھی کر دوں گا۔ پس میں

کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ رافضی آدمی ناحق قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس مدعی کی تردید کرتے ہوئے اُسے بہت بُرا بھلا کہا ہے اور اُسے اپنا مذہب بتایا ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں جیسا کہ مجھے علم ہو چلا ہے گا۔ ایسے آدمی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس نے کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ وہ ناحق قتل کیا گیا ہے۔ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کا قتل برحق ہے۔ کیونکہ وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر مصر تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ کئی امور کا کافر تھا۔

اقرائے۔ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیحہ میں فرمایا ہے کہ جو شخص کسی پر کفر کی تہمت لگا دے یا اُسے دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اس پر لوٹ پڑتی ہے اور ہم اس بات پر تحقیق سے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر مؤمن ہیں اور دشمن خدا نہیں۔ اس لئے اس نص حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر کے متعلق کہی گئی کفر کی بات آٹال پر لوٹ پڑے گی۔ خواہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ کیا ہو جیسے کہ قرآن کریم کو گند میں پھینکنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اُسے کفر اعتقاد نہ کرتا ہو۔ حضرت امام مالک نے اس حدیث کو نوازع اور امت کے عظیم آدمیوں کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث سے جو استنباط کیا ہے۔ وہ امام مالک کے بیان کے مطابق ہے یعنی وہ امام مالک کے قواعد کے موافق ہے۔ نہ کہ شافعی کے قواعد کے موافق۔ مغربیہ مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس بارے میں کس پر اعتقاد کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث خبر واحدہ ہے۔ مگر تکفیر کے حکم میں

خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کی جاتی ہے۔ نووی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ اگر امام مالک نے اس حدیث کو خوارج پر محمول کیا ہے۔ تو یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ صحیح مذہب ان کی عدم تکفیر کرتا ہے۔ اس میں اعتراض یہ ہے کہ اس کے ضعف کی توجیہ تو تب کی جائے گی۔ اگر ان سے خروج و قتال وغیرہ کے سوا اور کوئی تکفیر کرنے والا سبب ظاہر نہ ہوا ہو پس خوارج نے ان کے ایمان کے متحقق ہو جانے کے باوجود انہیں کافر کہا ہے پس یہ کافر کیوں نہ ہوں گے۔ پس نووی نے یہ بات کیسے کہی ہے۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ امام شافعی کی اخذ ان کا یہ قول ہے کہ سوائے خطابہ کے اہل بدعت و اہل اواع کی شہادت کو قبول کر دو۔ نووی نے جو کہا ہے یہ اس کی صراحت کرتا ہے۔ اور مفہوم بھی اس کی مسامتت کرتا ہے۔ ہمارے ائمہ نے خوارج کے بارے میں تصریح کی ہے کہ خواہ وہ ہماری تکفیر کریں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ تاویل سے ایسا کرتے ہیں۔ اس کا شبہ غیر قطعۃ البطلان ہے اور نووی نے جو کہا ہے اس کی صراحت کرتا ہے اور اسکی تائید اصولیہ کے قول سے ہوتی ہے۔ کہ عظیم صحابہ کی تکفیر کرنے کی وجہ سے شیعہ اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے انہیں قطعی جنتی کہا ہے اس لئے کہ ان کفریہ نے جس آدمی کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے۔ اس کی موت تک اس کے ترکہ سے قطعی طور پر واقف نہیں ہوئے۔ ان کے کفر کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو پھر وہ رسول صلی

صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب شمار ہوتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ
 سبکی نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی پسند ہے۔ جو تو اعدا شافعیہ
 کے خلاف ہے اور اس کا یہ قول مذکورہ اصولیوں کا جواب ہے انہوں
 نے اس میں عدم کفر دیکھا ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضور علیہ السلام
 کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ مگر جو ہم نے کہا ہے اُسے وہ نہیں
 دیکھ سکے۔ گذشتہ حدیث ان کے کفر پر دلائل کرتی ہے۔ امام الحرمین
 وغیرہ نے کہا ہے کہ بت کو سجدہ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ
 وہ دل سے اس کی تکذیب نہ کرے۔ مگر اس سے اس شخص کا
 کفر لازم نہیں آتا۔ جو مسلمان کو کہے کہ اے کافر کیونکہ یہ بات ان
 کے بارے میں ہے جن کا ایمان قطعی طور پر ثابت ہے۔ جیسے
 عشرہ مبشرہ اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ بخلاف دوسروں کے، کیونکہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول ان کا انکار الّا
 رجعت علیہ میں باطن کے اعتبار سے اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ کسی
 متکلم اور فقیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر میرے نزدیک وہ لوگ بھی
 ان کے ساتھ ہوں گے جن کے متعلق نص آئی ہے۔ اور جن کی اصلاح و
 امامت پر اُمرت کا اتفاق ہے۔ جیسے ابن المسیب، ابن سیرین
 امام مالک اور امام شافعی۔ اگر تو کہے کہ کفر تو ربوبیت اور رسالت
 کے انکار کا نام ہے اور یہ مقول اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، آپ
 کی آل اور کثیر صحابہ کو ماننے والا تھا۔ پس اس کی تکفیر کیسے کی جائیگی
 اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ تکفیر ایک شرعی حکم کا نام ہے جس
 کا سبب اس کا انکار ہے یا شائع کے حکم کے قول و فعل کا انکار ہے یہ کفر ہے

اور اگر انکار نہیں کیا تو یہ بھی اسی کی قسم سے ہے۔ اور یہ اس مسئلہ میں بہترین دلیل ہے۔ اس کے ساتھ حلیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے
 من اذی لی ولینا فقد کہ جو میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں
 اذنتہ بالعرب اس سے جنگ کیلئے چیلنج کرتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ اور حضرت ابو بکر مومنین کے اولیاء میں سے سب سے بڑے ہیں۔ پس اس رافضی کے قتل کے بارے میں یہ ماخذ مجھے نظر آیا ہے۔ اگرچہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی پیروی نہیں کی اور میرے احتجاج کو گذشتہ حدیث کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جس کا اظہار و اصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنت اور اہل سنت کی تحقیر کو دیکھو۔ ان تمام امور شنیعہ کا بحیثیت مجموعی وہ حکم حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاصل نہیں ہوتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرؤ جس قدر ان میں فحور ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نہیں کہتے زمانے کے تغیر کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں۔ بلکہ پیش آندہ صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس شخص کے قتل کے بارے میں میرے سینہ کو از حد کھول دیا ہے۔

اب رہ گئی بات آپ کو گالی دینے کی۔ اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ اور آئندہ بھی بیان کروں گا۔ اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہیئے

اس صورت میں تو سب گناہ آپ کو ایذا دیتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں پائی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کرتا ہے۔ سوائے اس کے جو ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابو حنیفہ کے اطلاق کفر کے متعلق آتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی قتل کی تصریح نہیں کی۔ اور ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیت ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی طرف سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے بلکہ بعض متاخر نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ مگر میرے نزدیک ان کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان کو گالی دینا زندقہ ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندقہ نہ ہوتی۔ کیونکہ اس نے ایسا بر ملا کیا تھا۔ اس کے بیان کردہ قول کا مقصد دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حضرت عثمان کی خلافت پر طعن کیا۔ اس نے ہماجرین و انصار پر طعن کیا۔ اسی لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تین دن رات ہماجرین و انصار کے ہاں گھومتے رہے اور ان کے ہر مرد اور عورت سے علیحدگی میں مل کر ان سے مشورہ لیتے رہے کہ خلیفہ کسے ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ سب نے حضرت عثمان پر اتفاق کیا۔ اس وقت آپ کی بیعت کی گئی۔ احمد کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری طور پر حضرت عثمان کو گالی دینا ان کے لئے گالی ہی ہے۔ لیکن باطن میں تمام ہماجرین و انصار کو خطا کار قرار دینا ہے اور

ان سب کو خطا کار کہنا کفر ہے۔ اس اعتبار سے زندیقوں سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو گالی دی ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ بات اصلاً احمد سے منقول نہیں اور آپ کے اصحاب میں سے جس نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کہا ہے حضرت عثمان کو گالی دینا ایسے ہی ہے۔ جیسے حضرت ابو بکر کو گالی دینا اسے قتل کیا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس قول سے مراد آپ کی یہ نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ہر گالی جس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہو۔ کفر ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا۔ اور جس گالی کا مقصد یہ نہ ہو تو وہ کفر نہ ہوگا جیسا کہ قصہ افک میں مسطح سے ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور ایک حدیث میں جس کے رجال ثقہ ہیں۔ اگرچہ ترمذی نے اسے غریب کہا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ان سے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پھٹلے آپ کے قول میں اسماعیلی سے مراد بغاوت وہ لوگ ہیں جو فتنے سے

پہلے اسلام لائے۔ اس میں وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو بعد میں اسلام لائے
 اس کی دلیل تفاوتِ اوقات ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے کہ
 لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَمَنْ أَنْفَقَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ
 کی یہ یا اور کوئی تاویل کرنی پڑے گی تاکہ وہ صحابہ بھی مخاطب ہوں۔ جن
 کے بارے میں وصیت نہیں کی گئی پس وہ کبار صحابہ ہیں۔ اگرچہ صحابی
 کا نام سب پر جاری ہے۔ اور میں نے اپنے شیخ تاج بن عطاء اللہ
 جو شاذلیہ کے طریق پر موفیاء کے متکلم ہیں سے سنا ہے۔ انہوں نے اپنے
 وعظ میں ایک اور تاویل کی ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی کئی تجلیات ہیں جن میں آپ اپنے بعد آنے والوں کو بھی دیکھتے
 ہیں۔ پس یہ خطاب تمام صحابہ کے لئے ہے۔ جو فتح سے پہلے اور بعد میں
 پس اگر آپ کی یہ بات ثابت ہو جائے تو حدیث کے مفہوم میں سب صحابہ
 شامل ہوں گے۔ وگرنہ وہ ان صحابہ کیلئے ہو گی۔ جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں
 اور اس میں اس کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ
 غیر صحابہ کی نسبت ہے۔ جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے
 لوگوں کی طرح تھے۔ دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ ان میں سے
 ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نوومی وغیرہ کی بات اس بارہ
 میں درست ہے۔

پھر گفتگو اس امر میں ہو گی کہ یہ بعض صحابہ کو گالی دینے
 کے متعلق ہے۔ بلاشبہ سب کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے
 ایک کو گالی دینا بھی کفر ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی صحابی ہے۔ اور اس سے صحت
 کا استخفاف ہوتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف

ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس بات کو طحاوی کے قول کہ اُن سے کُفْر سے رکھنا کُفر ہے پر محمول کیا جائے گا۔ پس تمام صحابہ سے یا کسی ایک صحابی سے بلحاظ صحبت کُفْر رکھنا بلاشبہ کُفر ہے۔ ہاں کسی اور وجہ سے کسی صحابی کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتیٰ کہ شیخین سے بھی اکفر نہیں اشیخین کو گالی دینے والے کے بارے میں قاضی نے دو وجوہات بیان کی ہیں **اولیٰ**۔ عدم کُفر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے کُفْر رکھنا جیسے ایک رافضی ان سے کُفْر رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بلحاظ رخصت حضرت علی کی تقسیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی پر ظلم کیا ہے حالانکہ وہ اس سے بُری ہیں۔ اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اُسے حضرت علی کا بدلہ لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رافضی کا شیخین سے کُفْر رکھنا اس جہالت کی وجہ سے ہے جو اس کے ذہن میں استقرار پکڑ گئی ہے۔ اور ان کے ہاں حضرت علی پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی قطعی طور پر ایسا اعتقاد رکھتے تھے پس رافضی کی تکفیر کا مخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے بارے میں اس بات کا عادی ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ہی اقامتِ اُطہار دین اور مرتدین و معاندین سے جہاد میں اصل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

کیونکہ باوجود صحابہ کی مخالفت کے انہوں نے مرتدین سے قتال کی رائے دی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے بارے میں ان پر رحمت کر دی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے لڑے اور اللہ تعالیٰ نے آپ اور صحابہ کے ذریعے سے اس الجھن کو دور کر دیا اور اسلام سے اس مصیبت کو دور فرما دیا۔

۴۵۵ :- اس رافضی کے قتل پر جو امر ولایت کرتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے شیخین اور حضرت عثمان پر لعنت کرنے کو اپنے اقرار سے جائز قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کرنا اور آپ کو گالی دینا دونوں باتیں حرام ہیں۔ بلکہ لعنت زیادہ شدید ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کی تحریم دین سے ضرورت کے تحت معلوم ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسین اسلام اور وہ افعال جو آپ کے ایمان پر دلالت کسے ہیں بالترتیب ثابت ہیں۔ اور وہ وفات تک اسی بات پر قائم ہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اگرچہ رافضی کو اس میں شک ہے۔ ہاں کفر کی شرط یہ ہے کہ اس ضروری بات کا انکار کیا جائے۔ جسے انکار کرنے والا بھی ضروری خیال کرتا ہو۔ تاکہ اس کے انکار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے اور رافضی حضرت ابوبکر پر لعنت کرنے کی تحریم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ضروری ہے۔ اس سے یہ بات منفصل ہوتے ہے کہ تمام مخلوق کے نزدیک تحریم کا تو اثر، رافضی کے اس شبہ کو

لغو قرار دیتا ہے۔ جس نے اس کا دل سخت کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔ اور یہ بات محلِ نظر و جدل ہے اور سبکی کے بیان کے مطابق دل کا میلان اس فیصلے کے بطلان کی طرف ہے۔ دیگر مذہب کے قواعد اس فیصلے جو عدم تکفیر کی نسبت ہے کو قبول کرنے کا فیصلہ دیتے ہیں۔ اس لئے گالی دینے یا لعنت کرنے والا متا دل ہے اگرچہ اس کی تاویلِ چھالت، عصیت اور حمیت کی اُئینہ دار ہے۔ لیکن بابِ کفر اس کے بارے میں محتاط ہے۔ جیسا کہ اپنے محل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

۱۔ یہ ثابت اجتماعی جس نے اس رافضی سے برسرِ عام حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان پر لعنت کر لے اور اُسے جائز قرار دینے کا صدمہ اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں۔ اور جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قائم کیا ہے۔ انہیں ان کے مناقب و آثار میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی اور دین پر طعن کرنا کفر ہے۔ ان تین دلیلوں نے میرے دل پر غلبہ پالیا ہے ورنہ امام شافعی کے مذہب کا آپ کو علم ہی ہے۔

۲۔ علماء سے منقول ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اس کے خلاف بھی بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتب سرورِ جماعت کی انصاف، فتاویٰ ظہیر، محمد بن اسحق کی الاصل اور فتاویٰ بدیعہ میں موجود ہے۔ انہوں نے رافضیوں کو کفار و غیر جم میں تقسیم کیا ہے۔ اور

ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس شخص کے متعلق بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے جو حضرت ابو بکر کی امامت کا انکار کرے۔ اور ان کی تحفیز کو صحیح خیال کرے۔

الحیط میں ہے کہ امام محمد رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کیا ہے۔ جبکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔

الخلاصہ میں ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور ترمذی و حاکمی میں ہے کہ غالی رافضی جو حضرت ابو بکر کی خلافت کا منکر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اور الرافضیانی میں ہے کہ اہل ہزار بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پھر کہتے ہیں حامل کلام یہ کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے۔

شرح المختار میں ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہوگا لیکن ایسے شخص کی تفصیل کی جائے گی۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے اپنے گالی دینے والی تکفیر نہیں کی۔ اور ترمذی بدیعہ میں ہے کہ جو حضرت ابو بکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اُسے مبتدع قرار دیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اصح اقوال کے مطابق حضرت عمرؓ کی خلافت کا منکر بھی ایسا ہی ہے۔ مگر اکثر لوگوں نے ایسا رسے میں کلام نہیں کیا۔ مگر ہمارے شافعی اصحاب میں سے فاضل حسین نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کی تکفیر کی جائے اور صحابی کو گالی دینے والے

کی تفسیق کی جائے اور جو شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دے تو اسکی
دو وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تکفیر کی جائے۔ اس لئے کہ بدعت
نے ان کی امامت پر اجماع کیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کی تفسیق کی جائے
تکفیر نہ کی جائے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اہل اہواء پر کفر کا حکم
نہ لگائے۔ اس کے ہمیشہ دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم نہیں
لگایا جاسکتا۔ کیا ان کے دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم لگایا
سکتا ہے؟ اس کی دو وجوہ ہیں۔ قاضی اسماعیل مالکی کہتے ہیں۔ امام مالک
نے یہ قدر میرے بارے میں کہا ہے۔ دوسرے اہل بدعت اگر تو یہ
کمریں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ
یہ بات فساد فی الارض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محارب کے بارے
میں کہا ہے۔ اس کا فساد صالح دنیوی کیلئے ہوتا ہے۔ اور کبھی حج و جہاد
کا راستہ روکنے والا بھی دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اہل بدعت
کا زیادہ فساد دین کے متعلق ہوتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی آپس میں کچھ
عداوت دیکھ کر دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ امام مالک اور اشعری کے
قول تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر ترک تکفیر کے قائل ہیں۔
قاضی عیاض کہتے ہیں کہ کفر ایک خصلت ہے۔ جو وجود باری
سے جہالت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے رافضیوں کو مشرک
اور ان پر لعنت کا اطلاق جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح خوارج اور
دیگر اہل اہواء مکفرین کیلئے حجت ہیں۔ دوسرے لوگوں نے اس کا یہ
جواب دیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ غیر کفر یہ جگہوں پر سختی کے لئے
استعمال ہوتے ہیں۔ کفر دون کفر اور امشرک دون امشرک۔ اور خوارج

کے بارے میں ان کا یہ قول کہ انہیں عام آدمی کی طرح قتل کر دے یہ کفر کا مقتضی ہے۔ لیکن مانع کہتا ہے یہ حد ہے کفر نہیں۔ تا مانی عیان ہے کہتے ہیں کہ صحابہ کی دشنام طرازی کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور مشہور مذہب امام مالک کا ہے۔ جس میں اجتہاد اور در مذاک تادیب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور اگر صحابہ کو گالی دے تو اس کی تادیب کی جائے۔ پھر کہتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت مروان العاص کو گالی دے اگر کہے کہ وہ گمراہ اور کفر پرستے تو اُسے قتل کیا جائے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دے۔ جیسے لوگ گالیاں دیتے ہیں تو اُسے سخت عذاب دیا جائے آپ کا یہ قول کہ جو ان کی طرف گمراہی اور کفر کو منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک اچھا قول ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے بغض ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر وہ ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو۔ جیسے کہ بعض رافضیوں کا خیال ہے۔ تو یہ تردد کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ بات نہ لحاظِ محبت ہے اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہے جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بعض صحابہ کی خصوصیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ اور اس سے دین کی کوئی تحقیق نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رافضی ان باتوں سے منکر ہیں جو ضرورت سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ صحابہ پر افترا کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت ہم

ان کی برکت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا اقتضا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت خیال کرتے ہیں اور ہم اس بارے میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب تک امام مالک سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے آدمی کے قتل کی مقتضی ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جوشیدہ حضرت عثمان سے بغض و اظہار بیزاریاں میں غلو کرے اسے سخت تادیب کی جائے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بغض میں بڑھ جائے اسے سخت سزا دی جائے اُسے بار بار مارا جائے اور موت تک اُسے قید میں رکھا جائے اگر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔

سمنون کہتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت علی یا حضرت عثمان یا دوسرے صحابہ پر جھوٹ بولے اُسے دُناک مار دی جائے۔

ابن ابی زید نے سمنون سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اُسے قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کو اس جیسی گالی دے اُسے سخت عذاب دیا جائے۔ اصحاب اربعہ کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے خلاۃ اور فساد کو پھیلنے کو اجازت کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ اصحاب ثلاثہ کی تکفیر کرے اور حضرت علی کی تکفیر نہ کرے اس کے متعلق سمنون نے

کوئی تصریح نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس بارے میں زیادہ واضح ہو
 امام مالک سے روایت کی گئی ہے کہ جو حضرت ابو بکر کو گالی
 دے اُسے کوڑے مارے جائیں اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے
 اُسے قتل کیا جائے اور احمد بن حنبل نے صحابہ کو گالی دینے والے
 کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے قتل سے تو میں ڈرتا ہوں۔ لیکن میں
 اُسے عبرتناک سزا دیتا ہوں۔ اور ابو یعلیٰ مہلبی جس کے مذہب کو
 فقہاء نے سب صحابہ کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ
 جو شخص صحابہ کو گالی دینا جائز قرار دیتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی
 اور اگر جائز قرار نہیں دیتا تو اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اور تکفیر نہیں کی
 جائے گی۔ اور اہل کوفہ وغیرہم کے فقہاء میں سے ایک گروہ نے صحابہ کو
 گالی دینے والے اور رافضیوں کی تکفیر کرنے والے کے متعلق قطعی قتل
 کا حکم لگایا ہے۔

محمد بن یوسف القریابی سے حضرت ابو بکر کو گالی دینے والے
 کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ایسا شخص کافر ہے۔ دریافت کیا گیا
 اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے فرمایا نہیں۔ رافضیوں کی تکفیر کرنے والوں میں
 سے احمد بن یونس اور ابو بکر بن طہانی ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ مرتد ہیں۔
 ان کا ذخیرہ نہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ادریس جو کوفہ کے ایک امام ہیں
 کہتے ہیں کہ رافضی کو شفعہ کا حق نہیں کیونکہ شفعہ مسلمان کے لئے ہے۔
 احمد بن ابی طالب کی روایت میں کہا ہے کہ حضرت عثمان
 کو گالی دینا زندقہ ہے۔ عدم تکفیر کے قائلین نے صحابہ کو گالیاں
 دینے والوں کے متعلق متفقہ طور پر کہا ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور

کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، عبدالرحمن ابنی صحابی کو لگا لے دینے پر وجہ قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ جب عبید اللہ بن عمر نے حضرت مقداد بن اسود کو گالی دی تو انہوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ اس بارے میں آپ سے گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو۔ تاکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔ اور ابن شعبان کی کتاب میں ہے کہ جو کسی ایک صحابی کو زانیہ کا بیٹا کہے اور اس کی ماں مسلمان ہو تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اُسے دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک اس کی اور ایک اس کی ماں کی حد۔ میں اسے ایک جماعت پر تہمت تراشتے والے کی حیثیت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ صحابی کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے کوڑے مارو، دریافت کیا گیا جو کسی صحابی کی ماں پر تہمت تراشتے اور وہ کافر ہو اُسے جھوٹ کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اُسے گالی دی ہے اور اگر اس صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اسے حد لگائے گا ورنہ مسلمانوں میں سے وہ آدمی حد لگائے گا جسے امام قبول کرے گا۔ وہ کہتے ہیں یہ بات غیر صحابہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر امام یہ بات سنے اور اُسے گواہی بل جائے۔ تو وہ اس حد کے قیام کا ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے۔ اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرا دیگر صحابہ کی طرح یہ ہے کہ اُسے مفری کی حد لگائی جائے۔ وہ کہتے

ہیں۔ میں پہلے قول کا قائل ہوں۔

ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے جو اہل بیت
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دے۔ اُسے دردناک مار دی جائے۔
اُس کی تشہیر کی جائے اور توبہ کرنے تک اُسے قید میں رکھا جائے
کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف ہے۔ اور
ابن مطرف نے اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو
خلف دینے کا انکار کرے۔ وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابو بکر کی لڑکی ہو اُسے
دن کو خلف اٹھانا پڑے گا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابو بکر کی لڑکی کا
ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ہشام ابن عمار کہتے ہیں۔ میں نے امام مالک کو فرماتے سنا
ہے کہ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو گالی دینے اُسے قتل کیا جائے
اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے اُسے بھی قتل کیا جائے۔ کیونکہ اللہ
ان کے بارے میں فرماتا ہے یحفظکم اللہ ان تعودوا المشککے
ایدا ان کنتمہ مومنین، جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی اس
نے قرآن پاک کی مخالفت کی۔ اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے اُسے
قتل کیا جائے گا۔

ابن خضر کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی
تکفیر کرنے والوں نے اس سے محبت بگڑی ہے۔ کیونکہ وہ عظیم القدر
صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انہیں قطعی جنتی قرار دیا
گیا ہے اور یہ احتجاج اس شخص کے بارے میں درست ہے جس

کا تکفیر کرنا ثابت ہے۔ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ امام
 احناف نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی
 ہے۔ یہ مسئلہ الغایت اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا
 ہے۔ اور محمد بن الحسن کی الاصل اور الظاہر میں ہے کہ انہوں نے یہ بات
 حضرت امام ابو حنیفہ سے اخذ کی ہے۔ اس لئے کہ وہ کوئی ہونے کی
 وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور کوفہ رافض کا منبع
 ہے۔ روافض کے بعض فرقوں کی تکفیر واجب ہے۔ اور بعض کی تکفیر
 واجب نہیں۔ جب حضرت امام ابو حنیفہ حضرت ابو بکر کی امامت کے منکر کی
 تکفیر کرتے ہیں تو آپ پر لعنت کرنے والے کی تکفیر آپ کے بال اولیٰ
 ثابت ہوئی۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کا فرق بتائیں۔ بظاہر بات
 یہ ہے کہ آپ کی امامت کے منکر کی تکفیر کا سبب یہ ہے کہ وہ اجماع
 کا منکر ہے۔ اور اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ متفق علیہ حکم کا منکر
 کافر جڑا ہے۔ اور اصولیوں کے نزدیک یہ ایک مشہور بات ہے اور
 آپ کی امامت حضرت عمر کی بیعت کے وقت سے متفق ہے۔ اس
 پر اس بات سے منع وارد نہیں کیا جاسکتا کہ بعض صحابہ نے تائیسر
 سے بیعت کی ہے۔ وہ آپ کی صحت امامت کے مخالف نہ تھے یہی
 وجہ ہے کہ وہ آپ کی عطا کردہ چیزوں کو لیتے تھے۔ اور آپ کے پاس فیصلے
 لے جاتے تھے۔ بیعت اور چیز ہے اور اجماع اور چیز ہے۔ ایک سے
 دوسری چیز لازم نہیں آتی اور نہ ہی ایک کے عدم سے دوسرے کا
 عدم لازم آتا ہے۔ اس بات کو سمجھ لیجئے اس میں بہت غلط فہمی پائی
 جاتی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ کفر کی شرط اس متفقات کا انکار ہے۔ جو
 دینی ضرورت میں سے معلوم ہو تو میں کہوں گا صدیق کی مخالفت ایسی ہی
 ہے۔ کیونکہ صحابہ کا آپ کی بیعت کرنا ضرورت کی حد تک انتہائی تو اتر سے
 ثابت ہے تو یہ متفقہ بات کی طرح معلوم بالضرورت ہوئی۔ اور اس
 میں کچھ شبہ نہیں اور حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان کے زمانے میں
 کوئی ایک رافضی بھی موجود نہ تھا۔ یہ تو بعد کی پیداوار ہیں۔ اسلئے
 ان کی باتیں نئی نئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفت بھی نہ واقعا
 میں سے ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں۔ اور امر ضروری کے منکر کی تب تکفیر کی
 جائے گی۔ جب وہ ضروری امر حکم شرعی ہو۔ جیسے نماز اور بیعت۔ کیونکہ اس
 سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ بخلاف مذکورہ
 خلافت کے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے ساتھ احکام
 شرعیہ کا تعلق ہے۔ جیسے وجوب اطاعت وغیرہ۔

قاضی حسین کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیخین اور
 دونوں دامادوں کو گالی دینے کے بارے میں دو وجوہ ہیں۔ یہ اس بات
 کے متافی نہیں کہ انہوں نے دوسری جگہ صحابہ کو گالی دینے والے کے
 فسق کے متعلق جرم کیا ہے۔

اسی طرح ابن العباس وغیرہ نے حضرت امام شافعی سے لے
 بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دو مسئلے ہیں۔ دوسرا مسئلہ گالی دینے
 کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اگرچہ جسے گالی دی
 گئی ہے وہ کوئی ایک صحابی ہو جو پہلوں کی نسبت جھوٹے درجے کا
 ہو۔ کیونکہ یہ بات خاص طور پر شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے

کے بارے میں ہے اور یہ زجر و توبیخ کے لحاظ سے اشد بات ہے کیونکہ
اس میں ایک دہر کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر
کرناجن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے
اس بارے میں اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اسے قطعی
کفر خیال کیا ہے اس نے ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے جن کا
بیان پہلے گذر چکا ہے اور احمد سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلافت عثمان
میں طعن کرنا، مہاجرین و انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے۔
کیونکہ حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ آدمیوں پر
مشتمل تھی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت
طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص، آخر حاکمین اپنے حقوق سے
دستبردار ہو گئے۔ اور حضرت عبدالرحمن اسے اپنے لئے نہ چاہتے تھے۔ ان
کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی لوگ بیعت
کر لیں۔ انہوں نے اپنے دین کیلئے بہت احتیاط اختیار کی۔ تین
دن رات بغیر سوئے۔ وہ مہاجرین و انصار کے گھروں میں گھومتے
رہے اور ان سے مشورہ لیتے رہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں
سے کسی کی بیعت کرنی ہے۔ وہ عورتوں، مردوں، جماعتوں اور افراد
سے ملے اور ہر ایک سے اس کا عندیہ معلوم کیا۔ یہاں تک کہ سب
کی آراء حضرت عثمان کے بارے میں متفق ہو گئیں۔ پس آپ نے انکی
بیعت کی اور حضرت عثمان کی بیعت مہاجرین و انصار کے قطعی اجماع
سے ہے۔ اس پر طعن کرنا دلول فریقوں پر طعن کرنا ہے۔
احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان کو گالی گلوں کرنا زندقہ

ہے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بظاہر تو یہ کفر نہیں
مگر باطن کفر ہے۔ کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب تک بات پہنچتی
ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہے۔ پس آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا
جائے کہ وہ صحابی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ بخلاف بعض
صحابہ کے، جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک حضرت ابو بکر کو
گالی دینا کفر ہے۔ اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی، امام
مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اُسے کوڑے مارنا واجب قرار
دیتے ہیں اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج
ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے بارے میں بیان ہوئی ہے، کہ
انہوں نے کفر کیا ہے۔ آپ کے ہاں اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں
اگر بغیر تکفیر کے صرف گالی دی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر
وہ تکفیر کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی جس رافضی کا ذکر پہلے ہو چکا
ہے وہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ایک وجہ
سے کافر ہے۔ اور احمد کے نزدیک حضرت عثمان سے متعرض ہونے
کی وجہ سے زندیق ہے۔ کیونکہ اس طرح ہاجرین و انصار کو خطا کار
قرار دینا پڑتا ہے۔ اور اس کا یہ کفر ارتداد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے
وہ مسلمانوں کے حکم میں تھا اور مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی
جاتی ہے۔ وگرنہ اُسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا قتل جمہور علماء
کے مذہب یا سب کے مطابق ہو گا۔ کیونکہ جو گالی دینے والے کی
تکفیر کا قائل نہیں اس سے یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ وہ اسے دھتکار

دے گا جو عظیم الشان صحابہ کی تکفیر کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے تکفیر کے بغیر محض گالی دینے پر فاسق قرار دیا ہے۔ یہاں بات احمد نے کہی ہے کہ وہ صرف گالی دینے والے کے قتل سے ڈر گئے ہیں اور جو بات اس آدمی سے صادر ہوئی ہے وہ گالی سے بڑی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ طحطاوی نے اپنے "عقیدہ" میں کہا ہے کہ صحابہ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسے سب صحابہ پر محمول کیا ہو یا ہر ایک صحابی پر، لیکن اس صورت میں جب وہ صحبت کی وجہ سے بغض رکھے اور محض بغض کو کفر قرار دینا دلیل کا محتاج ہے۔ اس رافضی اور اس کے اشبہ کا شیخین اور حضرت عثمان سے بغض رکھنا صحبت کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی اور حسنین وغیرہا سے صحبت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ بغض ہوائے نفس اور جاہلۃ اعتقاد اور اہل بیت پر ان کے مزعومہ ظلم و عناد کی وجہ سے ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے بغیر تکفیر کے صرف گالی دی ہے۔ اور متفقہ بات کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

پہنچو :- اس رافضی کے قتل کے بارے میں اسی طرح تسک ممکن ہے۔ کیونکہ جس مقام پر وہ کھڑا ہے بلاشبہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے۔ اور آپ کی ایذا موجب قتل ہے اس کی دلیل حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے ایک ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا میرے دشمن کے بارے میں مجھے کون کا فی ہو گا۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا میں اُسے کا فی ہوں گا۔ آپ نے حضرت خالد کو اس کی طرف بھیجا تو آپ نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن یہ عذر

دی اُس نے مجھے ایذا دی۔ یہ بات سب صحابہ کے لئے ہے۔ لیکن ان کے درجات ہیں اور ان کے متفاوت درجات کی وجہ سے حکم میں بھی تفاوت ہو جائے گا۔ اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اُس کے مقام کے مطابق بڑھ جائیگا۔ پس حضرت ابو بکر کو گالی دینے پر صرف کوڑوں پر اکتفا نہیں کیا جائیگا۔ جیسا کہ دوسرے کے بارے میں کوڑوں پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ کوڑے تو صرف حقِ محبت کے باعث ہیں۔ حیبِ محبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نصرت کی وجہ سے احترام کا تقاضا کریں۔ اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت وغیرہ ملی ہے۔ ان میں سے ہر بات آپ کے متعلق جرات کرنے والے کے بارے میں مزید حقِ عقوبت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس عقوبت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ آپ نے احکام دیئے ہیں۔ اور انہیں اسباب سے منسلک کیا ہے۔ پس ہم اسباب کا اتباع کرتے ہیں۔ اور ہر سبب پر اس کا حکم مرتب کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت صدیق کو حقِ تہدیت اسلام اور تصدیقِ ماضی تھا۔ اور آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑے ہوئے اور آپ سے کامل محبت کی اور حضور علیہ السلام کی ذات اور آپ کے اصحاب پر مدد و برہم خرچ کیا اور دین کی مدد کی اور دیگر ایسے فضائل جمیدہ آپ میں تھے جن کا ذکر اس کتاب اور دوسری کتابوں میں آیا ہے۔ حضور علیہ السلام

کے بعد آپ کو اور خصوصیات اور فضائل حاصل ہوئے جیسے آپ کی خلافت آپ نے جس طرح حق خلافت ادا کیا۔ ممکن نہیں کہ امت کا کوئی شخص آپ کے بعد ایسا کر سکے۔ یہ ایک قطعی اور معلوم بات ہے۔ اس کا انکار کوئی معاند، مکار، جاہل اور غبی ہی کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے مدین اور مائنین زکوٰۃ سے جنگ کی اور ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ کوئی آپ سے بازمی نہ لے جاسکا۔ اس لحاظ سے آپ کے حق اور حرمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور آپ پر ہرأت کرنے والا زیادہ مزاحمتی ہو جاتا ہے۔ پس یہ بات بعید نہیں کہ اس بلند مقام اور فضیلت کے حامل انسان پر طعن کرنے والا دین میں طعن کرنے والا بن جاتا ہے۔ اور قتل کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سبب ۵۰ ہزار لوگوں کو قتل کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ہرنی کی دیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے ۵۰ ہزار کو قتل کیا تھا۔ اور تیری بیٹی کے بیٹے حسین کے بدلے میں میں مزدور ستر، ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا۔

۱۔ اس حدیث کو ابو یوسف الشافعی نے العیالانیات میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا جو ابن حبان کہتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں اور اسکا تائب کیا گیا ہے۔ کیونکہ حاکم نے اسے چھ آدمیوں سے، ابونعیم سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور ذہبی نے اپنی کنجیوں میں اسکی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت سے روافض کو ذلیل کر کے حضرت
 صدیق کے حق و حرمت کا اظہار کرے گا۔ اللہ ان پر لعنت کرے جن
 کو اس نے اس رافضی کے قتل کی وجہ سے ذلیل کیا ہے۔ اور ان
 کے ناک بلند ہی رہتے ہیں۔ خواہ وہ ان سے پہلو تہی کرے اور امام
 ابو یوسف جو حضرت ابو حنیفہ کے ساتھی ہیں انہی کہا ہے کہ تعزیر قتل کو
 جائز قرار دیتی ہے۔ اور اس رافضی کا اس بلند مقام پر حیرت کرنا جو حضرت
 صدیق اور خلفائے راشدین کا مقام ہے۔ یہ ان اعلیٰ اسباب میں سے
 ہے جو تعزیر کے مقتضی ہیں۔ جس کی رو سے امام ابو یوسف کے نزدیک
 قتل تک ثوبت پہنچتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس رافضی کا قتل درست
 اور صحیح ہے۔ اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی بنا پر اعتراض نہیں
 ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ
 کے مذہب کی رو سے بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ شافعیہ کے
 مذہب کی ایک وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب
 کی رو سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پس اس واقعہ اور علماء کے کلام پر
 غور کرو جسے میں نے درج کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اہم احکام ہیں۔
 اور بہت سے فوائد ہیں۔ تو ان کو واضح طور پر رشک و طعن سے سہل
 اور تعصب و عیب سے منزہ کسی کتاب میں اکٹھے کم ہی پائے گا میں
 نے اپنی کتاب ”الاعلام فی قواطع الاسلام“ میں ان کا ذکر کیا ہے۔
 جن سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ جس کی طرف میں نے نیکی
 کے کلام کے دوران اشارہ کیا ہے۔ جسے وہ ہمارے مذہب کے
 قواعد کے خلاف اپنی پسند کے مطابق کسی اور حکم کی بناء پر استخراج کر رہا ہے

پس مذکورہ کتاب سے یہ بیان دیکھ لیجئے اسے کیوں کہ اس باب میں اس نے اس جیسا نہیں لکھا بلکہ میں اپنے کسی امام کے بارے میں بھی کامیاب نہیں ہوا کہ اس نے صرف تکفرات کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے مطابق اس کے تمام مسائل کے بارے میں مکمل حکم بیان کیا ہو جس سے انشراح صدر ہوتا ہو۔ میں نے یہ سب کچھ اس عدیم النظیر مؤلف سے لیا ہے۔ جو خدا در کتبہ کی بیماری سے بچتا ہے اور وہ عناد پر ہمیشہ قائم رہنے والے نیک و پاک ایسا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور اپنے جو در کرم اور فضل و خیر کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھے۔ وہ رؤوف کریم، سخی اور رحمن و رحیم ہے۔

اے مؤلف نے الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ بعض متاخرین نے حضرت ابو بکر کے وجود اور خلافت کے منکر کے متعلق تکفیر پر جزم کیا ہے خواہ منکر کے نزدیک یہ متواتر نہ بھی ہو۔ اور آپ کے غیر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے کسی ایسے اصل دین کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ جس کی تصدیق واجب ہو اور اس کتاب میں کسی دوسری جگہ کتاب الانوار کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت کا منکر متبدع ہے کافر نہیں۔ اور جو صحابہ یا سیدہ عائشہ کو گالی دینے کو جائز قرار دیئے بغیر گالی دے وہ فاسق ہے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے اور مسنین کو گالی دینے والے کے کفر میں بھی دو وجہ سے اختلاف ہے۔